مولانا
وحیدالدین خان

افکار و نظریات

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

مکتبہ رحمۃ للعالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مولانا وحید الدین خان
افکار و نظریات

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
اسسٹنٹ پروفیسر، کامسائٹس انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی، لاہور
ریسرچ فیلو، مجلس تحقیق اسلامی، ۹۹-جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
ریسرچ فیلو، شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی، لاہور
ریسرچ فیلو، الاحیاء ادارہ علم وادب، لاہور

مکتبہ رحمۃ للعالمین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں!
مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور کو مصنف کی جملہ کتب کی اشاعت کی اجازت ہے۔

نام کتاب:	مولانا وحید الدین خان: افکار و نظریات
مصنف:	ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
تہذیب:	ابوالحسن علوی
ٹائیٹل:	محمد نعیم
ناشر:	مکتبہ رحمۃ للعالمین
صفحات:	180
قیمت:	220 روپے
تعداد اشاعت:	1100
طبع اول:	اکتوبر، 2013ء

ملنے کے پتے:

☆ عبدالمتین مجاہد: معرفت 36- کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 0300-4199099
☆ مکتبہ رحمۃ للعالمین، نذیر پارک، غازی روڈ، لاہور۔ 0301-4870097
☆ مجلس التحقیق الاسلامی، J-99، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 042-35839404
☆ دفتر تنظیم اسلامی: P-157، صادق مارکیٹ، ریلوے روڈ، فیصل آباد
☆ قرآن اکیڈمی: 25- آفیسرز کالونی، ملتان
☆ قرآن اکیڈمی: DM-55، درخشاں، خیابان راحت، فیز 6، ڈیفنس، کراچی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ﴾

(النساء :46)

''وہ کتاب اللہ کے کلمات کو اُس کے اَصل معانی سے پھیر دیتے ہیں۔''

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب

مسلمانانِ ہند کے نام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

مقدمہ 1

- پیدائش اور ابتدائی تعلیم 1
- جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت میں شمولیت 2
- ذاتی دعوت اور علمی کام کا آغاز 2
- فکری بنیادیں 3
- منہج بحث وتحقیق 8
- اظہارِ تشکر 9

پہلا باب: مسیح موعود اور مہدی زمان: مولانا وحید الدین خان؟ 11

- علامات قیامت 13
- مسیح موعود اور مہدی زمان 13
- مسیح موعود اور مہدی زمان کی صفات 15
  - مہدی بحیثیت عام مصلح 15
  - مہدی اور معاصر نظریات کا رد 16
  - مہدی ومسیح اور دجال کا قتل 17
  - مہدی ومسیح اور تجزیہ کی صلاحیت 18
  - مہدی ومسیح کا استثنائی رول 18
  - مہدی ومسیح بحیثیت عارف باللہ 19
  - مہدی ومسیح اور سچے خواب 20
  - مہدی ومسیح اور غلط تعبیراتِ دین کی نفی 20
  - مہدی ومسیح اور عصری اسلوب کلام 20
  - مہدی ومسیح ہونے کا اعلان کرنا 21

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- مہدی و مسیح کا انکار 22
- مہدی و مسیح اور اَخوانِ رسول کی ٹیم 22
- مہدی و مسیح کی پہچان اور نصرت 24

دوسرا باب: مسیح موعود اور مہدی زمان: احادیث مبارکہ کی روشنی میں ... 29

- مبتدعانہ تصور مہدی و مسیح کا علمی محاکمہ 29
- مہدی و مسیح ایک ہی شخصیت کے دو نام نہیں ہیں 30
- مہدی و مسیح عام مصلح نہیں بلکہ خاص ہوں گے 32
- نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا معنی و مفہوم 32
- مہدی و مسیح انقلابی لیڈر ہوگا 34
- اُمتِ مسلمہ کا مہدی و مسیح پر ایمان لانا 35
- مہدی و مسیح کا تعین اِسی دنیا میں ہوگا 36

تیسرا باب: دجال کی آمد اور اُس کا قتل 39

- دجال کی آمد کا معنی و مفہوم 40
- دجال کی آمد اور احادیث مبارکہ 44
- دجال کا قتل 48
- خان صاحب کی غلط تاویلات کی غلط بنیاد 51

چوتھا باب: علامت قیامت کی بدعی تعبیر 55

- یاجوج ماجوج کی حقیقت 57
- دابۃ الارض کا ظہور 61
- دریائے فرات سے سونے کا خزانہ برآمد 66
- دُخان یا دھواں 67

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- اللہ کے کلمہ کا غلبہ 69
- کلمہ گو مسلمان کا باقی نہ رہنا 72
- بیت اللہ کو آگ لگایا جانا 73
- قیامت کا واقع ہونا 74

پانچواں باب: اقامتِ دین اور نفاذِ شریعت 77
- خان صاحب کا اقامتِ دین اور نفاذِ شریعت کا تصور 79
- پہلا فکری دور 80
- دوسرا فکری دور 81
- تیسرا فکری دور 86
- انقلابی فکر کے بارے خان صاحب کے نقطہ نظر کا علمی جائزہ 91
  - ظالم حکمران کے خلاف احتجاج کرنا 91
  - ظالم حکمران کے خلاف جدوجہد کرنا 91
  - ظالم حکمران سے اُس کے ظلم کا بدلہ لینا 92

چھٹا باب: تصورِ جہاد واَمن 95
- خان صاحب کا تصورِ جہاد 97
- خان صاحب کا تصورِ اَمن 101
- کتاب وسنت کا تصورِ جہاد واَمن 107

ساتواں باب: ختمِ نبوت اور توہینِ رسالت کا مسئلہ 115
- خان صاحب اور تصورِ ختم نبوت 117
- پیغمبر اسلام فائنل ماڈل نہیں ہیں؟ 123
- خان صاحب اور تصورِ توہین رسالت 126

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھواں باب: علمی وسیاسی مسائل 133
- خان صاحب کی شطحیات 135
- ضعیف روایات سے استدلال 136
- قرآن مجید کی تلاوت پر ثواب کا مسئلہ 137
- عقل کی اہمیت اور فضیلت کا مسئلہ 138
- مصادرِ شریعت کی بحث 138
- مسئلہ فلسطین 139
- مسئلہ کشمیر 140

نواں باب: تزکیہ وتذکیر 145
- خان صاحب کا تزکیہ نفس کا تصور 147
- خان صاحب اور تذکیر 150
- تجویز اور مشورہ 153

دسواں باب: خان صاحب کی ذہنی اُلجھنیں 157
- خان صاحب کے ذہنی مسائل 158
- خلاصہ کلام 166

- مصادر ومراجع 169

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

پیدائش اور ابتدائی تعلیم

مولانا وحید الدین خان یکم جنوری ۱۹۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش اُتر پردیش، بھارت کے ایک قصبہ اعظم گڑھ میں ہوئی۔ چار یا چھ سال کی عمر میں ہی اِن کے والد محترم 'فرید الدین خان' وفات پا گئے۔ اِن کی والدہ 'زیب النساء خاتون' نے اِن کی پرورش کی اور اِن کے چچا صوفی عبد الحمید خان نے اِن کی تعلیم کی ذمہ داری اٹھائی۔ خان صاحب کا کہنا ہے کہ بچپن کی یتیمی نے اُن میں مسائل سے جان چھڑانے کی بجائے اُن کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کیا۔ (http://www.cpsglobal.org/mwk)

اُنہوں نے ابتدائی تعلیم مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ سے ہی حاصل کی۔ ۱۹۳۸ء میں اِس مدرسہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۴۴ء میں چھ سال بعد اُنہوں نے یہاں سے اپنی مذہبی تعلیم مکمل کر لی۔ اِس کے بعد ان کے بڑے بھائی نے اُنہیں کاروبار میں شامل کرنے کی کوشش کی لیکن اُن کا خیال یہ تھا کہ اُنہیں ابھی انگریزی زبان کی تعلیم حاصل کرنی ہے۔ اِس مقصد کے لیے اُنہوں نے لائبریری جا کر سائنس اور جدید علوم کی کتب کا مطالعہ شروع کیا۔ (Ibid.)

کچھ عرصہ بعد خان صاحب نے محسوس کیا کہ اُنہوں نے مدرسہ کی تعلیم کے ساتھ جدید علوم کا بھی کافی مطالعہ کر لیا ہے تو اُنہوں نے دینی علم کو زمانہ حاضر کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ اُن کی تحریروں میں بین المذاہب مکالمہ اور اَمن کا بہت زیادہ ذکر ملتا ہے۔ اور آخر عمر میں اُنہوں نے دین اسلام کا خلاصہ اِنہی دو لفظوں میں بیان ہے۔

۱۹۵۵ء میں اُن کی پہلی کتاب 'نئے عہد کے دروازے پر' شائع ہوئی۔ یہی کتاب بعد میں اُن کی معروف کتاب 'مذہب اور جدید چیلنج' کے لیے بنیاد بنی اور اِس کا عربی ترجمہ "الإسلام يتحدى" کے نام سے مقبول عام ہوا جو کئی ایک عرب جامعات کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ جارج ٹاؤن یونیورسٹی سے شائع شدہ ایک حالیہ کتاب "500

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"Islam's Spiritual Ambassador to the World" قرار دیا گیا ہے۔(Ibid.) میں انہیں Most Influential Muslims of 2009"

جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت میں شمولیت

خان صاحب شروع شروع میں مولانا مودودی رحمہ اللہ کی تحریروں سے متاثر ہوئے اور ۱۹۴۹ء میں جماعت اسلامی' ہند میں شامل ہوئے۔ کچھ ہی عرصہ میں جماعت اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رکن بھی بن گئے۔ جماعت اسلامی کے ترجمان رسالہ 'زندگی' میں باقاعدگی سے لکھتے رہے۔ جماعت اسلامی میں شمولیت کے بعد مولانا وحید الدین خان صاحب نے ۱۵ سال کے بعد جماعت اسلامی کو خیر باد کہا۔ جماعت اسلامی سے علیحدگی کے بعد تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستہ ہو گئے لیکن ۱۹۷۵ء میں اُسے بھی مکمل طور پر چھوڑ دیا۔

ذاتی دعوتی اور علمی کام کا آغاز

۱۹۶۷ء میں اپنے دعوتی کام کا آغاز کیا۔ ۱۹۷۰ء میں نئی دہلی میں ایک اسلامک سنٹر کی داغ بیل ڈالی اور ۱۹۷۶ء میں 'الرسالہ' کے نام سے ایک اردو رسالہ کا اِجرا کیا۔ ۱۹۸۴ء میں ہندی اور ۱۹۹۰ء میں انگریزی میں بھی 'الرسالہ' جاری کیا گیا۔ اردو میں اُن کا ترجمہ قرآن اور تشریحی نکات 'تذکیر القرآن' کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہی ترجمہ قرآن بعد میں ہندی اور انگریزی میں بھی شائع ہوا۔ انگریزی ترجمہ The Quran کے نام سے شائع ہوا حالانکہ ترجمہ قرآن کا یہ نام رکھنا کسی طور درست معلوم نہیں ہوتا۔ کوئی بھی ترجمہ قرآن' قرآن مجید نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید فصیح عربی زبان میں ہے اور جب اِس کا ترجمہ کسی اور زبان میں کیا جاتا ہے تو وہ قرآن مجید کا ترجمہ تو کہلایا جا سکتا ہے لیکن قرآن مجید نہیں۔ خان صاحب نے ۲۰۰۱ء میں اپنے نقطہ نظر اور دعوت کے پھیلاؤ کے لیے 'سی پی ایس' یعنی "سنٹر فار پیس اینڈ سپر چوئیلٹی" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جو اُن کے بقول 'دعوت' اور 'امن' دو بنیادوں پر قائم ہے۔

مولانا وحید الدین خان تقریباً دو سو کتب کے مصنف ہیں' جو اردو' عربی اور انگریزی زبان میں ہیں۔ اُن کی معروف کتب میں تذکیر القرآن' اسلام دور جدید کا خالق' مذہب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جدید چیلنج، تعبیر کی غلطی، رازِ حیات، دین کی سیاسی تعبیر، عقلیاتِ اسلام، پیغمبر انقلاب اور اللہ اکبر ہیں۔ انگریزی اور عربی کتابیں اکثر و بیشتر مولانا کی اردو تحریروں ہی کے تراجم ہیں۔(Ibid.)

فکری بنیادیں

مولانا وحید الدین خان صاحب کی تحریروں کے بالاستیعاب مطالعہ کے بعد اُن کے دعوتی اور علمی کام کو آسانی کی خاطر پانچ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1. **تذکیر و نصیحت:** خان صاحب کی تحریروں میں تذکیر کا پہلو غالب اور نمایاں طور موجود ہے۔ چھوٹی اور عام سی بات سے بھی نصیحت کا پہلو نکال لینے میں انہیں کمال حاصل ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

> ''ایک امریکی خاتون سیاحت کی غرض سے روس گئیں۔ وہاں انھوں نے دیکھا کہ ہر جگہ کمیونسٹ پارٹی کے چیف کی تصویریں لگی ہوئی ہیں۔ یہ بات انھیں پسند نہیں آئی۔ ایک موقع پر وہ کچھ روسیوں سے اِس پر تنقید کرنے لگیں۔ خاتون کے ساتھی نے اُن کے کان میں چپکے سے کہا: ''میڈیم آپ اِس وقت روس میں ہیں، امریکہ میں نہیں ہیں''۔ آدمی اپنے ملک میں اپنی مرضی کے مطابق رہ سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ کسی غیر ملک میں جائے تو وہاں اُس کو دوسرے ملک کے نظام کی پابندی کرنی پڑے گی۔ اگر وہ وہاں کے نظام کی خلاف ورزی کرے تو مجرم قرار پائے گا۔ ایسا ہی کچھ معاملہ وسیع تر معنوں میں دنیا کا ہے، انسان ایک ایسی دنیا میں پیدا ہوتا ہے جس کو اُس نے خود نہیں بنایا ہے۔ یہ مکمل طور پر خدا کی بنائی ہوئی دنیا ہے۔ گویا انسان یہاں اپنے ملک میں نہیں ہے بلکہ خدا کے ملک میں ہے۔'' (آخری سفر: ص ۵)

2. **ردّعمل کی نفسیات:** خان صاحب کی فکر ردّ عمل کی نفسیات (Psychology of Reaction) پر قائم ہے اور یہ ردّعمل اسلام کے سیاسی تصور، معاصر اسلامی تحریکات اور متنوع مذہبی طبقات کا ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

> ''کچھ لوگ اسلام کا جامع تصور پیش کر رہے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ اسلام ایک مکمل نظام ہے۔ اسلام میں صرف عقیدہ اور عبادت اور اخلاق شامل نہیں ہیں، بلکہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پولیٹکل سسٹم بھی اس کا لازمی جز ہے۔ پولیٹکل سسٹم کو قائم کیے بغیر اسلام ادھورا رہتا ہے' وہ مکمل نہیں ہوتا۔ **یہ بظاہر اسلام کا جامع تصور ہے' لیکن حقیقت کے اعتبار سے وہ ایک تخریبی تصور ہے۔**'' (صبح کشمیر: ص۳۲)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''جہاں تک زمین پر سیاسی غلبہ کا معاملہ ہے' اس کا تعلق تمام تر اللہ تعالیٰ سے ہے۔ قرآن مجید کے مطابق' زمین پر سیاسی غلبہ کا فیصلہ براہ راست اللہ کی طرف سے ہوتا ہے' اور وہ اُسی کو ملتا ہے جس کے لیے اللہ نے اُس کا فیصلہ کیا ہو (۳:۲۶)۔ اِس سے معلوم ہوا کہ سیاسی نظم کے قیام کو نشانہ بنا کر عمل کرنا' ایک مبتدعانہ عمل ہے۔ **وہ دین کے نام پر بے دینی ہے۔ وہ اسلام کے نام پر اسلام سے انحراف کرنا ہے۔ اِس قسم کی کوشش کو کبھی بھی خدا کی نصرت نہیں ملے گی' اِس لیے ایسی کوشش کبھی کامیاب ہونے والی نہیں۔**'' (ایضاً: ص۳۳)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی تمام بڑی بڑی تحریکیں حیرت انگیز طور پر انتہائی ناکامی کا شکار ہوئی ہیں۔ **مسلمان جب بھی کوئی تحریک اٹھاتے ہیں تو خدا اُن کے گھروندے کو ٹھوکر مار کر گرا دیتا ہے۔** ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی یہ تمام سرگرمیاں خدا کی نظر میں بالکل نامطلوب ہیں۔ **اِس بنا پر وہ اُن کو حرفِ غلط کی طرح مٹا رہا ہے۔**'' (راہ عمل: ص۱۱۰)

مذکورہ بالا عبارات بتا رہی ہیں کہ جذبات میں ٹھہراؤ اور اطمینان نہیں ہے اور اختلاف کے اظہار میں ردعمل کی نفسیات واضح طور محسوس ہو رہی ہیں۔

۳ تجدد: خان صاحب کے افکار ونظریات میں تجدد پسندی (Modernity) کی طرف میلانات اور رجحانات بہت زیادہ پائے جاتے ہیں اور صحیح معنوں میں اُن پر لفظ متجدد اس اعتبار سے صادق آتا ہے کہ اُنہوں نے دین کے بنیادی تصورات کی اَز سرنو ایسی تعبیر وتشریح پیش کی ہے جو اُن سے پہلے کسی نے نہیں کی اور وہ نہ صرف اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اپنے لیے اِس میں فخر بھی محسوس کرتے ہیں۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''**پچھلے ہزار سال میں مسلمانوں کے درمیان جو لٹریچر تیار ہوا' اُس میں سب کچھ**

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا' مگر اُس میں دو چیز مکمل طور پر حذف تھی اور اور وہ ہے دعوت اور اَمن کا تصور۔ اِس کے بعد جب مغربی طاقتوں نے مسلم ایمپائر کو توڑ دیا تو اِس کے خلاف ردعمل کی بنا پر یہ ذہن اور زیادہ پختہ ہو گیا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیسویں صدی عیسوی پوری کی پوری' منفی سوچ اور منفی سرگرمیوں کی نذر ہو گئی۔ اِس پوری صدی میں نہ دعوت کا پیغام لوگوں کے سامنے آیا اور نہ اَمن کا پیغام' جب کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ **راقم الحروف پر اللہ تعالیٰ نے استثنائی طور پر دعوت اور اَمن کی اہمیت کھولی۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء' ص ۲۳۔۲۴)

اب اُن کے اِس تصورِ دعوت اور اَمن کی بھی ذرا سی جھلک ملاحظہ فرمائیں جو اُن کے بقول مسلم دنیا کی ایک ہزار سالہ تاریخ میں نہیں ملتا۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

'' ۱۱ نومبر ۲۰۰۱ء میں نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو توڑنے کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ اِس واقعے کے بعد امریکا غضب ناک ہو گیا۔ اُس نے عراق اور افغانستان کے خلاف براہ راست طور پر اور پوری دنیا کے خلاف بالواسطہ طور پر ایک انتقامی جنگ چھیڑ دی۔ اِس جنگ میں نام نہاد جہاد کے اَکابر رہنما یا تو مارے گئے یا وہ خاموش ہو گئے۔ **امریکا کا یہ آپریشن اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک خدائی آپریشن تھا۔ اِس نے اُن تمام طاقتوں کو زیر کر دیا جو اَمن اور دعوت کے مشن کے خلاف محاذ بنائے ہوئے تھے۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء' ص ۲۶)

۴ **تنقیص:** خان صاحب نے اپنے ماسوا تقریباً ہر دوسرے بڑے عالم دین پر نقد کی ہے اور ان کی نقد تعمیری (Constructive Criticism) نہیں ہے بلکہ تنقیص (reproach and denunciation) کی ایک صورت ہوتی ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

'' اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہو گا کہ میں پیدائشی طور پر ایک **تنقید پسند** آدمی ہوں۔'' (وحید الدین خان' علماء اور دورِ جدید' ماہنامہ الرسالہ' نیو دہلی' ۱۹۹۲ء' ص ۴۴)

ایک ہے کہ ضرورت کے تحت تنقید کرنا اور یہ ایک ناگزیر اَمر اور معاشرتی ضرورت ہے۔ جبکہ 'تنقید پسند ہونا' ایک دوسری بات ہے جو ہمارے خیال میں بہرطور درست نہیں ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِس ترکیب میں 'پسند' کا لفظ بھی قابل غور ہے۔ خان صاحب ایک اور جگہ علماء کی عیب جوئی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے علماء مغربی افکار کو **سرے سے جانتے ہی نہیں**... علماء اگر مغربی فکر کو گہرائی کے ساتھ سمجھتے تو اُس کو اپنے لیے عین مفید سمجھ کر اُس کا استقبال کرتے۔ مگر **سطحی معلومات** کی بنا پر وہ اِس کے مخالف بن گئے اور اِس کا مذاق اڑانے لگے۔'' (ایضاً: ص ۴۱۔۴۲)

ایک اور جگہ اہل علم پر الزام دھرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علماء کی دور جدید سے بے خبری کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایسا لٹریچر تیار نہ کر سکے جو جدید ذہن کو مطمئن کرنے والا ہو۔ **شاہ ولی اللہ سے لے کر سید قطب تک' میرے علم کے مطابق' مسلم علماء کوئی ایک کتاب بھی ایسی تیار نہ کر سکے جو آج کے مطلوبہ معیار پر پوری اترتی ہو۔**'' (ایضاً: ص ۴۵)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''سو سال سے بھی زیادہ مدت سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ ہمیں دور جدید کے علماء کی ضرورت ہے' یعنی ایسے علماء جو علوم دینیہ کی تحصیل کے علاوہ وقت کے علوم کی بھی تعلیم حاصل کریں۔ اِس طرح ایسے علماء تیار ہوں جو قدیم و جدید دونوں سے واقف ہوں تا کہ وہ عصر حاضر کے مطابق' اسلام کی خدمت انجام دے سکیں... **ایسے لوگوں کی فہرست ہزاروں میں شمار کی جا سکتی ہے جو دونوں قسم کی تعلیم سے بہرہ ور ہوئے' مگر وہ ملت کی مطلوب ضرورت پورا نہ کر سکے۔** مثال کے طور پر چند نام یہاں لکھے جاتے ہیں۔ مولانا حمید الدین فراہی' مولانا سعید احمد اکبر آبادی' ڈاکٹر یوسف القرضاوی' پروفیسر مشیر الحق' ڈاکٹر عبد الحلیم عویس' ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی' مولانا محمد تقی عثمانی' پروفیسر محمد یاسین مظہر صدیقی' پروفیسر محمد اجتبا ندوی' پروفیسر محسن عثمانی' پروفیسر ضیاء الحسن ندوی' ڈاکٹر عبد الحلیم ندوی' ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی' ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی' ڈاکٹر سعود عالم قاسمی وغیرہ... میں نے ذاتی طور پر اِس قسم کے علماء کی تحریریں پڑھی ہیں' مگر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ **اُن سب کی تحریریں قدیم روایتی مسائل کی جدید تکرار کے سوا اور کچھ نہیں۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مارچ ۲۰۰۷ء' ص ۴۔۵)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵ **اختیال:** خان صاحب کی تحریروں سے یہ واضح طور محسوس ہوتا ہے کہ اُن کے خیالوں میں اُن کی اپنی عظمت اور بڑائی اِس قدر رَچ بس گئی ہے اور وہ نرگسیت (Narcissism) کا شکار ہیں۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''اَصحابِ رسول کی حیثیت ایک دعوتی ٹیم کی تھی۔ یہ ٹیم ڈھائی ہزار سالہ تاریخ کے نتیجے میں بنی۔ اِس کا آغاز اس وقت ہوا جب ہاجرہ اور اسماعیل کو خدا کے حکم سے صحرا میں بسا دیا گیا... سی پی ایس کی ٹیم کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ اَصحابِ رسول کے بعد تاریخ میں ایک نیا عمل شروع ہوا۔ اِسی عمل کا کلمنیشن (culmination) سی پی ایس [مولانا وحید الدین خان] کی ٹیم ہے... گویا اَصحابِ رسول اگر قدیم زمانے میں ڈھائی ہزار سالہ تاریخی عمل کا کلمنیشن تھے تو سی پی ایس [مولانا وحید الدین خان] کی ٹیم بعد کے تقریباً ڈیڑھ ہزار سالہ عمل کا کلمنیشن ہے۔ **اَصحابِ رسول کے بعد بننے والی طویل تاریخ کے تمام مثبت عناصر سی پی ایس [مولانا وحید الدین خان] کی ٹیم میں جمع ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں پہلی بار اِس کو یہ حیثیت ملی ہے کہ وہ دورِ حاضر میں اُخوانِ رسول کا رول کر سکے۔ بعد کے زمانے میں اٹھنے والی تمام تحریکوں میں صرف سی پی ایس [مولانا وحید الدین خان] انٹرنیشنل وہ تحریک یا گروپ ہے جو استثنائی طور پر اِس معیار پر پوری اترتی ہے۔** قرآن اور حدیث کی صراحت کے مطابق' اَصحابِ رسول کی امتیازی صفت یہ تھی کہ وہ پورے معنوں میں ایک داعی گروہ بنے۔ مگر بعد کو بننے والے گروہوں میں کسی بھی گروہ کو حقیقی معنوں میں داعی گروہ کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: ستمبر ۲۰۰۶ء' ص ۳۵)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''غالباً یہ کہنا صحیح ہوگا کہ **اخوانِ رسول وہ اہلِ ایمان ہیں** جو سائنسی دور میں پیدا ہوں گے' اور سائنسی دریافتوں سے ذہنی غذا لے کر اعلیٰ معرفت کا درجہ حاصل کریں گے' نیز **یہی وہ لوگ ہوں گے جو مہدی' یا مسیح کا ساتھ دے کر آخری زمانے میں اعلیٰ دعوتی کارنامہ انجام دیں گے۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۴۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''ماضی اور حال کے تمام قرائن تقریباً یقینی طور پر بتاتے ہیں کہ **سی پی ایس [مولانا**

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحید الدین خان] کی ٹیم ہی وہ ٹیم ہے جس کی پیشین گوئی کرتے ہوئے پیغمبر اسلام نے اُس کو اُخوانِ رسول کا لقب دیا تھا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: ستمبر ۲۰۰۶ء، ص ۴۰)

پہلے اقتباس کا خلاصہ ہے کہ مہدی و مسیح کے ساتھ اَخوانِ رسول کی ٹیم ہوگی جبکہ دوسرے کا ہے کہ اَخوانِ رسول کی ٹیم سی پی ایس کی ٹیم ہے۔ اِن دونوں قضیوں کے صغریٰ و کبریٰ سے یہ نتیجہ نکلا کہ مہدی و مسیح کے ساتھ سی پی ایس کی ٹیم ہوگی۔

مولانا وحید الدین خان صاحب کی کسی بھی تحریر کو اٹھا کر دیکھ لیں، اُس میں اِن میں سے ایک، دو، تین یا چار بنیادیں ضرور مل جائیں گی۔ ہم، ان شاء اللہ! اِس کتاب میں اِن عوامل اور عناصر سے پروان چڑھنے والی خان صاحب کی فکر کا، اُن کے اپنے الفاظ ہی کی روشنی میں، ایک مفصل تحلیلی و تجزیاتی مطالعہ پیش کریں گے۔

منہج بحث و تحقیق

خان صاحب کی فکر کا تجزیہ و تحلیل اُن کے اپنے الفاظ کی روشنی میں کیا گیا ہے اور اگر اس کتاب کو ''مولانا وحید الدین خان، اپنے الفاظ کے آئینے میں'' (Maulana Wahiduddin Khan: In his Own Words) کا نام دیا جائے تو بالکل درست ہو گا۔ حوالہ جات کے درج کرنے میں سوشل سائنسز میں امیریکن سائیکالوجیکل ایسوسی ایشن (APA) کے اُسلوب سے رہنمائی لیتے ہوئے، حوالہ فٹ نوٹ یا آخر میں دینے کی بجائے متن میں ساتھ ہی نقل کر دیا گیا ہے۔ متن میں کتاب کا نام، جلد اور صفحہ دیا گیا ہے جبکہ پبلشر، سن اشاعت اور مقام اشاعت وغیرہ کے ساتھ مکمل حوالہ کے لیے کتاب کے آخر میں موجود مصادر و مراجع کی فہرست کی طرف رجوع کیا جائے۔ نقد و تبصرہ کرتے ہوئے بنیادی مصادر اسلامیہ کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔ علاوہ اَزیں ثانوی مصادر سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ احادیث کی تصحیح و تضعیف میں علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر اعتماد کیا گیا ہے۔ نقد و تبصرہ میں اِس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ خان صاحب کے اُصولوں ہی کی روشنی میں اُن کے نظریات کا جائزہ لیا جائے۔ اِس لیے جابجا خان صاحب پر تبصرہ کرتے ہوئے شواہد کے طور پر اُن کی عبارتوں کو بھی نقل کیا گیا ہے۔ اقتباسات میں بڑی بریکٹ ''[ ]'' میں جو عبارت ہے، وہ مصنف کی طرف سے اضافہ ہے اور اِس کا مقصود قارئین کے لیے اقتباس کی تفہیم کو آسان بنانا ہے جیسا کہ 'دی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکاگو مینوئل آف اسٹائل' (The Chicago Manual of Style) میں یہ اُسلوب موجود ہے۔ جبکہ چھوٹی بریکٹ ''()'' میں جو عبارت ہے وہ اقتباس ہی کا حصہ ہے۔

اظہارِ تشکر

میں ریکٹر کامسائٹس انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی' محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر ایس ایم جنید زیدی' ڈائریکٹر کامسائٹس لاہور کیمپس' جناب پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد بودلہ اور ہیڈ آف ہیومینیٹیز ڈیپارٹمنٹ' محترمہ ڈاکٹر شازیہ حسن کا خصوصی طور شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے فیکلٹی کو انسٹی ٹیوٹ میں بحث وتحقیق کا ایسا ماحول' سہولیات اور تعاون فراہم کیا ہوا ہے کہ جس کے سبب یہ کتاب اپنے تکمیلی مراحل کو پہنچ سکی۔ اِسی طرح جناب عبد الوارث گِل بھی خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں کہ جنہوں نے اِس کتاب کے ٹائٹل پیج کی تیاری میں راقم کے ساتھ تعاون فرمایا۔ اور آخر میں' مَیں اپنی اہلیہ محترمہ کا بھی خصوصی طور شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے اِس کتاب کی تیاری میں تفریغِ اوقات کے سلسلے میں راقم سے بہت تعاون فرمایا کیونکہ فی زمانہ کوئی بھی تحقیقی کام اتواریں اور راتیں لگائے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن سب کے تعاون کو قبول فرمائے۔ آمین!

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
(ابوالحسن علوی)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اول

مسیح موعود اور مہدیٔ زمان

مولانا وحید الدین خان؟

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اول

مسیح موعود اور مہدیٔ زمان

مولانا وحید الدین خان؟

علاماتِ قیامت

کتاب وسنت میں قیامت قائم ہونے کی کچھ نشانیاں بیان کی گئی ہیں جن میں ظہورِ مہدی، عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول، یاجوج ماجوج کا خروج، دجال کی آمد، زمین سے ایک عجیب الخلقت جانور کا نکلنا، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا وغیرہ شامل ہیں۔ خان صاحب اِن تمام علاماتِ قیامت سے متعلقہ نصوص کا اثبات کرتے ہیں لیکن اُن میں تاویل کرتے ہوئے اُنہیں حقیقت کی بجائے ایک ایسی تمثیل قرار دیتے ہیں جو کسی نہ کسی حوالے سے خان صاحب کی ذات اور صفات کے گرد ہی گھومتی رہتی ہے۔

مسیحِ موعود اور مہدیٔ زمان

مہدی اور مسیح علیہ السلام کے بارے میں خان صاحب کا موقف یہ ہے کہ دونوں درحقیقت ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''تمام مذاہب میں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا کے خاتمے سے پہلے ایک آنے والا آئے گا اور وہ ایک خصوصی رول ادا کرے گا۔ یہی تعلیم اسلام میں بھی ہے... حدیث کی کتابوں میں جو روایات آئی ہیں، اُن میں اِس سلسلے میں تین لفظ استعمال کیے گئے ہیں۔ رجل مؤمن، مہدی، مسیح۔ **بظاہر یہ تینوں الفاظ ایک ہی شخصیت کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء، ص۱۳)

ایک اور جگہ مہدی، رجل مؤمن اور مسیح کے ایک ہی شخصیت ہونے کی لغوی وضاحت میں لکھتے ہیں:

> ''ایک حدیث (سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء) کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے **کہ مہدی اور مسیح، دونوں ایک ہی شخصیت کے علامتی طور پر دو الگ الگ نام ہیں۔** آخری دور میں ظاہر ہونے والی ایک ہی شخصیت ہے، جس کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی روایت میں رجل مؤمن کہا گیا ہے' اور کسی روایت میں مہدی' اور کسی روایت میں مسیح۔ ایک اعتبار سے' ظاہر ہونے والا شخص' اُمت محمدی کا ایک فرد ہو گا' اِس اعتبار سے اس کو رجل مؤمن کہا گیا۔ دوسرے اعتبار سے وہ گم راہی کے عمومی اندھیرے میں ہدایت کی روشنی کو مکمل طور پر دریافت کرے گا' اِس اعتبار سے اُس کو مہدی کہا گیا ہے' یعنی ہدایت پایا ہوا شخص۔ ایک اور اعتبار سے وہ شخص اُمتِ محمد کے آخری زمانے میں وہی رول ادا کرے گا جو اُمتِ یہود کے آخری زمانے میں حضرت مسیح علیہ السلام نے انجام دیا تھا۔ **گویا کہ یہ تینوں الفاظ ایک ہی شخصیت کے تین پہلوؤں کو بتاتے ہیں' نہ کہ الگ الگ تین مختلف شخصیتوں کو۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۴۱)

ایک اور جگہ خان صاحب ان تینوں کے ایک ہی شخص ہونے کے بارے دلیل نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' حدیث کی روایتوں میں قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والے شخص کے لیے تین الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ رجل مؤمن' مہدی اور مسیح۔ **لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ تینوں کا رول ایک ہی بتایا گیا ہے' اور وہ دجال کو قتل کرنا۔ اس میں یہ واضح اشارہ موجود ہے کہ تینوں سے مراد ایک ہی شخصیت ہے' ورنہ حدیث میں تینوں کے لیے الگ الگ رول بیان کیے جاتے۔**'' (ماہنامہ الرسالہ' جولائی ۲۰۱۰ء' ص ۱۴)

خان صاحب کی یہ بات کسی طور درست نہیں ہے کہ احادیث میں رجل مؤمن یا مہدی کا یہ رول بتلایا گیا ہے کہ وہ دجال کو قتل کریں گے۔ احادیث میں دجال کو قتل کرنے کی نسبت صرف اور صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے جبکہ رجل مؤمن اور مہدی کو امت مسلمہ کے ایک اہم شخص یا سیاسی لیڈر کے طور پیش کیا گیا ہے جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

خان صاحب کے نزدیک مسیح سے مراد آسمان سے نازل ہونے والا کوئی نبی نہیں بلکہ اُمت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عام فرد ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

'' **عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں اور آخری زمانے میں وہ جسمانی طور پر آسمان سے اتر کر زمین پر آئیں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ یہ تصور اگرچہ لوگوں میں کافی پھیلا ہوا ہے' مگر وہ اپنی موجودہ صورت**

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے اور نہ احادیث سے۔ حدیث کی مختلف کتابوں میں تقریباً دو درجن معتبر روایتیں ہیں جن میں مسیح کے ظہور کا بیان پایا جاتا ہے۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اُن میں سے کسی روایت میں صراحتاً یہ الفاظ موجود نہیں کہ مسیح جسمانی طور پر آسمان سے اتر کر زمین پر آئیں گے۔ اِس سلسلے میں جو بات ہے' وہ صرف یہ ہے کہ روایتوں میں نزول اور بعث کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مگر صرف اِس لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح آسمان سے اتر کر نیچے زمین پر آئیں گے۔ عربی زبان میں نزول کا لفظ سادہ طور پر آنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے' نہ کہ آسمان سے اترنے کے معنی میں۔ اِسی اعتبار سے مہمان کو نزیل کہا جاتا ہے' یعنی آنے والا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۴۶)

ایک اور جگہ مسیح کے ایک عام فرد ہونے کی حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے خان صاحب لکھتے ہیں:

''**مسیح' امت مسلمہ کے ایک فرد کے مصلحانہ رول کا نام ہے' نہ کہ جسمانی طور پر آسمان سے نازل ہونے والی کسی پُراَسرار شخصیت کا نام۔** اُمتِ مسلمہ کے ایک فرد کا یہ رول عیسیٰ بن مریم کے رول کے مشابہ ہوگا۔ اس لیے اس کو اُمتِ مسلمہ کا مسیح کہا گیا ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۵۰)

مسیحِ موعود اور مہدیٔ زمان کی صفات

مولانا وحید الدین خان صاحب نے اپنے تئیں احادیث کی تاویلات کی روشنی میں مسیح اور مہدی کی کچھ صفات بیان کی ہیں تاکہ اُن کی پہچان میں آسانی ہو۔ ہم ذیل میں اِن صفات کو اُن ہی کے الفاظ میں بیان کر رہے ہیں:

1. مہدی یا مسیح کی خاصیت یہ ہے کہ وہ عام انسانوں جیسا ہوگا۔ مصلح ہوگا اور عالمی کمیونکیشن کے دور میں پیدا ہوگا۔ خان صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

''المہدی کوئی انوکھی چیز نہیں ہوگا' وہ عام مصلحین کی طرح ایک مصلح ہوگا۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ عام مصلحین اور مجددین عالمی کمیونکیشن سے پہلے پیدا ہوئے' جب کہ المہدی کی امتیازی صفت یہ ہوگی کہ وہ عالمی کمیونکیشن کے زمانے میں پیدا ہوگا۔ اِس بنا پر اُس کی دعوتی اور فکری جدوجہد کا دائرہ عالمی بن جائے گا' جب کہ اُس سے پہلے مصلحین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مجددین کا دائرہ صرف محلی اور مقامی ہوا کرتا تھا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جنوری ۲۰۱۱ء، ص۴۲)

۲ مہدی یا مسیح کی دوسری خاصیت یہ ہوگی کہ وہ دنیا میں پھیلے ہوئے غلط نظریات کا ابطال کرے گا، فکری کنفیوژن دور کرے گا اور اسلام کی ایک تعبیر پیش کرے گا جو معاصر غلط نظریات کی استدلالی موت کا باعث ہوگی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

'' روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دورِ آخر میں اُمت محمدی کے اندر ایک شخص اٹھے گا۔ حدیث میں اس کو المہدی کہا گیا ہے۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں المہدی کا رول اِن الفاظ میں بتایا گیا ہے: یملأ الأرض قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما (کتاب المهدی، ح: ۴۲۸۵) یعنی مہدی زمین کو قسط اور عدل سے بھر دے گا، جیسا کہ اِس سے پہلے وہ جَور وظلم سے بھر دی گئی تھی۔ اِس حدیث میں جو بات کہی گئی ہے، وہ سیاسی اقتدار کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ وہ نظریاتی توسیع کے معنی میں ہے... اِس کا مطلب صرف یہ ہے کہ مہدی سے پہلے دنیا میں غلط نظریے کی عمومی اشاعت ہو جائے گی۔ مہدی اِس کے بجائے یہ کرے گا کہ وہ دنیا میں صحیح نظریے کی عمومی اشاعت کرنے میں کامیاب ہو گا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جنوری ۲۰۱۱ء، ص۴۲)

خان صاحب کے نزدیک غلط نظریے کے ابطال سے مراد فتنہ دہیماء کے بعد پیدا ہونے والے فکری کنفیوژن کو دور کرنا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

'' قیامت سے پہلے آخری زمانے میں ایک دور آئے گا جس کو حدیث میں فتنہ دہیماء کہا گیا ہے۔ فتنہ دہیماء سے مراد: الفتنة السوداء المظلمة، یعنی مکمل تاریکی کا فتنہ۔ دوسرے لفظوں میں اس کو فکری تاریکی (intellectual darkness) کہا جا سکتا ہے۔ فتنہ دہیماء سے مراد قیامت سے پہلے کا وہ زمانہ ہے جب کہ اشاعتی ذرائع کی کثرت کے نتیجے میں مختلف قسم کے افکار کا جنگل اتنا زیادہ بڑھ جائے گا کہ لوگ فکری کنفیوژن میں جینے لگیں گے۔ اِس نازک دور میں اللہ کی سنت کے مطابق، کسی بندۂ خدا کے ذریعے کامل سچائی ظاہر ہوگی۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جون ۲۰۱۰ء، ص۱۰)

ایک اور جگہ خان صاحب، مسیح کی پہچان کے بارے لکھتے ہیں:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''روایت کے مطابق' مسیح کی ایک پہچان یہ ہوگی کہ اُن کے زمانے میں خدا اسلام کے سوا تمام ملتوں کو ہلاک کر دے گا: يهلك الله في زمانه الملل كلها إلا الإسلام۔ (سنن أبي داؤد' كتاب الملاحم' باب خروج الدجال) اِس سے مراد بقیہ ملتوں کی جسمانی ہلاکت نہیں ہے' بلکہ اُن کی استدلالی ہلاکت ہے...حدیث کے مطابق' استثنائی طور پر یہ کام مسیح انجام دیں گے' جب کہ دوسرے لوگ ایسا کرنے میں اپنے آپ کو پوری طرح عاجز پا رہے ہوں گے۔ یہ واقعہ مسیح کی شخصیت کی ایک پہچان ہوگا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۵۱۔۵۲)

۳ مسیح یا مہدی یا رجل مؤمن' جو درحقیقت ایک ہی شخص ہے' دجال کو قتل کرے گا۔ دجال کے قتل سے مراد اُس کا نظریاتی قتل ہے۔ یعنی سائنسی دور میں لوگ سائنس کو بنیاد بناتے ہوئے خدا کا انکار کر دیں گے جبکہ مسیح اور مہدی کی پہچان یہ ہوگی کہ وہ اس الحادی فتنے کا ردّ سائنسی دلائل ہی کی روشنی میں کریں گے۔ ایک جگہ مولانا اپنے موقف کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''حدیثوں کے مطالعے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ دجال یا دجالیت دراصل سائنسی دور کا فتنہ ہے۔ سائنسی دور میں پہلی بار یہ ہوگا کہ کچھ لوگ دلائل کے نام پر حق کا ابطال کریں گے۔ وہ یہ تاثر دیں گے کہ حق' علمی ترقی کے مقابلے میں ٹھیر نہیں سکتا۔ پھر خدا کی توفیق سے ایک شخص اٹھے گا جو خود سائنسی دلائل کے ذریعے اس دجالی فتنے کا خاتمہ کر دے گا۔ وہ دجالی دلائل کو زیادہ برتر دلائل کے ساتھ بے بنیاد ثابت کر دے گا۔ یہ واقعہ' اپنی نوعیت کے اعتبار سے' تاریخ بشری کا پہلا واقعہ ہوگا۔ وہ دعوتِ حق کی عظیم ترین مثال کے ہم معنی ہوگا۔ اسی لیے اس کی بابت صحیح مسلم میں یہ الفاظ آئے ہیں: هذا أعظم الناس شهادة عند ربّ العالمين عظیم دعوتی واقعہ قیامت سے پہلے پیش آئے گا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۱۸۔۱۹)

ایک اور جگہ خان صاحب اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ مہدی اور مسیح استدلال کے ذریعے دجال کے فتنے کو ختم کریں گے:

''دجال کے قتل سے کیا مراد ہے۔ اِس سلسلے کی روایتوں پر غور کرنے کے بعد سمجھ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آتا ہے کہ اِس قتل سے مراد استدلالی قتل ہے' نہ کہ جسمانی قتل۔ صحیح مسلم میں اِس سلسلے میں جو لفظ آیا ہے' وہ حجیج ہے۔ حجیج کا مطلب ہے حجت اور دلیل کے ذریعے غالب آنے والا...دجال کا نظریاتی فتنہ تاریخ کا سب سے بڑا فتنہ ہوگا۔ اِس لیے استدلال کی سطح پر اُس کا خاتمہ کرنا بھی تاریخ کا ایک انتہائی عظیم واقعہ ہوگا۔ اِسی بات کو صحیح مسلم' کتاب الفتن کی ایک روایت میں اِن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: هذا أعظم شهادة عند ربّ العالمین۔ اس حدیث میں واضح طور پر شہادت سے مراد جسمانی قربانی نہیں ہے۔ جسمانی قربانی میں عظیم اور غیر عظیم کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔ یہاں شہادت سے مراد گواہی ہے' یعنی دلائل ربانی کے ذریعے دلائل شیطانی کو آخری حد تک باطل ثابت کرنا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء' ص ۱۴)

۴ مہدی یا مسیح صاحب معرفت ہوگا اور اُس میں تجزیہ کی صلاحیت کمال درجہ میں ہوگی۔ ایک جگہ خان صاحب فرماتے ہیں:

''مہدی دراصل اِسی قسم کا ایک صاحب معرفت انسان ہوگا۔ اُس کے اندر خدا کی خصوصی توفیق سے یہ صلاحیت ہوگی کہ وہ لفظی مغالطے کو سمجھ سکے' وہ خوش نما الفاظ اور حقیقی استدلال کے فرق کو جانے' وہ ایک گم راہ کن بیان کا تجزیہ کر کے اس کی گم راہی کھول سکے۔ اس کے اندر تجزیہ کی طاقت (power of analysis) کمال درجے میں موجود ہو' وہ محدد تبیین (precise description) کی صلاحیت کا حامل ہو۔ اپنی اِسی معرفت کی بنا پر وہ خود الفاظ کے فتنے سے بچے گا اور دوسروں کے لیے الفاظ کے فتنے سے بچنے کا ذریعہ بنے گا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۳۷)

۵ مہدی یا مسیح کی ایک پہچان اُن کا استثنائی رول ہوگا' یعنی وہ عام مصلحین یا اہل علم سے ہٹ کر ایک رول ادا کریں گے۔ ایک جگہ مولانا لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ آنے والے کی پہچان صرف ایک ہوگی' اور وہ اُس کا استثنائی رول (exceptional role) ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء' ص ۱۳)

مہدی اور مسیح کے استثنائی رول کی مزید وضاحت میں خان صاحب لکھتے ہیں کہ مہدی معرفت وہدایت کا حامل اور امن کا نمائندہ (ambassador of peace) ہوگا:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’رجل مؤمن کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ اُس کی معرفت استثنائی درجے کی معرفت ہوگی۔ مہدی کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ وقت کے تمام سوالات میں وہ استثنائی طور پر درست رہنمائی دینے کی صلاحیت کا حامل ہوگا۔ مسیح کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ وہ رافت اور رحمت بالفاظ دیگر امن (peace) کے اصول کا کامل معنوں میں اظہار کرے گا۔‘‘ (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء ص ۱۵)

خان صاحب کے نزدیک مہدی کا استثنائی رول یہ بھی ہوگا کہ وہ سچائی اور معرفت کو پالے گا۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

’’حدیث رسول سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی کا ظہور‘ فتنہ دہیماء (تاریک فتنہ) کے زمانے میں ہوگا۔ اُس وقت تمام لوگ معرفت حق کے بارے میں اندھیرے میں پڑے ہوئے ہوں گے۔ ایسے تاریک دور میں معرفت حق کی روشنی کسی کو صرف خدا کی خصوصی توفیق سے مل سکتی ہے‘ یعنی وہبی طور پر‘ نہ کہ اکتسابی طور پر۔ سیاہ فتنے کے دور میں کوئی شخص نہ بطور خود سچائی کو پا سکے گا اور نہ وہاں دوسرا کوئی شخص موجود ہوگا جو اُس کو سچائی کی روشنی دکھائے۔ حقیقت یہ ہے کہ فتنہ دہیماء کے دور میں کسی کو صرف خداوند ذوالجلال کی طرف سے ہدایت مل سکتی ہے۔ مہدی کا مہدی ہونا‘ اپنے آپ بتا رہا ہے کہ مہدی کی پہچان کیا ہے۔ وہ پہچان یہ ہے کہ مہدی اپنے ماحول کے برعکس‘ استثنائی طور پر ایک ہدایت یاب انسان ہوگا‘ جب کہ لوگ عمومی طور پر ہدایت حق سے محروم ہو چکے ہوں گے۔ مہدی ایک استثنائی انسان کا نام ہے‘ اور یہی استثنا وہ چیز ہے جس کے ذریعے پہچاننے والے اُس کو پہچانیں گے۔ مہدی نہ خود اپنے مہدی ہونے کا دعوی کرے گا‘ اور نہ آسمان سے یہ آواز آئے گی کہ فلاں شخص مہدی ہے‘ اُس کو مانو اور اُس کا اتباع کرو۔‘‘ (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء‘ ص ۳۶)

۶ مہدی یا مسیح کوئی انقلابی یا سیاسی لیڈر نہیں ہوسکتا بلکہ وہ عارف باللہ ہوگا۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’بعض لوگوں نے مہدی کو ہادی کے معنی میں لے لیا۔ اِس خود ساختہ تصور کے مطابق‘ انھوں نے کہا کہ مہدی جدید دور کا ایک انقلابی لیڈر ہوگا‘ جو عالمی سیاسی نظام قائم کرے گا۔ مہدی کی یہ تعریف سرتا سر بے بنیاد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہدی جدید دور کا ایک عارف ہوگا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء ص ۳۹)

۷ کچھ لوگوں کو مہدی یا مسیح کی نسبت سچے خواب آئیں گے۔ یہ بھی مہدی یا مسیح کی علامات میں سے ایک علامت ہوگی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

'' اُس وقت اللہ تعالیٰ کی خصوصی تائید رؤیائے صادقہ (سچے خواب) کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق' جن لوگوں کے اندر سچی تلاش کا جذبہ ہوگا' اُن کو مہدی کی نسبت تائیدی خواب دکھائے جائیں گے۔ یہ خواب گویا کہ مہدی کے حق میں تائید مزید کے ہم معنی ہوں گے۔ ایسے خوابوں کو دیکھنے والے اہل ایمان یہ یقین کرلیں گے کہ یہی وہ شخص ہے جس کی پیشین گوئی حدیث میں مہدی کے لفظ سے کی گئی ہے' اور پھر وہ دل سے اُس کے ساتھی بن جائیں گے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جون ۲۰۱۰ء ص ۱۱)

۸ مہدی یا مسیح یا دورِ آخر کے مجدد کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ قرآن اور دین اسلام کی غلط تعبیرات سے گزر کر دین حق کو سامنے لائے گا۔ ایک جگہ خان صاحب لکھتے ہیں:

'' اب یہ سوال ہے کہ دورِ آخر کے مجدد کی پہچان کیا ہوگی۔ اُس کی پہچان بلاشبہ یہ نہیں ہوگی کہ وہ کچھ بَرعجوبہ صفات کا مالک ہوگا۔ اُس کی پہچان بنیادی طور پر دو ہوگی۔ یہ دونوں چیزیں واضح طور پر قرآن اور حدیث سے معلوم ہوتی ہیں... دورِ آخر کے مجدد کی سب سے پہلی علامت یہ ہوگی کہ وہ خدا کی خصوصی توفیق سے' دین حق کو دوبارہ اُس کی حقیقی صورت میں دریافت کرے گا۔ وہ ظاہری فارم سے گزر کر' اسلام کی اصل سپرٹ کا فہم حاصل کرے گا۔ وہ قرآن کی مغالطہ آمیز تشریح سے گزر کر قرآن کے اصل پیغام کو سمجھے گا۔ وہ دین اجنبی کو اپنے لیے دوبارہ دین معروف بنائے گا۔ دوسرے لفظوں میں وہ خدا کے دین کو دوبارہ اِس طرح دریافت کرے گا' جس طرح اَصحابِ رسول نے اُس کو دریافت کیا تھا۔ زمانے کے اعتبار سے' وہ بعد کا انسان ہوگا' لیکن معرفت کے اعتبار سے وہ اَصحابِ رسول جیسی معرفت کا حامل ہو گا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء ص ۵۰۔۵۱)

۹ مہدی یا مسیح کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ عصری اُسلوبِ کلام میں اسلام پیش کرے گا۔ ایک جگہ خان صاحب لکھتے ہیں:

'' اُس کی دوسری علامت وہ ہوگی جو قرآن میں پیغمبروں کی نسبت سے اِن الفاظ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بتائی گئی ہے: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ (ابراھیم : ٤) . . .اِس آیت میں لسان سے مراد صرف زبان نہیں ہے' اِس میں وہ تمام پہلو شامل ہیں جو ایک کامیاب زبان کا ضروری حصہ سمجھے جاتے ہیں' مثلاً وضوح' مؤثر اسلوب' ایسا کلام جو معاصر ذہن کو پوری طرح ایڈریس کرنے والا ہو' وغیرہ۔اِس قسم کا طاقتور اُسلوب کبھی اکتسابی نہیں ہوتا' وہ ہمیشہ وہبی طور پر کسی ایسے شخص کو عطا ہوتا ہے جس سے خدا اپنے دین کی تبیین کا کام لینا چاہتا ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء؛ ص۵۰۔۵۱)

١٠ مہدی یا مسیح اپنے مہدی یا مسیح ہونے کا اعلان نہیں کریں گے' یہ بھی اُن کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ایک جگہ مولانا لکھتے ہیں:

'' واضح ہو کہ آنے والے کے بارے میں بہت زیادہ روایات آئی ہیں' لیکن اِن روایتوں میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ آنے والا اعلان کے ساتھ اپنے کام کا آغاز کرے گا' اور نہ ہی یہ کہا گیا ہے کہ اُس کے معاصرین اعلان کے ساتھ اُس کا اعتراف کریں۔ اِس قسم کے اعلان کا ذکر روایتوں میں موجود نہیں۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء؛ ص۱۵)

خان صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

'' اِس سلسلے میں غور وفکر کے بعد چند باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔پہلی بات یہ کہ اس آنے والے شخص کی پہچان یہ نہیں ہو گی کہ وہ اپنے بارے میں اعلان کرے گا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء؛ ص۱۳)

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ جب آنے والا یہ دعویٰ نہیں کرے گا کہ وہ مسیح یا مہدی یا مجدد ہے تو یقینی طور کیسے معلوم ہو گا کہ کون مسیح یا مہدی یا مجدد ہے؟ اِس کے جواب میں خان صاحب فرماتے ہیں کہ لوگوں کو اس کا یقینی علم آخرت میں ہی حاصل ہو گا۔ایک جگہ لکھتے ہیں:

'' یہاں اِس معاملے کی وضاحت ضروری ہے کہ مہدی اور مسیح کے مسئلے کو اصولی طور پر بیان کرنا ایک الگ چیز ہے اور خود اپنے بارے میں مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کرنا بالکل دوسری چیز...کون شخص مہدی تھا یا کس نے مسیح کا رول ادا کیا' اِس کا تحقق صرف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخرت میں خدا کے اعلان کے ذریعے ہوگا۔ اِس لیے دنیا میں اس قسم کا دعویٰ کرنا اپنے آپ میں ایک بے بنیاد دعویٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۴۰۔۴۱)

۱۱ مہدی اور مسیح کی ایک علامت یہ بھی ہوگی کہ معاصر مسلمان اُن کا انکار کریں گے۔ ایک جگہ مولانا وحید الدین خان صاحب لکھتے ہیں:

'' قدیم زمانے کے یہود نبی آخر الزمان ﷺ کے منتظر تھے، مگر اُن کا حال یہ ہوا کہ جب پیغمبر آئے تو وہ اُن کا انکار کرنے والے بن گئے۔ یقینی طور پر یہی واقعہ مسلمانوں کے ساتھ ہونے والا ہے۔ مہدی اور مسیح جب ظاہر ہوں گے تو موجودہ مسلمان یقینی طور پر اُن کا انکار کرنے والے بن جائیں گے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جنوری ۲۰۱۱ء، ص ۴۳)

خان صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

'' اصل یہ ہے کہ مہدی کا زمانہ فتنہ دہیماء کا زمانہ ہوگا۔ اُس زمانے میں افکار کی کثرت کے نتیجے میں حقائق مشتبہ ہو جائیں گے۔ تمام لوگ فکری کنفیوژن میں جینے لگیں گے۔ ایسی حالت میں مہدی کے ظہور کے باوجود لوگوں کے لیے مہدی پر یقین کرنا مشکل ہو جائے گا۔ لوگ دیکھیں گے کہ مہدی جو بات کہہ رہا ہے، وہ پوری طرح مبنی برحق ہے۔ لیکن مہدی عام انسانوں جیسا ایک انسان ہوگا، اِس بنا پر لوگوں کے لیے شبہ کا ایک عنصر باقی رہے گا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جون ۲۰۱۰ء، ص ۱۱)

۱۲ مہدی یا مسیح کی ایک علامت یہ ہوگی کہ اُن کے ساتھ اَخوانِ رسول کی ٹیم ہوگی۔ ایک جگہ خان صاحب لکھتے ہیں:

'' پیغمبر اسلام ﷺ نے مسلمہ طور پر ایک عظیم کارنامہ انجام دیا۔ یہ کارنامہ انجام دینے کے لیے خدا نے آپ کو مضبوط افراد کی ایک ٹیم دی، جس کو اَصحابِ رسول کہا جاتا ہے۔ **اِسی طرح مہدی، یا مسیح جو کارنامہ انجام دیں گے، انھیں بھی خدا کی خصوصی مدد کے ذریعے ایک طاقت ور ٹیم حاصل ہوگی۔ غالباً یہی وہ ٹیم ہے جس کو حدیث میں اَخوانِ رسول کہا گیا ہے۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۴۳)

خان صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ اَخوانِ رسول کی ٹیم سائنسی دور میں مسیح یا مہدی کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ مل کر دعوت کا کام کریں گے:

''غالباً یہ کہنا صحیح ہوگا کہ **اَخوانِ رسول وہ اہلِ ایمان ہیں** جو سائنسی دور میں پیدا ہوں گے' اور سائنسی دریافتوں سے ذہنی غذا لے کر اعلیٰ معرفت کا درجہ حاصل کریں گے' **نیز یہی وہ لوگ ہوں گے جو مہدی' یا مسیح کا ساتھ دے کر آخری زمانے میں اعلیٰ دعوتی کارنامہ انجام دیں گے۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۴۴)

جبکہ خان صاحب کے نزدیک اَخوانِ رسول سے مراد اُن کے قائم کردہ ادارے 'سی پی ایس' کی ٹیم ہے۔ایک جگہ فرماتے ہیں:

''سی پی ایس انٹرنیشنل کے نام سے موجودہ دعوت کام جنوری ۲۰۰۱ کو دہلی میں شروع ہوا۔لیکن اِس تنظیم کے صدر نے اِس دعوتی کام کو اِس سے بہت پہلے ۱۹۵۰ میں اعظم گڑھ (یو۔پی) میں ادارہ اشاعت اسلام کے نام سے شروع کیا تھا۔ اِس کے بعد یہ کام مسلسل بلاانقطاع جاری رہا۔۱۹۷۰ میں اِسی مقصد کے لیے اسلامی مرکز (نئی دہلی) کا قیام عمل میں آیا۔۱۹۷۶ میں اِس نے الرسالہ مشن کی صورت اختیار کی۔سی پی ایس انٹرنیشنل (۲۰۰۱) اِسی کام کی تکمیلی صورت ہے۔لمبی مدت کے بعد اب خدا کے فضل سے ساری دنیا میں یہ آواز پہنچ چکی ہے۔اور اِسی کے ساتھ اِس کی ایک طاقت ور ٹیم بن چکی ہے جس کو ہم سی پی ایس ٹیم کہتے ہیں۔ **ماضی اور حال کے تمام قرائن تقریباً یقینی طور پر بتاتے ہیں کہ سی پی ایس کی ٹیم ہی وہ ٹیم ہے جس کی پیشین گوئی کرتے ہوئے پیغمبر اسلام نے اُس کو اَخوانِ رسول کا لقب دیا تھا۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: ستمبر ۲۰۰۶ء' ص ۴۰)

خان صاحب کے بقول سائنسی دور میں اخوانِ رسول' مہدی یا مسیح کا ساتھ دیتے ہوئے دعوتی کارنامہ انجام دیں گے اور اخوانِ رسول' سی پی ایس' کی ٹیم ہے جو مولانا وحید الدین خان صاحب کے ساتھ مل کر سائنسی دور میں دعوتی کارنامہ سرانجام دے رہی ہے۔

اب مہدی اور مسیح کون ہوا؟ اس کا تعین ہم نہیں کرتے' کیونکہ خان صاحب نے تعین کرنے سے منع فرمادیا ہے اور صرف پہچان پر زور دیتے ہیں۔خان صاحب کی مذکورہ بالا تحریروں کی روشنی میں ایک عام شخص کے لیے مہدی و مسیح کی پہچان اس قدر واضح ہو جاتی ہے کہ اُس کی زبان پر بے اختیار یہ جاری ہو جاتا ہے: ''**مسیح موعود اور مہدی زمان:**

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا وحید الدین خان' مولانا وحید الدین خان؟''۔

مسیح اور مہدی کی پہچان

قارئین کرام! مہدی و مسیح یا مجدد و رجل مؤمن کی مذکورہ بالا صفات کی روشنی میں اب تک آپ یہ جان چکے ہوں گے کہ مسیح موعود اور مہدی زمان کون ہیں؟ مولانا وحید الدین خان صاحب کے نزدیک اگر اب بھی آپ مسیح موعود اور مہدیٔ زمان کو نہیں پہچان سکے تو آپ اندھے پن میں مبتلا ہیں۔ ایک جگہ خان صاحب لکھتے ہیں:

''اس استثنائی صفت کے باوجود جو لوگ اُس [مہدی و مسیح] کو نہ پہچانیں' وہ اِسی قسم کے اندھے پن میں مبتلا ہیں' جس اندھے پن کی بنا پر لوگوں نے پچھلے پیغمبروں کو نہیں پہچانا اور وہ اُن کے منکر بنے رہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۵۱)

خان صاحب کا کہنا یہ بھی ہے کہ آپ سے شریعت کا مطالبہ یہ ہے کہ مسیح موعود اور مہدی زمان کو پہچاننے کی کوشش کریں اور اُن کے مسیحیت یا مہدویت یا مجددیت کے کسی اعلان یا دعوے کا انتظار نہ کریں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''لوگوں سے یہ مطلوب ہوگا کہ وہ اعلان کا انتظار نہ کریں' بلکہ وہ رول کو دیکھ کر خود آنے والے کو پہچانیں اور اُس کا ساتھ دیں۔ جو لوگ اِس بصیرت کا ثبوت نہ دے سکیں' وہ تاریخ کے اِس آخری امتحان میں بلاشبہ ناکام قرار پائیں گے۔''
(ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء' ص ۱۳)

پس قارئین کرام! جبکہ آپ پہچان چکے ہیں کہ مسیح موعود اور مہدی زمان کون ہے؟ اب آپ پر اُس کی نصرت اور اعانت واجب ہے۔ ایک جگہ خان صاحب لکھتے ہیں:

''حدیث میں' آنے والے کی نسبت سے' یہ الفاظ آئے ہیں: وجب علی کل مؤمن نصرہ واجابتہ (أبوداؤد' کتاب المھدی) **یعنی ہر مومن پر یہ واجب ہوگا کہ وہ اُس کی آواز پر لبیک کہے اور اُس کا ساتھ دے۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء' ص ۱۵)

خان صاحب کے بقول' اُنہوں نے اپنے مسیح یا مہدی ہونے کا کہیں بھی دعویٰ نہیں کیا ہے اور ہمارے نزدیک بھی انہوں نے یہ کہیں نہیں کہا کہ ''میں مہدی و مسیح ہوں''۔ انہوں نے تو اُصولی بحث کے نتیجے میں مہدی و مسیح کی علامات بیان کر دی ہے اور حسنِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتفاق سے وہ جمیع علامات اُن کی اپنی ذات میں جمع ہیں یا اُنہوں نے سی پی ایس کی ٹیم کو مہدی ومسیح کی ٹیم قرار دے دیا اور حسن اتفاق اِس ٹیم کے بانی اور سربراہ بھی وہ خود ہی ہیں۔ خان صاحب نے معاصرین پر مہدی ومسیح کی پہچان اور نصرت کو واجب قرار دیا ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''جہاں تک معاصرین کا تعلق ہے' اُن کی ذمے داری یہ نہیں ہوگی کہ وہ شخصی تعیین کے ساتھ اپنے اعتراف کا اعلان کریں...البتہ معاصرین کی یہ لازمی ذمے داری ہوگی کہ وہ آنے والے کو پہچانیں' وہ اُس کے لیے دعائیں کریں' اور عملی اعتبار سے وہ پوری طرح اس کا ساتھ دیں۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء' ص ۱۶)

مولانا وحید الدین خان جیسے صاحب بصیرت وفراست اب تک مسیح موعود ومہدی زمان کو یقیناً پہچان چکے ہوں گے' کیونکہ اگر ایسا نہیں ہے تو خان صاحب کے بقول' وہ اندھے پن میں مبتلا اور تاریخ کے اِس آخری امتحان میں بلاشبہ ناکام قرار پائیں گے۔ خان صاحب کے نزدیک مسیح ومہدی کا دعویٰ اور اعلان غیر ضروری اور لایعنی سہی' لیکن مسیح اور مہدی کی پہچان ضروری اور نصرت واجب ہے۔ پہچان اور نصرت تو متعین فرد ہی کی ہو گی۔ اور اِس پہلو سے خان صاحب نے اُمتِ مسلمہ پر شفقت فرماتے ہوئے اُس کے لیے مہدی ومسیح کی پہچان اور نصرت کا رستہ آسان بنا دیا ہے۔

اَمر واقعہ یہ ہے کہ مولانا وحید الدین خان صاحب نے کتاب وسنت کی نصوص کی مضحکہ خیز تاویلات کے ذریعے مسیح ومہدی کا اپنا ہی ایک تخیل (fantasy) قائم کیا ہے جو اُن کی اپنی ذات کے گرد گھومتا ہے۔ ہم کتاب وسنت ہی کے دلائل کی روشنی میں اِس کا مفصل جائزہ ان شاء اللہ! اگلے باب میں پیش کریں گے اور یہ ثابت کریں گے کہ عربی زبان وادب کے اَسالیب اُن مفاہیم کو قبول نہیں کرتے جو خان صاحب نصوص سے زبردستی کھینچ تان کر نکال رہے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

مسیح موعود اور مہدیٔ زمان

احادیث مبارکہ کی روشنی میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

مسیح موعود اور مہدیٔ زمان

احادیث مبارکہ کی روشنی میں

سابقہ باب میں ہم نے مولانا وحید الدین خان صاحب کے تصورِ مہدی و مسیح پر اُن ہی کی تحریروں کی روشنی میں مفصل بحث کی تھی۔ اُس کا خلاصہ یہ تھا کہ خان صاحب کے نزدیک مہدی، عیسیٰ ابن مریم، رجل مؤمن اور مجدد آخر الزمان ایک ہی شخصیت کے مختلف نام ہیں اور یہ شخصیت قیامت سے پہلے اَخوانِ رسول کی ایک ٹیم (سی پی ایس انٹرنیشنل) کے ساتھ اُمتِ مسلمہ میں ایک مصلح کی حیثیت سے دعوت واَمن کا کام عالمی سطح پر کرے گی۔ دجالی فتنے یعنی الحاد کا دلائل کے ساتھ نظریاتی قتل کرے گی۔ فتنہ دہیما یعنی تحریکی فکر کے سبب سے مسلمانوں میں پیدا ہونے والے نظریاتی کنفیوژن کو دور کرے گی۔ عصری یعنی سائنسی اسلوب میں اسلام کی تعلیمات پیش کرے گی اور اُس میں تجزیاتی صلاحیت کمال درجہ میں ہوگی۔ انقلابی یا سیاسی لیڈر نہیں ہوگی بلکہ عارف باللہ ہوگی۔ وہ اپنے مجدد یا مہدی یا مسیح ہونے کا اعلان نہیں کرے گی، لہٰذا معاصر مسلمان اُس کا انکار کریں گے۔ اِس کے باوجود اُس کو پہچان کر اُس کی نصرت کرنا ہر مسلمان کا بنیادی فریضہ ہوگا۔ اُس کے ساتھیوں کو اُس کے مہدی یا مسیح ہونے کی نسبت سے اچھے خواب آئیں گے۔ لوگوں کو اُس کے مجدد یا مہدی یا مسیح ہونے کا یقینی علم آخرت میں حاصل ہوگا وغیر ذلک۔

مبتدعانہ تصورِ مہدی و مسیح کا علمی محاکمہ

ذیل میں ہم خان صاحب کے اِس تصورِ مہدی و مسیح کا احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں ایک تجزیہ پیش کریں گے اور اُن باطنی تاویلات کا علمی محاکمہ بھی کریں گے جنہیں خان صاحب نے الفاظِ رسول ﷺ کا جامہ پہنانے کی آخری حد تک ممکن کوشش کی ہے۔

خان صاحب نے پہلے مہدی و مسیح کا ایک ایسا تصور قائم کیا جو اُن کی شخصیت ہی کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرد گھومتا تھا تو بعد ازاں اُنہوں نے اِس تصور کو احادیث رسول ﷺ کی باطل تاویلات کے ذریعہ ثابت کرنے کی کوشش کی' اور اِس میں بھی اُن کا اسلوبِ تحقیق یہ ہے کہ مہدی ومسیح کے بارے صرف اُنہی روایات یا اُن کے بعض حصوں کو اپنے استدلال کی بنیاد بنایا جن کی تاویلات کی وہ جرأت کر سکے' اور جن روایات یا اُن کے بعض حصوں کی تاویلات اُن کے لیے ممکن نہ ہوسکیں تو اُنہیں خان صاحب نے یکسر نظر انداز کر دیا۔ پس خان صاحب کا تصورِ مہدی ومسیح اِس بارے اللہ کے رسول ﷺ سے مروی روایات کے ایک محدود انتخاب (selected portion) سے ماخوذ ہے کہ جس میں احادیث کی ایک معتد بہ تعداد اور الفاظ کو یکسر نظر انداز کیا گیا ہے۔

علمی انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب خان نے اپنے تصورِ مہدی ومسیح کی نسبت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف کرنی تھی تو پھر اللہ کے رسول ﷺ سے مہدی ومسیح کے بارے مروی جمیع روایات کو سامنے رکھتے ہوئے اُن کی کوئی ایسی تشریح یا تعبیر پیش کرتے کہ جنہیں روایات کے الفاظ قبول بھی کرتے ہوں۔ پس خان صاحب کے تصورِ مہدی ومسیح میں دو بنیادی خامیاں ہیں: پہلی یہ کہ اِس تصور کی بنیاد مہدی ومسیح کے بارے میں مروی روایات کا ایک جز ہے نہ کہ کل روایات۔ اور دوسری یہ کہ اِس جزو کی بھی ایسی تاویلات کی گئی ہیں کہ روایات کے الفاظ اِن تاویلات کو قبول کرنے سے معذور ہیں۔

1. خان صاحب کا دعویٰ ہے کہ مہدی اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ خان صاحب کا یہ دعویٰ فرامینِ رسول ﷺ کے خلاف ہے۔ آپ کا فرمان ہے:

((فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ﷺ فَيَقُوْلُ اَمِيْرُهُمْ الْمَهْدِيّ تَعَالَ صَلِّ لَنَا' فَيَقُوْلُ: لَا' اِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اُمَرَاءُ' تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْاُمَّةَ)) صحیح مسلم' کتاب الإیمان)

''پس عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو مسلمانوں کے امیر مہدی فرمائیں گے: آیئے! ہمیں نماز پڑھائیں' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: نہیں! تم میں سے بعض' بعض کے امیر ہیں' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسا اِس اُمت کی عزت افزائی کے لیے فرمائیں گے۔''

امام ابن قیم اور علامہ البانی رحمہما اللہ نے اِس روایت کی سند کو 'جید' قرار دیا ہے۔ (المنار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المنیف: ص ١٤٨؛ سلسلة الأحاديث الصحيحة: ٥/ ٢٧٦)

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((مِنَّا الَّذِیْ یُصَلِّی عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ خَلْفَهٗ)) (العمال: ١٤/ ٢٦٦)

''وہ ہم میں سے ہوگا جس کے پیچھے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نماز ادا کریں گے۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اِس روایت کو 'صحیح' کہا ہے۔ (سلسلة الأحاديث الصحيحة: ٥/ ٣٧١) پس فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مہدی امام اور عیسیٰ علیہ السلام مقتدی ہوں گے اور ایسا اُمتِ مسلمہ کو شرف بخشنے کے لیے ہوگا تو دونوں ایک ہی شخصیت کیسے ہو گئے؟ فیا للعجب!

اِسی طرح بیسیوں روایات میں مسیح کا نام عیسیٰ بن مریم علیہ السلام منقول ہے جبکہ مہدی کا نام محمد بن عبداللہ نقل ہوا ہے۔ پس دونوں ایک ہی شخصیت کیسے ہو سکتے ہیں؟ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((یُوَاطِئُ اسْمُهٗ اسْمِی وَاسْمُ اَبِیْهِ اسْمُ اَبِیْ)) (سنن أبی داوٗد، کتاب المهدی)

''مہدی کا نام میرے نام پر ہوگا اور اُس کے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہو گا [یعنی محمد بن عبداللہ]۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اِس روایت کو 'حسن صحیح' کہا ہے۔ (سنن أبی داوٗد: ٤/ ١٠٦) جبکہ مسیح کا نام جیسا کہ ہم مذکورہ بالا روایات میں مطالعہ کر چکے ہیں' عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہی نقل ہوا ہے۔

خان صاحب نے ((یُوَاطِئُ اسْمُهٗ اسْمِی)) کی یہ تاویل کی ہے کہ اسم سے مراد 'صفت' ہے اور یہ مشابہت نام کی بجائے 'صفت' میں ہوگی۔ (ماہنامہ الرسالہ: مئی ٢٠١٠' ص ٣٨) حالانکہ روایت کے بعد کے الفاظ ((وَاسْمُ اَبِیْهِ اسْمُ اَبِیْ)) کی اِس تاویل کا رد کر رہے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور مہدی کے والد کا نام بھی ایک ہی ہوگا بلکہ آپ نے تو یہاں تک فرما دیا: ((المهدی من عترتی من ولد فاطمة)) مہدی میری اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل میں سے ہوں گے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اِس روایت کو 'صحیح' کہا ہے۔ (سنن أبی داوٗد: ٤/ ١٠٧) اب مہدی کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہونے کی تاویل ہوگی؟ اَمر واقعہ یہ ہے کہ مہدی کے نسب اور نام کے حوالہ سے مروی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِس قدر صریح روایات کے باوجود خان صاحب کا تاویلات کرنا باطنیہ کو پیچھے چھوڑنے کے مترادف ہے۔

۲ خان صاحب کا کہنا ہے کہ مہدی یا مسیح عام انسانوں جیسا ایک مصلح ہوگا۔ اُن کا یہ دعویٰ بھی فرامین رسول ﷺ کے صریحاً خلاف ہے۔ جہاں تک مسیح کا معاملہ ہے تو اِس بارے میں قطعی الدلالۃ نصوص موجود ہیں کہ نازل ہونے والے مسیح علیہ السلام' اللہ کے نبی ہوں گے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((اَلْاَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ، وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ رَجُلًا مَرْبُوْعًا إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَصَّرَانِ، كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ))(مسند أحمد: ١٥٤/١٥)

''انبیاء آپس میں علاتی (باپ شریک) بھائی ہیں' اُن کی مائیں (شریعتیں) جدا ہیں جبکہ دین ایک ہے۔ اور میں (ﷺ!) لوگوں میں سے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب ہوں کیونکہ میرے اور اُن کے مابین کوئی نبی نہیں ہوگزرا ہے' اور بے شک وہ نازل ہونے والے ہیں۔ پس جب تم اُن کو دیکھو تو اُن کو پہچاننے کی کوشش کرو کہ وہ ایک ایسے شخص ہیں جو سرخ وسفید رنگ میں درمیانے قد کے ہوں گے اور اُن پر دو ہلکے زرد رنگ کے کپڑے ہوں گے۔ گویا اُن کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں اگرچہ اُنہیں پانی نہ پہنچا ہو۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اِس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے۔ (سلسلة الأحاديث الصحيحة: ٢١٤/٥)

۳ خان صاحب کا دعویٰ ہے کہ روایات میں 'نزول' سے مراد آسمان سے نازل ہونا نہیں ہے بلکہ یہ مجرد 'آنے' کے معنی میں ہے۔ خان صاحب کہتے ہیں:

''اِس طرح یہ ظاہر ہے کہ روایات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح کوئی ایسی شخصیت ہیں جو آسمان سے نازل ہوں گے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۴۷)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''اِس سلسلے میں جو بات ہے' وہ صرف یہ ہے کہ روایتوں میں نزول اور بعث کا لفظ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال ہوا ہے۔ مگر صرف اِس لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح آسمان سے اتر کر نیچے زمین میں آئیں گے۔ عربی زبان میں نزول کا لفظ سادہ طور پر آنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے' نہ کہ آسمان سے اترنے کے معنی میں۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۴۶)

نزولِ مسیح سے متعلق مذکورہ بالا روایت کا ایک جزء بیان کرتے ہوئے خان صاحب لکھتے ہیں:

''ایک روایت کے مطابق' رسول اللہ ﷺ نے حضرت مسیح کے ظہور کے متعلق فرمایا: وإنه نازل' فإذا رأيتموه فاعرفوه سنن أبی داؤد' كتاب الملاحم' باب ذكر الدجال) یعنی وہ آئیں گے۔ پس جب تم ان کو دیکھو تو تم اُن کو پہچان لینا۔ اِس حدیث رسول سے معلوم ہوتا ہے کہ پہچاننا ''نزول'' کی بنیاد پر نہ ہوگا' بلکہ خود اُن کی شخصیت کو دیکھ کر ہوگا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۵۱)

خان صاحب نے مکمل حدیث کے درمیان سے صرف ایک جملہ نقل کیا ہے جبکہ روایت کا سیاق وسباق (contex) کہ جو اُن کی سطحی تاویل کی نفی کر رہا ہے' اُسے اُنہوں نے بیان ہی نہیں کیا۔ اِس روایت میں نزول سے پہلے کے الفاظ یہ ہیں:

''انبیاء آپس میں علاتی [باپ شریک] بھائی ہیں' ان کی مائیں [شریعتیں] جدا ہیں جبکہ دین ایک ہے۔ اور میں (ﷺ!) لوگوں میں سے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب ہوں **کیونکہ میرے اور اُن کے مابین کوئی نبی نہیں ہوگزرا ہے'** اور بے شک وہ نازل ہونے والے ہیں۔ پس جب تم اُن کو دیکھو تو اُن کو پہچاننے کی کوشش کرو۔''

'نزول' کا معنی آنا بھی لے لیں تو بھی اِس روایت میں اللہ کے رسول ﷺ اُس مسیح کی بات کر رہے ہیں کہ جس کے اور آپ ﷺ کے مابین کوئی نبی نہیں گزرا ہے اور وہ قطعی طور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہی ہیں۔

مہدی کے بارے میں مستند روایات کے مطابق ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہلِ بیت میں سے ہوں گے' ایک رات میں اللہ تعالیٰ اُن کی اصلاح فرمائے گا' ملک عرب پر بادشاہت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں گے' زمین کو عدل وقسط سے بھر دیں گے' عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اُن کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے وغیر ذلک۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((اَلْمَهْدِيُّ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ يُصْلِحُهُ اللّٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ)) سنن ابن ماجة' كتاب الفتن)

''مہدی ہم اہلِ بیت کے خاندان سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ ایک رات میں اُس کی اصلاح فرمائیں گے۔''

اِس روایت کو شیخ احمد شاکر اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے 'صحیح' کہا ہے۔ (سلسلة الأحاديث الصحيحة: ٥/ ٤٨٦)

4 خان صاحب کا کہنا یہ بھی ہے کہ مہدی یا مسیح انقلابی یا سیاسی لیڈر نہیں ہوگا بلکہ عارف باللہ ہوگا۔ خان صاحب کا یہ نقطہ نظر بھی مستند روایات کے خلاف ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((لَا تَذْهَبُ أَوْ لَا تَنْقَضِي الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِيْ)) سنن أبي داوٗد' كتاب المهدى)

''دُنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ ملک عرب کا حکمران ایک ایسا شخص بنے کہ جو میرے اہلِ بیت میں سے ہو اور اُس کا نام میرے نام پر ہو۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اِس روایت کو 'حسن صحیح' قرار دیا ہے۔ (صحيح أبي داوٗد: ٤/ ١٠٦)

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِيْنَ))

(سنن أبي داوٗد' كتاب المهدى)

''مہدی زمین کو عدل وقسط سے بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم وجَور سے بھر دی گئی تھی اور سات سال بادشاہ رہے گا۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اِس روایت کو 'حسن' کہا ہے۔ (صحيح أبي داوٗد: ٤/ ١٠٧)

روایت میں ((يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِيْنَ)) کے الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عدل وقسط سے مراد نظریاتی عدل نہیں ہے' جیسا کہ خان صاحب کی تاویل ہے' بلکہ اِس سے مراد قضائی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدل (judicial justice) ہے جو حکومت اور اقتدار کا متقاضی ہے۔ پس مہدی ایک انقلابی حکمران اور سیاسی لیڈر ہوگا۔ اِسی طرح مسیح علیہ السلام کے بارے بھی مستند روایات میں منقول ہے کہ وہ ایک عادل حکمران ہوں گے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((لَيُوْشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ حَتّٰى تَكُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا)) ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ: وَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾)) صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب نزول عيسى بن مريم)

''عنقریب تمہارے مابین عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ایک عادل حکمران کی صورت میں نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ کا خاتمہ کر دیں گے۔ مال کو اِس قدر تقسیم کریں گے کہ اُسے کوئی قبول کرنے والا باقی نہ رہے گا۔ اور ایک سجدہ اُس وقت دنیا و مافیہا سے بہتر سمجھا جائے گا''۔ یہ روایت نقل کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب تم چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو: ''اور اہلِ کتاب میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اُن کی موت سے پہلے اُن پر ایمان نہ لائے اور وہ قیامت والے دن اُن پر گواہ ہوں گے۔''

۵ خان صاحب کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ مہدی اور مسیح کا معاصر مسلمان انکار کریں گے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''مہدی اور مسیح جب ظاہر ہوں گے تو موجودہ مسلمان یقینی طور پر اُن کا انکار کرنے والے بن جائیں گے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جنوری ۲۰۱۱ء، ص ۴۳)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''حدیث کے مطابق، دجال کے ساتھ حامیوں کی بھیڑ ہوگی، لیکن مہدی، یا رجل مؤمن کے ساتھ اس کے حامیوں کی بھیڑ نہ ہوگی۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۳۹)

ایک ایسے عادل بادشاہ یا حکمران کا انکار کیسے ممکن ہے کہ جو زمین کو عدل وقسط سے بھر دے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے ہاتھوں مال ودولت کی منصفانہ تقسیم سے کوئی حاجت مند باقی نہ رہے' اور اِس قدر دینداری غالب آ جائے کہ ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر سمجھا جائے' جیسا کہ مذکورہ بالا روایات سے واضح ہوتا ہے۔ اِسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق مسلمان تو کجا اہلِ کتاب میں سے بھی کوئی ایسا باقی نہ رہے گا جو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر اُن کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے۔ جہاں تک مہدی کا معاملہ ہے تو روایات کے مطابق وہ سات سال تک عرب دنیا پر حکمرانی کریں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ اب اِس کے بعد نہ ماننے والی کون سی بات باقی رہ جاتی ہے؟

خان صاحب کا پرابلم یہ ہے کہ وہ مہدی ومسیح کا معاملہ اپنی ذات کے تناظر میں حل کرنا چاہتے ہیں لہٰذا وہ ہر حدیث کی ایسی تاویل کرتے ہیں کہ وہ خان صاحب کے احوال کے مطابق ہو جائے۔ پس اگر مہدی ومسیح سے مراد خان صاحب لیے جائیں تو اِس معنی میں یہ بات بالکل درست ہے کہ اُمتِ مسلمہ اِس مہدی ومسیح کا انکار کرے گی اور اُس کے ساتھ مسلمانوں کی بھیڑ نہیں ہوگی۔

6 خان صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ مہدی ومسیح کے مہدی یا مسیح ہونے کا یقینی علم آخرت میں ہی حاصل ہوگا اور دنیا میں لوگوں کے لیے قطعی طور یہ معلوم کرنا ممکن نہیں ہے کہ مہدی ومسیح کون ہے؟ خان صاحب کا یہ دعویٰ بھی روایاتِ صحیحہ کے صریح خلاف ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ)) صحيح مسلم' كتاب الفتن وأشراط الساعة' باب ذكر الدجال وصفته وما معه)

''جب اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو مبعوث فرمائیں گے تو وہ دمشق کے مشرقی جانب سفید منارہ پر دو فرشتوں کے پَروں پر اپنی ہتھیلیاں رکھے ہوئے نازل ہوں گے اور وَرس وزعفران سے رنگے ہوئے دو کپڑوں میں ملبوس ہوں گے۔ وہ جب اپنے سر کو نیچے کریں گے تو قطرے ٹپکیں گے اور جب اوپر کریں گے تو لؤلؤ ومرجان کی مانند موتی اُن کے سَر سے گریں گے۔''

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا فرشتوں کے پَروں پر ہاتھ رکھے دمشق کے مشرق میں سفید منارہ پر اترنا' اِس حال میں کہ اُن کے نزول کی شان اور اُن کے کپڑوں کا رنگ تک بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دیا ہو' تو اِس کے بعد بھی کیا اُن کے مسیح ابن مریم علیہ السلام ہونے میں کوئی شک باقی رہ جائے گا؟

خان صاحب نے اِس روایت کے الفاظ ((المنارة البيضاء)) کی تاویل یہ کی ہے کہ اس سے مراد (age of aviation) ہے اور سفید منارہ سے مراد ایئرپورٹ کا سفید ٹاور ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

> ''اسی طرح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت مسیح جب آئیں گے' تو وہ ایک سفید مینار (المنارة البيضاء) کے پاس اتریں گے (صحيح مسلم' كتاب الفتن)۔ اس حدیث رسول میں تمثیل کی زبان میں غالباً اُس دَور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کو عہدِ پرواز (age of aviation) کا جاتا ہے۔ ہوائی جہاز جب کسی ائرپورٹ پر اترتا ہے تو وہاں پہلا نمایاں نشان اُس کا کنٹرول ٹاور ہوتا ہے' جس کو ائرپورٹ کا مینار کہہ سکتے ہیں۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۵۲)

قابل توجہ امر یہ ہے کہ حدیث میں صرف سفید منارہ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ ((المنارة البيضاء شرقي دمشق)) (دمشق کے مشرق میں سفید منارہ) کے الفاظ ہیں اور دمشق یا دمشق کے مشرقی حصہ میں موجود سفید منارے کا (age of aviation) سے کیا تعلق بنتا ہے؟ معاصر (age of aviation) میں دمشق یا اس کے مشرقی حصہ کا کیا کردار رہا ہے؟ علاوہ ازیں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے سر سے موتیوں کی مانند پانی کے قطرے گرنے اور اُن کے لؤلؤ ومرجان بن جانے کا (age of aviation) سے کیا تعلق ہے؟ درحقیقت خان صاحب نے اپنی اِس سطحی تاویل کے ذریعے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے معجزانہ نزول' جو اُن کی پہچان کی مبرہن دلیل تھی' کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((فَيَمْكُثُ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ يُتَوَفّٰى وَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ)) أحمد: (١٥٤/١٥)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پس حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام چالیس سال زندہ رہیں گے اور پھر فوت کر دیے جائیں گے اور مسلمان اُن کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔''

حاکم، ابن کثیر اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہم نے اِس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے۔ (ایضاً)

سوال یہ ہے کہ اگر مہدی و مسیح کی یقینی پہچان دنیا میں ممکن نہیں ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے اَحوالِ نزول کی صفات کو اِس قدر تفصیل سے کیوں بیان فرمایا ہے؟ اور مذکورہ بالا روایت میں تو یہ تک پیشین گوئی کی گئی ہے کہ اُمتِ مسلمہ اُن کی نمازہ جنازہ بھی ادا کرے گی۔ اور اِس کے بعد نہ پہچاننے والی کون سی بات باقی رہ جاتی ہے!

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

دجال کی آمد اور اُس کا قتل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

دجال کی آمد اور اُس کا قتل

دجال کی آمد کا معنی ومفہوم

مہدی ومسیح کی طرح دجال کے بارے بھی خان صاحب کا نقطہ نظر بہت ہی عجیب ہے۔ اُن کے نزدیک دجال سے مراد ایک ایسا دھوکے باز ہے جو ذہنی وفکری گمراہی پیدا کرے گا نہ کہ انوکھی صفات کا حامل شخص جو فتنہ وفساد برپا کرے گا۔ یہ واضح رہے کہ خان صاحب نے دجال کی شخصیت کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ اُس کا ایسا معنی ومفہوم مراد لیا ہے کہ جس کے مطابق دجال کا مصداق وہ لوگ ٹھہرے جو خان صاحب کے نظریاتی مخالفین ہیں۔ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب خان صاحب خود مسیح موعود اور مہدی زمان ٹھہرے تو اِس کا منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اُن کے نظریاتی مخالفین دجال قرار پائیں۔ اور خان صاحب کے نظریاتی مخالفین اُن کے بقول دو قسم کے ہیں ایک سیکولر طبقہ اور دوسرا مذہبی۔ سیکولر طبقے سے مراد مخالفینِ مذہب (Atheists) اور منکرینِ آخرت ہیں جبکہ مذہبی طبقہ سے مراد اسلام کے غلبے اور نفاذ شریعت کی بات کرنے والے لوگ ہیں۔ خان صاحب کے بقول اُنہوں نے دونوں قسم کے دجالوں کے نظریاتی فریب کا رد کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

> ''دجال کا اصل کام یہی ہو گا کہ وہ اپنے زمانے کے مواقع (oppurtunities) کا منفی استعمال کر کے لوگوں کو مغالطے میں ڈالے اور اِس طرح لوگوں کی سوچ کو خدا کی طرف سے ہٹا کر غیر خدا کی طرف پھیر دے۔ **دجالی کا یہ کام سیکولر میدان میں بھی ہو گا اور مذہبی میدان میں بھی۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۲۶)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> ''موجودہ زمانے میں دجال نے جدید ذرائع ابلاغ کو استعمال کر کے ساری دنیا کو منفی پروپیگنڈوں سے بھر دیا ہے۔ ساری دنیا منفی سوچ کے اندھیرے میں جی رہی ہے۔ یہی وہ صورت حال ہے جس کو حدیث میں بطور پیشین گوئی فتنة الدهيماء

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(أبو داؤد، کتاب الفتن) کہا گیا تھا، یعنی سخت قسم کا تاریک فتنہ، اس تاریک فتنے سے مراد ایک عظیم فکری اندھیرا (intellectual darkness) ہے۔ یہ فتنہ جدید ذرائع ابلاغ کے منفی استعمال کے نتیجے میں ظاہر ہوگا۔ جدید ذرائع ابلاغ کا مثبت استعمال دعوت حق کی عالمی اشاعت ہے۔ یہ اشاعت ملٹی میڈیا کے ذریعے انجام پائے گی۔ ملٹی ذریعے کے ذریعے دعوت کی موثر اشاعت کرنے والے ہی کو غالباً حدیث میں مہدی، یا رجل مومن کہا گیا ہے۔ **جدید وسائل کا منفی استعمال کرنے والے کا علامتی نام دجال ہے، اور جدید وسائل کا مثبت استعمال کرنے والے کا علامتی نام مہدی۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۱۲)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''غیر مسلم قوموں نے جدید طاقتوں سے مسلح ہو کر مسلمانوں کو ہر شعبے میں مغلوب کر لیا۔ تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی، ہر میدان میں مسلمان غیر مسلموں سے پچھڑ گئے۔ مسلمانوں کا یہ پچھڑا پن اُن کی اپنی کوتاہی کے نتیجے میں تھا، **لیکن دجال نے جدید میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کو بتایا کہ یہ دوسری قوموں کی سازش اور ظلم کے نتیجے میں ہوا ہے۔** اِس دجالی وسوسے کے نتیجے میں مسلمان ساری دنیا میں غیر مسلم قوموں کے خلاف نفرت اور تشدد میں مبتلا ہو گئے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۲۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''مگر عین اُسی وقت دجال متحرک ہوا، اور اُس نے انسان کو نئے نئے فلسفوں میں الجھا کر انٹرٹین مینٹ (ntertainment) کے شیطانی کلچر میں مبتلا کر دیا۔''

(ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۲۵)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''دجال کے لفظی معنی بہت دھوکا دینے والا ہے۔ دجال اپنا یہ کام تلوار کے ذریعے نہیں کرے گا۔ دھوکا دینا، دلیل کے ذریعے ہوتا ہے، نہ کہ تلوار کے ذریعے۔ **چنانچہ دجال علم اور دلائل کے زور پر لوگوں کو بہکائے گا۔ وہ لوگوں کو ذہنی گمراہی میں مبتلا کرے گا۔** دجال کے مقابلے میں جو شخص اُس کی کاٹ کے لیے اٹھے گا، اُس کے لیے صحیح مسلم میں 'حجیج' کا لفظ آیا ہے۔ لسان العرب میں 'حجیج' کا مفہوم اِن الفاظ میں بتایا گیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے: محاجة ومغالبة بإظهار الحجة علیہ (۲/۲۲) یعنی دلائل کے ذریعے غالب آنے والا ...**حدیث میں آتا ہے کہ دجال کی پیشانی پر ک،ف،ر (کفر) لکھا ہوا ہوگا** (صحیح مسلم، کتاب الفتن)۔ **اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دجال جس دور میں پیدا ہوگا، وہ خدا سے کفر (انکار) کا دور گا، یعنی الحاد کا دور۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۱۸)

خان صاحب کہتے ہیں کہ دجال دو قسم کے ہیں: ایک خارجی اور ایک داخلی۔ خارجی دجال سے اُن کی مراد مغرب کی الحادی فکر اور اُس کے حاملین ہیں جبکہ داخلی دجال سے مراد وہ مسلم مفکرین ہیں جو غلبہ اسلام یا نفاذِ شریعت کی تعبیر پیش کرتے ہیں۔ خان صاحب کے بقول داخلی دجال، خارجی دجال سے زیادہ خطرناک ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''صحیح مسلم میں ایک روایت ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: غیر الدجال أخوفنی علیکم (کتاب الفتن) یعنی مجھ کو تمھارے اوپر دجال سے بھی زیادہ غیر دجال کا اندیشہ ہے۔ **اِس کا مطلب غالباً یہ ہے کہ خارجی دجال سے زیادہ خطرناک تمھارے لیے داخلی دجال ہوگا۔ خارجی دجال کو پہچاننا تمھارے لیے آسان ہوگا، لیکن داخلی دجال کو تم اپنا ہی آدمی سمجھ لوگے اور اِس بنا پر اُس کو موقع ملے گا کہ وہ تم کو زیادہ سے زیادہ گم راہ کر سکے۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۲۹)

ایک اور جگہ کہتے ہیں:

''دجال یا دجالیت کیا ہے۔ اِس سے مراد دراصل غلط تعبیر (misinterpretation) کی فکری گم راہی ہے جو دور دجال میں زیادہ بڑے پیمانے پر ظاہر ہوگی۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۱۱)

خان صاحب کے بقول، لوگ دجال کی آمد کے منتظر ہیں حالانکہ وہ آ چکا ہے اور اب اُس کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ اُس کے انتظار کی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

'' دجال کے بارے میں حدیث کی کتابوں میں بہت سی روایتیں آئی ہیں۔ **اِن روایتوں میں دجال کی انوکھی صفات بتائی گئی ہیں۔ لوگ اِن صفات کو لفظی معنی میں لے لیتے ہیں۔** اس لیے ابھی تک وہ دجال کی شخصی آمد کے منتظر ہیں، حالاں کہ اِس معاملے میں **اب انتظار کا وقت نہیں، بلکہ دجال کے مقابلے میں اپنا کردار ادا کرنے**

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا وقت ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء ص ۲۵)

خان صاحب کے بقول مہدی و مسیح جب دجال کا نظریاتی طور رد کریں گے تو دجال اور اُس کے ساتھی مسیح و مہدی کی کردار کُشی کریں گے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

''حدیث کے مطابق' جب مہدی ظاہر ہوگا تو وقت کے بااثر افراد اُس کا ساتھ نہیں دیں گے۔ اِس بنا پر دجال اور اُس کے ساتھی' مہدی کی مخالفت میں انتہائی حد تک جری ہو جائیں گے۔ وہ اُس کی کردار کُشی (character assassination) کریں گے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء ص ۳۹)

اگر مہدی و مسیح سے مراد جناب خان صاحب ہوں تو غالباً یہ اُس کردار کُشی کی طرف اشارہ ہے جس کا سامنا خان صاحب کو جماعت اسلامی کے لوگوں کی طرف سے کرنا پڑا۔

خان صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ تعبیر کی غلطی میں جس فکر کو زیر بحث لایا گیا ہے وہ علمی میدان میں سراسر شکست کھا چکا ہے' مگر اِس کے افراد کی عصبیت اُن کو اعتراف پر آمادہ نہیں ہونے دیتی۔ **اپنی شکست خوردہ ذہنیت کا مظاہرہ اب وہ اِس طرح کر رہے ہیں کہ وہ نہایت منظم طور پر راقم الحروف کو بدنام کرنے کی مہم چلا رہے ہیں' تنقید کے میدان میں اپنے کو عاجز پا کر وہ 'تنقیص' کے میدان میں اتر آئے ہیں۔** کاش انھیں معلوم ہوتا کہ اس طرح وہ اپنے کیس کو مزید کمزور کر رہے ہیں۔ وہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ نہ صرف علمی دیوالیہ پن کا شکار ہیں بلکہ وہ اخلاقی دیوالیہ پن میں بھی مبتلا ہو چکے ہیں۔'' (تعبیر کی غلطی: ص ۱۱)

دجال کی آمد اور احادیث مبارکہ

احادیث رسول ﷺ اِس بارے میں صریح ہیں کہ دجال کا کام ذہنی و فکری کنفیوژن پیدا کرنا نہیں بلکہ اپنی انوکھی صفات کے ساتھ ربوبیت کا دعویٰ کرنا اور قتل و غارت گری برپا کرتے ہوئے اہلِ ایمان کو آزمائش میں مبتلا کرنا ہے۔ ایک روایت میں دجال کے الفاظ یوں نقل ہوئے ہیں:

((وَإِنِّيْ أُوْشِكُ أَنْ يُؤْذَنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ فَأَخْرُجَ فَأَسِيْرَ فِي الْأَرْضِ فَلَا أَدَعَ قَرْيَةً إِلاَّ هَبَطْتُهَا فِيْ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ فَهُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُلَّمَا اَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَ وَاحِدَةً أَوْ وَاحِدًا مِنهُمَا اسْتَقْبَلَنِیْ مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا يَصُدُّنِیْ عَنْهَا وَإِنَّ عَلی كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَائِكَةً يَحْرُسُوْنَهَا)) (صحیح مسلم' کتاب الفتن وأشراط الساعة ' باب قصة الجساسة)

''قریب ہے کہ مجھے خروج کی اجازت مل جائے پس میں نکلوں گا اور زمین میں چلوں پھروں گا۔ پس چالیس راتوں میں'مَیں کسی بھی بستی سے نہیں گزروں گا لیکن اُس کو نیست ونابود کر دوں گا سوائے مکہ اور مدینہ کے۔ پس اِن دونوں بستیوں میں داخلہ مجھ پر حرام ہے۔پس جب بھی میں مکہ اور مدینہ میں سے کسی بستی میں داخل ہونا چاہوں گا تو ایک فرشتہ میرے سامنے تلوار سونتے کھڑا ہو گا جو مجھے اس میں داخل ہونے سے روکے گا اور اِن دونوں بستیوں میں داخلے کے ہر رستے پر کچھ فرشتے پہریدار مقرر ہوں گے۔''

اگرفتنہ دجال سے مراد نظریاتی فتنہ ہے تو مکہ اور مدینہ میں اِس نظریہ کے داخل ہونے میں کیا ممانعت ہے؟ اور پھر اِس نظریے کو مکہ و مدینہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے بھی کیا تلوار سونتے فرشتے مقرر کرنے کی کوئی ضرورت ہے؟ جبکہ اَمر واقعہ یہ ہے کہ جسے خان صاحب دجال قرار دیتے ہیں یعنی مغرب کا الحادی فکر اور مشرق میں مسلم مفکرین کی دین کی سیاسی تعبیر' یہ سب کچھ جدید وسائل اور میڈیا مثلاً انٹرنیٹ وغیرہ کے رستے سے آج مکہ و مدینہ میں داخل ہو چکے ہیں۔اب یہ بعد کا مسئلہ ہے کہ اہل حرمین کے نزدیک اِن افکار کی قبولیت (acceptance) کا گراف کیا ہے؟

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ جب دجال کا خروج ہو گا اور ایک بندۂ مؤمن اُس سے ملاقات کا قصد کرے گا تو اس کے چیلے اس کو روکیں گے اور سوال کریں گے:

((فَيَقُوْلُوْنَ لَهٗ أَيْنَ تَعْمِدُ؟ فَيَقُوْلُ أَعْمِدُ إِلٰی هٰذَا الَّذِیْ خَرَجَ' قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَهٗ أَوْ مَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا؟ فَيَقُوْلُ مَا بِرَبِّنَا خَفَاءٌ' فَيَقُوْلُوْنَ اقْتُلُوْهُ' فَيَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكُمْ رَبُّكُمْ أَنْ تَقْتُلُوْا أَحَدًا دُوْنَهٗ' قَالَ فَيَنْطَلِقُوْنَ بِهٖ إِلَی الدَّجَّالِ))

(صحیح مسلم' کتاب الفتن وأشراط الساعة' باب فی صفة الدجال وتحریم المدینة علیه)

''پس دجال کے چیلے اِس بندۂ مؤمن سے کہیں گے کہ کہاں کا قصد ہے؟ وہ کہے گا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ جو نکلا ہے' اُس کا ارادہ کیا ہے۔ پس وہ کہیں گے کیا تو ہمارے رب (دجال) پر ایمان رکھتا ہے؟ تو بندۂ مومن جواب دے گا: میرا رب مجھ پر مخفی نہیں ہے۔ تو وہ کہیں گے کہ اِسے قتل کر دو۔ تو اُن میں سے ایک دوسرے سے کہے گا: کیا تمہارے رب (دجال) نے تمہیں منع نہیں کیا ہے کہ تم اُس کی اجازت کے بغیر کسی کو قتل کرو۔ پس وہ اِس شخص کو لے کر دجال کی طرف جائیں گے۔''

اِس روایت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ دجال ربوبیت کا دعویدار شخص ہو گا۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((إِنَّ مَسِيْحَ الدَّجَّالِ رَجُلٌ' قَصِيْرٌ' أَفْحَجُ' جَعْدٌ' أَعْوَرُ' مَطْمُوْسُ الْعَيْنِ' لَيْسَ بِنَاتِئَةٍ وَلَا حَجْرَاءَ' فَإِنْ أُلْبِسَ عَلَيْكُمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ))

أبی داؤد' كتاب الملاحم' باب خروج الدجال)

''بلاشبہ مسیح دجال ایک چھوٹے قد کا شخص ہو گا۔ چوڑی ٹانگوں والا' گھونگھریالے بالوں والا، مٹی ہوئی آنکھ کے ساتھ کانا ہو گا جبکہ اُس کی وہ آنکھ نہ تو اُبھری ہوئی ہو گی اور نہ ہی گہری ہو گی۔ پس اگر تمہیں اُس کے بارے میں شبہ ہو جائے تو جان لو کہ تمہارا رب ایک آنکھ والا نہیں ہے۔''

اگر تو دجال کے پاس انوکھی صفات نہیں ہوں گی اور وہ اُن کی بنا پر رب ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کرے گا تو اللہ کے رسول ﷺ نے یہ کیوں کہا کہ اگر تمہیں اُس کے رب ہونے کے بارے شبہ ہو جائے تو جان لو کہ تمہارا رب ایک آنکھ والا نہیں ہے؟

جہاں تک اس بات کا معاملہ ہے کہ دجال سے مقابلہ کرنے والے کے لیے ((حجيج)) کا لفظ استعمال ہوا ہے تو اِس بارے میں روایات واضح ہیں کہ جب دجال ربوبیت کا دعویٰ کرے گا تو اُس کی ربوبیت کو چیلنج کرتے ہوئے بندہ مؤمن اُس سے مکالمہ کرے گا۔ تو بندۂ مؤمن اور دجال کے مابین یہ جو مکالمہ ہے' اِس مکالمہ کے سبب سے ((حجيج)) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((عن أبی سعيد الخدری' قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يخرج الدجال فيتوجه قبله رجل من المؤمنين' فتلقاه المسالح' مسالح الدجال' فيقولون له: أين تعمد؟ فيقول: أعمد إلى هذا الذی خرج' قال: فيقولون له:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أو ما تؤمن بربنا؟ فيقول: ما بربنا خفاء' فيقولون: اقتلوه' فيقول بعضهم لبعض: أليس هذا قد نهاكم ربكم أن تقتلوا أحدا دونه' قال: فينطلقون به إلى الدجال' فإذا رآه المؤمن' قال: يا أيها الناس هذا الدجال الذى ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم ' قال: فيأمر الدجال به فيشبح' فيقول: خذوه وشجوه' فيوسع ظهره وبطنه ضربا' قال: فيقول: أو ما تؤمن بى؟ قال: فيقول: أنت المسيح الكذاب' قال: فيؤمر به بالمئشار من مفرقة حتى يفرق بين رجليه' قال: ثم يمشى الدجال بين القطعتين' ثم يقول له: قم' فيستوى قائما' قال: ثم يقول له: أتؤمن بى؟ فيقول: ما ازددت فيك إلا بصيرة' قال: ثم يقول: يا أيها الناس إنه لايفعل بعدى بأحد من الناس' قال: فيأخذه الدجال ليذبحه' فيجعل ما بين رقبته إلى ترقوته نحاسا' فلا يستطيع إليه سبيلا' قال: فيأخذ بيديه ورجليه فيقذف به' فيحسب الناس أنما قذفه إلى النار' وإنما ألقى فى الجنة . فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هذا أعظم الناس شهادة عند رب العالمين)(صحيح مسلم' كتاب الفتن وأشراط الساعة' باب فى صفة الدجال وتحريم المدينة عليه)

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال نکلے گا اور مسلمانوں میں سے ایک شخص اُس کی طرف چلے گا۔ رستے میں اُسے دجال کے مسلح افراد ملیں گے۔ وہ اُس سے پوچھیں گے کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ وہ کہے گا کہ میں اُس شخص کے پاس جا رہا ہوں کہ جس کا خروج ہوا ہے۔ دجال کے کارندے کہیں گے کہ کیا تو ہمارے مالک [دجال] پر ایمان نہیں لایا؟ وہ شخص کہے گا کہ ہمارا رب ہم پر مخفی نہیں ہے [یعنی ہمیں خوب معلوم ہے کہ ہمارا رب کون ہے]۔ دجال کے لوگ کہیں گے کہ اِس کو مار ڈالو۔ پھر آپس میں کہیں گے کہ ہمارے مالک نے تو کسی کو مارنے سے منع کیا ہے جب تک اُس کے سامنے نہ لے جائیں۔ پھر وہ اِس شخص کو دجال کے پاس لے جائیں گے۔ جب وہ بندہ مؤمن اِس دجال کو دیکھے گا تو کہے گا کہ اے لوگو! یہ تو دجال ہے جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ دجال اپنے لوگوں کو حکم دے گا تو اُس کا سَر پھوڑا جائے گا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کہے گا کہ اِس کو پکڑو' اِس کا سَر پھوڑو' اُس کے پیٹ اور پیٹھ پر بھی مار پڑے گی۔ پھر دجال اُس سے پوچھے گا کہ تو مجھ (یعنی میری خدائی) پر ایمان نہیں لاتا؟ وہ کہے گا کہ تو جھوٹا مسیح ہے۔ پھر دجال حکم دے گا تو بندہ مؤمن آرے سے سَر سے لے کر دونوں پاؤں تک چیرا جائے گا یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو جائے گا۔ پھر دجال اُن دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں چلے گا اور کہے گا کہ اٹھ کھڑا ہو۔ وہ شخص [زندہ ہو کر سیدھا] اٹھ کر کھڑا ہو جائے گا۔ تو پھر دجال اُس سے پوچھے گا کہ کیا اب تو میرے اوپر ایمان لایا؟ وہ کہے گا کہ مجھے تو اور زیادہ یقین ہوا کہ تو دجال ہے۔ پھر لوگوں سے کہے گا کہ اے لوگو! اب دجال میرے سوا کسی اور سے یہ کام نہ کرے گا۔ پھر دجال اُس کو ذبح کرنے کے لئے پکڑے گا تو اُس کے گلے سے لے کر ہنسلی تک کا حصہ تانبے کا بن جائے گا اور وہ اُسے ذبح نہ کر سکے گا۔ پھر اُس کے ہاتھ پاؤں پکڑ کر اُسے پھینک دے گا۔ لوگ سمجھیں گے کہ دجال نے اُس کو آگ میں پھینک دیا حالانکہ وہ جنت میں ڈالا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اِس شخص کی شہادت سب لوگوں میں اللہ رب العالمین کے نزدیک سب سے بڑی شہادت ہوگی۔''

اِس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال بندہ مؤمن کو تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے دو ٹکڑے کر کے دوبارہ زندہ کرے گا' لیکن بندۂ مؤمن اُس کے رب ہونے کا دوبارہ انکار کرے گا اور اب دجال کا اُس پر بس نہیں چلے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دجال کے ہاتھوں بندۂ مومن کی اِس شہادت کو عظیم شہادت کا نام دیا ہے' لیکن خان صاحب نے اِس طویل اور مفصل روایت کا بھی صرف آخری جزو پکڑتے ہوئے شہادت کے لفظ کو نظریاتی شہادت بنا دیا ہے۔ واللّٰہ المُستعان علی ما تصفون

بالفرض اگر یہ مان لیا جائے کہ دجال کا فتنہ نظریاتی فتنہ ہوگا تو اللہ کے رسول ﷺ کے الفاظ ((ثم یقول: یا أیھا الناس إنه لا یفعل بعدی بأحد من الناس کیا) مراد ہے؟ کیا دجال اور بندہ مؤمن کے اِس مکالمہ کے بعد دجال کا فکری اغوا بند ہو چکا ہے؟

دجال کا قتل

مولانا وحید الدین خان صاحب کے نزدیک مہدی اور مسیح کا سب سے بڑا کارنامہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دجال کا قتل ہے' اور اُن کے نزدیک دجال کے قتل سے مراد دجالی فتنے کا استدلالی رد ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ مسیح کی آمد سے مراد مسیح کے رول کی آمد ہے' یعنی دور آخر میں جب کہ دجال ظاہر ہوگا' اُس وقت اُمت محمدی کا کوئی شخص اٹھے گا اور مسیح جیسا رول ادا کرتے ہوئے دجال کے فتنوں کا مقابلہ کرے گا اور اُس کو شکست دے گا۔ **حدیث میں قتل دجال کا ذکر ہے۔ اِس سے مراد دجال کا جسمانی قتل نہیں ہے' بلکہ دجال کے فتنے کو بذریعہ دلائل قتل کرنا ہے۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۴۶)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''قتل دجال کے بارے میں ایک روایت حدیث کی مختلف کتابوں میں آئی ہے۔ ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: فَإِذَا نَظَرَ إِلَيْهِ الدَّجَّالُ ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ' وَيَنْطَلِقُ هَارِبًا' وَيَقُوْلُ عِيْسٰى عليه السلام إِنَّ لِيْ فِيْكَ ضَرْبَةً لَنْ تَسْبِقَنِيْ بِهَا (كتاب الفتن' باب ذكر الدجال) یعنی دجال جب مسیح کو دیکھے گا' تو وہ اِس طرح گھلنے لگے گا جیسے کہ نمک پانی میں گھلتا ہے' اور وہاں سے بھاگنا شروع کر دے گا۔ مسیح کہیں گے کہ میرے پاس تیرے لیے ایک ایسی ضرب ہے جس سے بچنا ہرگز تیرے لیے ممکن نہیں۔ اِس روایت میں جو بات کہی گئی ہے' وہ تمثیل کی زبان میں ہے۔ اِس پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دجال کے مقابلے میں جو واقعہ پیش آئے گا' وہ یہ ہے کہ **مسیح اس کے دجل کا علمی تجزیہ کر کے اِس کو ایکسپوز کر دیں گے۔ اِس طرح وہ دلائل کے ذریعے دجال کو بے نقاب کر دیں گے۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۵۳)

اللہ کے رسول ﷺ کی روایات اِس بارے میں واضح ہیں کہ قتل دجال سے مراد کسی نظریے کا استدلالی قتل نہیں بلکہ ایک ایسے شخص کا جسمانی قتل ہے جو رب ہونے کا دعویدار ہوگا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِيْ أُمَّتِيْ فَيَمْكُثُ أَرْبَعِيْنَ لاَ أَدْرِيْ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَوْ اَرْبَعِيْنَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِيْنَ عَامًا فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ'

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَيَطْلُبُهُ، فَيُهْلِكُهُ)) (صحيح مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب فی خروج الدجال ومكثه فی الأرض ونزول عيسى وقتله إياه)

''دجال کا خروج میری اُمت میں ہوگا اور وہ چالیس تک رہے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ اب میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ چالیس سے مراد چالیس دن ہیں یا چالیس ماہ یا چالیس سال۔ پس اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمائیں گے گویا وہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ پس وہ دجال کو تلاش کریں گے اور اُس کو ہلاک کریں گے۔''

اِس روایت میں دجال کو تلاش کر کے ہلاک کرنے کا ذکر ہے جو دجال کے جسمانی قتل کی دلیل ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ)) (سنن الترمذی، كتاب أبواب الفتن، باب ما جاء فی قتل عيسى ابن مريم الدجال)

''عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دجال کو 'باب لُد' [اسرائیل میں ایک مقام کا نام] پر قتل کریں گے۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اِس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے۔ (صحيح الجامع الصغير: ٢/ ٩٦٠)

اِس روایت میں دجال کے ''باب لُد'' پر قتل ہونے کے کیا معنی ہے؟ نظریاتی یا استدلالی قتل کا ''باب لُد'' کے ساتھ کیا تعلق بنتا ہے؟ جبکہ 'لُد' فلسطین میں ایک مقام کا نام ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((كَأَنِّي أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنٍ)) (صحيح مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب ذكر الدجال وصفته وما معه)

''گویا میں دجال کو عبدالعزیٰ بن قطن کے ساتھ مشابہت دے رہا ہوں۔''

اِسی طرح بعض روایات میں مذکور ہے کہ مدینہ میں موجود ایک شخص ابن صیاد کے بارے میں اُس کی بعض عجیب وغریب حرکات کی بنا پر یہ تاثر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت میں پھیل گیا کہ وہ دجال ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کے قتل کی اجازت چاہی:

فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ دَعْنِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَضْرِبُ عُنُقَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((إِنْ يَكُنْهُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِيْ قَتْلِهِ))(صحيح البخاری، کتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبی فمات هل يصلی عليه)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اجازت دیں میں اُس کی گردن اڑا دوں تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ ابن صیاد وہی دجال ہے تو تُو ہرگز اِس پر قابو نہ پا سکے گا' اور اگر یہ دجال نہیں ہے تو اِس کے قتل میں تیرے لیے کوئی خیر کا پہلو نہیں ہے۔''

قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ابن صیاد کو دجال سمجھ کر جسمانی طور قتل کرنے کی اجازت کے حوالہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ نہیں فرمایا کہ قتل دجال کا مطلب کسی شخص کو جسماً قتل کرنا نہیں ہے اور یہ تو ایک نظریے کا استدلالی قتل ہو گا' بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اِس طرف اشارہ کیا کہ اگر تو یہ وہی شخص دجال ہے جس کا آخری زمانے میں ظہور ہونا ہے تو اِس کو قتل کرنا حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا مقدر ہے۔

اِس کے علاوہ بھی کئی ایک روایات ہیں کہ جن میں دجال سے مراد رب ہونے کا دعویدار شخص اور اُس کے قتل سے مراد اُس کا جسمانی قتل لیا گیا ہے' لیکن ہم طوالت کے سبب سے اُنہیں یہاں نقل نہیں کر رہے ہیں۔

غلط تاویلات کی غلط بنیاد

معتزلہ' قدریہ' جبریہ' باطنیہ' قرامطہ' بہائیہ' روافض اور غالی صوفیاء وغیرہ سے لے کر عصر حاضر کے قادیانی' منکرین حدیث اور متجددین تک جن لوگوں نے بھی کتاب وسنت کی غلط تاویلات پیش کی ہیں' اِن سب کی تاویلات تو اگرچہ مختلف ہیں لیکن استدلال کی بنیاد اتفاقی ہے اور وہ یہ کہ اِن سب نے کتاب وسنت کی 'حقیقت' کو چھوڑا ہے۔

'حقیقت' علم بلاغت کی ایک اصطلاح ہے' جس کے مطابق ایک لفظ کو اُس کے وضعی معنی میں استعمال کرنا 'حقیقت' کہلاتا ہے۔ مثلاً اہل لغت نے 'چاند' کا لفظ اَجرام فلکی میں سے ایک جسم کے لیے وضع کیا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص لفظ 'چاند' سے آسمان میں موجود چاند مراد لے تو یہ کہیں گے کہ اُس نے حقیقی معنی مراد لیا ہے۔ اور اگر کوئی شخص 'چاند' کے لفظ سے 'محبوب' وغیرہ مراد لے تو یہ 'مجاز' کہلائے گا۔ مجازی معنی میں ایک لفظ کا استعمال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست ہوتا ہے لیکن کچھ اصول وضوابط کے تحت۔

امر واقعہ یہ ہے کہ تاویل کا بھی کوئی قانون اور ضابطہ ہوتا ہے۔ ہر زبان میں تشبیہ وتمثیل (Analogy and Simile) اور مجاز واستعارہ (Trope and Metaphor) موجود ہیں لیکن اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مجاز وتمثیل کے نام پر جس کا جو دل چاہے مفہوم بیان کر دے۔ قرآن کی باطنی تفاسیر بھی مجاز وتمثیل ہی کے قبیل سے ہیں۔ باطنیہ ہوں یا قادیانی، روافض ہوں یا منکرین حدیث، یہ سب حضرات مجاز وتمثیل کے نام پر ہی اپنے باطل افکار قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔

تشبیہ وتمثیل اور مجاز واستعارہ کی حدود کیا ہوں گی؟ اِس کے قواعد وضوابط کیا ہوں گے؟ اہلِ علم نے تو اُن کو طے کر دیا ہے۔ علم اصول فقہ میں **"قواعد لغویہ عربیہ"** کی عظیم الشان بحث اور علم بلاغت میں **"علم بیان"** کا موضوع یہی ہے۔ ذیل میں ہم حقیقت ومجاز کی بحث کے حوالہ سے تین ضوابط بطور مثال بیان کرنا چاہیں گے کہ جن سے مجاز وتمثیل مراد لینے کی حدود کا کسی قدر تعین ہوتا ہے۔

1. کلام میں اصل 'حقیقت' (True Essence) ہے اور یہ ایک یونیورسل اصول ہے، یعنی ہر کلام سے مراد اس کا حقیقی معنی (Proper Meaning) ہوتا ہے یعنی وہ معنی کہ جس کی ادائیگی کے لیے اہل زبان نے وہ لفظ ایجاد کیا ہے۔ اور مجاز (Figurative Meaning) مراد لینے کے لیے دلیل یا قرینہ چاہیے اور جب تک کوئی دلیل یا ضابطہ یا قرینہ موجود نہ ہو تو مجاز مراد لینا جائز نہیں ہے۔
2. کسی لفظ کا حقیقی معنی ایک ہی ہوتا ہے جبکہ مجازی معنی تو کئی ہو سکتے ہیں۔ پس حقیقت مراد لینے کی صورت میں اختلاف رفع ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ایک ہے جبکہ مجاز مراد لینے کی صورت میں اختلاف پیدا ہوتا ہے کیونکہ ہر کسی کا مجازی معنی اپنا ہوگا۔ پس حقیقی معنی کو مجازی معنی پر ترجیح حاصل ہے۔
3. ایمانیات اور امور غیبیہ (Metaphysical Issues) کے بارے میں کلام کا اصول یہ ہے کہ اُسے حقیقی معنی پر محمول کیا جائے گا کیونکہ اِس میں مجاز مراد لینے کی صورت میں یہ متعین نہیں ہو سکے گا کہ کس کے بارے میں کیا ایمان لانے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، اور جب یہی معاملہ مشتبہ ہو کہ کس پر کیا ایمان لانا ہے تو ایمان لانے کا تقاضا ہی بے معنی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر رہ جاتا ہے۔مثلاً علاماتِ قیامت کے بارے خان صاحب کی مجازی اور تمثیلی تاویلات کو لیں تو اُن کے مطابق ۱۴ صدیوں تک اُمتِ مسلمہ کو یہ ہی نہ معلوم ہو سکا کہ علاماتِ قیامت کے باب میں اُن سے جو ماننے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے' وہ کیا ہے؟

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

علاماتِ قیامت کی بدعی تعبیر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

علاماتِ قیامت کی بدعی تعبیر

سابقہ تین ابواب میں ہم نے مولانا وحید الدین خان صاحب کے تصورِ مہدی و مسیح اور نظریہ دجال کا تحلیلی اور تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ ذیل میں ہم علاماتِ قیامت کے باب میں دیگر علامات مثلاً یاجوج ماجوج کا خروج، دابۃ الارض، دریائے فرات سے سونے کا خزانہ برآمد ہونا، دخان، اللہ کے کلمہ کا غالب ہونا، بیت اللہ کو آگ لگایا جانا اور وقوعِ قیامت کے حوالہ سے خان صاحب کے نقطہ نظر کا ایک تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ پیش کر رہے ہیں۔

یاجوج وماجوج کی حقیقت

مولانا وحید الدین خان صاحب نے 'یاجوج وماجوج' (gog and magog) سے مراد سدِ ذی القرنین کے پیچھے مقید وحشی قبائل کی بجائے یورپی اور مغربی اقوام لی ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''یاجوج اور ماجوج سے کون لوگ مراد ہیں، اِس کے بارے میں اہل علم نے مختلف رائیں دی ہیں۔ مجھے ذاتی طور اِس معاملے میں مولانا انور شاہ کشمیری (وفات: ۱۹۳۴) کی رائے زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔ انھوں نے روس اور برطانیہ اور جرمنی کی قوموں کو اس کا مصداق ٹھہرایا ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۳)

ایک اور جگہ اپنے نقطہ نظر کی مزید وضاحت میں لکھتے ہیں:

''یاجوج اور ماجوج کے بارے میں جو دستیاب معلومات ہیں، وہ سب سے زیادہ یورپی قوموں پر صادق آتی ہیں۔ یہ معلومات زیادہ تر تمثیل کی زبان میں ہیں، اِس لیے لوگوں کو اِن کا مفہوم سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے۔ اگر اِس حقیقت کو ملحوظ رکھا جائے تو تقریباً بلا اشتباہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج اور ماجوج سے مراد وہی قومیں ہیں جن کو یورپی قومیں کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ حضرت نوح کے بیٹے یافث کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ لوگ غالباً پہلے مغربی یورپ میں آباد ہوئے، پھر انھیں کی نسلیں امریکا اور آسٹریلیا میں پھیل گئیں۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۴)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خان صاحب نے یاجوج و ماجوج کو دو ادوار میں تقسیم کیا۔ اُن کے نزدیک پہلے دور میں یہ ایک غیر مہذب، جنگجو اور اُجڈ قوم تھی جبکہ اپنے دوسرے یا موجودہ دور میں یہ مہذب اور ترقی یافتہ اقوام میں شامل ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

'' قرآن میں یاجوج اور ماجوج کا ذکر دو مقامات پر آیا ہے۔ ایک جگہ ذوالقرنین کے حوالے سے (الکھف: ۹۴)، اور دوسری جگہ ذوالقرنین کے بغیر (الانبیاء: ۹۶)۔ اِن دونوں آیتوں کے مطالعے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اِن دونوں آیتوں میں یاجوج اور ماجوج کے دو دَوروں کا ذکر ہے، جو ایک کے بعد ایک پیش آئیں گے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین نے جو دیوار بنائی تھی، وہ یاجوج اور ماجوج کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ دیوار اُن کی مفسدانہ کاروائی کے لیے ایک روک بن گئی۔ ایک عرصے تک یہ صورت حال قائم رہی۔ **اِس کے بعد یاجوج اور ماجوج کی ابتدائی سرکش نسل ختم ہوگئی اور بعد کی نسل پیدا ہوئی جو نسبتاً معتدل نسل کی حیثیت رکھتی تھی۔ اِس دوران ذوالقرنین کی بنائی ہوئی ابتدائی دیوار دھیرے دھیرے ٹوٹ پھوٹ گئی۔ اِس کے بعد یاجوج اور ماجوج کی اگلی نسلوں کے لیے ممکن ہوگیا کہ وہ دیوار سے باہر آئیں، اور دیوار کے باہر کی دنیا میں پھیل جائیں۔ یہی دوسرا زمانہ ہے جب کہ اُن کے درمیان تہذیب کا دور شروع ہوا۔** یہ دور مختلف احوال کے درمیان بتدریج ترقی کی طرف بڑھتا رہا۔ یہ بعد کا دور دو زمانوں میں تقسیم ہے۔ نشاۃ ثانیہ سے قبل کا زمانہ، اور نشاۃ ثانیہ کے بعد کا زمانہ۔''

(ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۴۔۵)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

'' ذوالقرنین کے بنائے ہوئے مادی بند کے ٹوٹنے کے بعد جو واقعہ پیش آئے گا، اِس کو قرآن میں اِن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: ﴿وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ﴾ (الکھف: ۹۹) یعنی قدیم محدود جغرافیہ سے نکل کر یاجوج اور ماجوج، لوگوں سے عمومی اختلاط کرنے لگیں گے۔ یہ گویا اُن کا دورِ اختلاط ہوگا۔ **اِس کے بعد حدیث میں جس واقعے کا ذکر ہے، یعنی اُن کا ہر چیز کو کھا جانا، اور ساری دنیا کے پانی کو پی جانا، اِس سے مراد بعد کا وہ واقعہ ہے، جب کہ انھوں نے نیچر پر فتح حاصل کی اور جدید صنعتی دور پیدا کیا۔** اِس جدید صنعتی دور کے نتیجے میں اُن کو عالمی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استحصال کا موقع ملا۔ قرآن سورۃ نمبر ۱۸ میں یاجوج اور ماجوج کے پہلے دور کا ذکر ہے' اور قرآن کی سورۃ نمبر ۲۱ میں یاجوج اور ماجوج کے دوسرے دور کا ذکر۔ **اِس اعتبار سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ بظاہر یاجوج اور ماجوج کے تین بڑے دور ہیں۔ محصوریت کا دور' اختلاط کا دور' سائنس اور صنعتی ترقی کا دور۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۵)

یاجوج ماجوج کے بارے میں خان صاحب کا یہ نقطہ نظر بوجوہ غلط ہے:

خان صاحب کا یہ دعویٰ کہ یاجوج ماجوج جس دیوار کے پیچھے مقید تھے' وہ آہستہ آہستہ ٹوٹ پھوٹ گئی ہے اور یاجوج ماجوج کا خروج ہو گیا ہے' درست نہیں ہے۔ کیونکہ روایات کے مطابق یاجوج ماجوج کا خروج' نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوگا' اور اُن کا خروج جس شان سے ہوگا' وہ ایک عام فرد کو بھی بغیر کسی تاویل یا غور وفکر کے' یہ بتلانے کے لیے کافی ہوگا کہ اُن کا خروج ہو چکا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((اِذْ اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی عِیْسٰی اِنِّیْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِیْ لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِھِمْ' فَحَرِّزْ عِبَادِیْ اِلَی الطُّوْرِ' وَیَبْعَثُ اللّٰہُ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ' وَھُمْ مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ' فَیَمُرُّ اَوَائِلُھُمْ عَلٰی بُحَیْرَۃِ طَبَرِیَّۃَ' فَیَشْرَبُوْنَ مَا فِیْھَا' وَیَمُرُّ آخِرُھُمْ فَیَقُوْلُوْنَ: لَقَدْ کَانَ بِھٰذِہٖ مَرَّۃً مَاءٌ' وَیُحْصَرُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ حَتّٰی یَکُوْنَ رَاْسُ الثَّوْرِ لِاَحَدِھِمْ خَیْرًا مِنْ مِائَۃِ دِیْنَارٍ لِاَحَدِکُمُ الْیَوْمَ' فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ' فَیُرْسِلُ اللّٰہُ عَلَیْھِمُ النَّغَفَ فِی رِقَابِھِمْ' فَیُصْبِحُوْنَ فَرْسٰی' کَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَۃٍ' ثُمَّ یَھْبِطُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ اِلَی الْاَرْضِ' فَلَا یَجِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ اِلَّا مَلَاَہٗ زَھَمُھُمْ وَنَتْنُھُمْ' فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ اِلَی اللّٰہِ فَیُرْسِلُ اللّٰہُ طَیْرًا کَاَعْنَاقِ الْبُخْتِ' فَتَحْمِلُھُمْ' فَتَطْرَحُھُمْ حَیْثُ شَاءَ اللّٰہُ)) صحیح مسلم' کتاب الفتن وأشراط الساعۃ' باب ذکر الدجال وصفتہ وما معہ)

'' جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائیں گے کہ میں نے اب کی بار [آزمائش کے لیے] ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ اُن سے لڑنے کی طاقت کسی میں بھی نہیں ہے۔ پس آپ میرے بندوں [اہلِ ایمان] کو لے کر طُور پر چلے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو بھیجیں گے' اور وہ ہر ٹیلے سے پھسلتے چلیں آئیں گے۔ پس اُن کے اگلے لوگ بحیرۂ طبریہ سے گزریں گے تو اُس کا سارا پانی پی جائیں گے' اور اُن کا آخری شخص جب اِس سے گزرے گا تو کہے گا کہ یہاں بھی کبھی پانی ہوا کرتا تھا! **اور اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھی [کوہِ طُور میں] محصور ہو جائیں گے'** یہاں تک کہ ایک بیل کا سَر اُن کے نزدیک سو دینار سے زیادہ قیمتی ہو گا۔ پس اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھی اللہ کی طرف رجوع کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک پھنسی پیدا کریں گے تو وہ سب کے سب ایک ساتھ مر جائیں گے۔ زمین میں ایک بالشت برابر زمین بھی ایسی نہیں بچے گی کہ جہاں اُن کی بدبو نہ ہو۔ پس اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھی اللہ کی طرف رجوع کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹ کی گردنوں جیسے پرندے بھیجیں گے جو انہیں اٹھا کر وہاں پھینک دیں گے' جہاں اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔''

اس روایت میں خان صاحب کے لیے اُس سطحی تاویل کی گنجائش بھی باقی نہیں ہے کہ جس کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت ایک عام مصلح کی سی ہے اور اُن کا ظہور ہو چکا ہے۔ اِس روایت میں جس عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد 'یاجوج ماجوج' کا خروج بتلایا گیا ہے' اُن کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام' اللہ کے نبی ہوں گے۔

اِسی طرح خان صاحب نے یاجوج ماجوج کے بحیرۂ طبریہ کے پانی پی جانے کی تاویل اہلِ مغرب کے پٹرول کے ذخائر پر قبضہ کرنے سے کی ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''**دریا کا پانی پی جانے سے مراد غالباً پٹرول کے ذخائر ہیں۔** اِن ذخائر کا بڑا حصہ مشرقی دنیا میں تھا' لیکن جس انڈسٹری میں اِن کی کھپت تھی' وہ زیادہ تر مغربی دنیا میں واقع تھی۔ اِس لیے اہلِ مغرب کو یہ موقع ملا کہ وہ تیل کے قدرتی ذخیروں کو اپنے یہاں لے جا کر اُن کو بھرپور طور پر استعمال کر سکیں۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۱۳)

اب پٹرول کی پانی سے وجہ مناسبت کسی بھی صاحبِ عقل کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور خود اِسی روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ اُن کا آخری شخص یہ کہے گا کہ یہاں کبھی پانی ہوا کرتا تھا' جبکہ پٹرول تو اب بھی مشرق میں بکثرت موجود ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر یہ بھی کہ شارحین حدیث نے بحیرہ طبریہ کا علاقہ اُردن اور شام میں بتلایا ہے۔ اوپیک (OPEC) کی ۲۰۱۳ء کی ایک رپورٹ کے مطابق پٹرول کے سب سے بڑے ذخائر لاطینی امریکہ میں وینزویلا (Venezuela) میں ہیں' جبکہ دوسرے نمبر پر سعودی عرب میں ہیں۔(2013 OPEC Annual Statistical Bulletin, p. 21) پٹرول کے سب سے بڑے ذخیرے کا تعلق تو مغرب ہی سے ہے اور دوسرے کا تعلق بھی اردن یا شام سے نہیں ہے' بلکہ اردن یا شام تو اوپیک (Organization of the Petroleum Exporting Countries) ممالک میں شامل ہی نہیں ہیں۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یاجوج ماجوج سے قتال نہ کرسکنا' اُن کا کوہ طور پر محصور ہو جانا' اللہ تعالیٰ کا یاجوج ماجوج کو ایک ساتھ وبائی مرض سے ہلاک کرنا اور اُن کی لاشوں کو بختی اونٹ کے سروں جیسے پرندوں کا اٹھا کر لے جانا وغیرہ' کہاں کہاں خان صاحب روایات کے حقیقی معنی کی سطحی تاویلات پیش کریں گے؟

دابۃ الارض کا ظہور

قیامت کی نشانیوں میں ہمیں ایک عجیب الخلقت جانور کا تذکرہ بھی ملتا ہے جو زمین سے نکلے گا اور لوگوں سے کلام کرے گا۔ مولانا وحید الدین خان صاحب اِس جانور کے بارے بھی یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ اِس سے مراد بھی اُمت محمدیہ ﷺ کا ایک داعی اور مصلح فرد ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''دابہ کے سلسلے میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ **اِن روایتوں سے بظاہر یہ متصور ہوتا ہے کہ دابہ ایک انوکھی مخلوق ہوگا۔ اِن روایتوں کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اِن کو تمثیلی اسلوب قرار دے کر سمجھا جائے۔** چنانچہ مفسرین کی ایک جماعت نے اِن روایتوں کو تمثیل پر محمول کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ دابہ سے مراد انسان ہے' نہ کہ کوئی عجیب الخلقت جانور۔ اِس کے مطابق' عام انسانوں جیسا ایک انسان ہوگا اور خدا کی خصوصی توفیق کے ذریعے خدا کی نشانیوں کے اظہار کا ذریعہ بنے گا۔ مفسر قرطبی (وفات: ۶۷۱ھ) نے اِس رائے کو اِن الفاظ میں نقل کیا ہے: أن الأقرب أن تكون هٰذه الدابة إنسانا متكلما' يناظر أهل البدع والكفر ويجادلهم لينقطعوا' فيهلك من هلك عن بينة' ويحيا من حي عن بينة (ماہنامہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرسالہ: مئی ۲۰۱۰، ص ۵۶)

دابۃ الارض کی ایک اور مقام پر وضاحت کرتے ہوئے خان صاحب لکھتے ہیں کہ اس سے مراد وہ داعی ہے جو اُمتِ مسلمہ پر اتمامِ حجت کے لیے آئے گا۔ وہ لکھتے ہیں:

''**اِسی طرح گویا دابہ یا دورِ آخر میں ظاہر ہونے والا داعی اللہ کی طرف سے لوگوں کے اوپر آخری اِتمامِ حجت ہوگا۔** اِس اِتمامِ حجت کے بعد دوسرا واقعہ صرف یہ ہوگا کہ فرشتہ اسرافیل اپنا صور پھونک دے اور اور قیامت برپا ہو جائے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۵۷)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ خان صاحب کے نزدیک یہ 'داعی' کون ہے جس پر 'دابۃ الارض' ہونے کا اطلاق ہوتا ہے تو اِس کا جواب قارئین' خان صاحب کے اِن الفاظ میں دیکھ سکتے ہیں۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''یہ ایک حقیقت ہے کہ سی پی ایس [مولانا وحید الدین خان] کی ٹیم اصحاب رسول کے بعد بننے والی پہلی ٹیم ہے جو خالص دعوت الی اللہ کے لیے اٹھی ہے۔ سی پی ایس بعد کی تاریخ میں بننے والی پہلی ٹیم ہے جو مکمل طور پر دعوتی لٹریچر کی بنیاد پر اٹھی ہے۔ جس کی ذہنی تربیت یا فکری تشکیل خالص دعوتی لٹریچر کی بنیاد پر ہوئی ہے۔ سی پی ایس کی ٹیم ایک ایسی تحریک کے نتیجے میں بنی ہے جس تحریک میں پہلی بار قرآن کی دعوتی تفسیر تیار ہوئی۔ جس میں پہلی بار حدیث کی دعوتی شرح لکھی گئی۔ جس میں پہلی بار پیغمبر اسلام کی دعوتی سیرت مرتب ہوئی۔ جس میں پہلی بار اَصحابِ رسول کے دعوتی رول کو نمایاں کیا گیا۔ جس میں پہلی بار یہ بتایا گیا کہ اسلام کی سب سے بڑی طاقت اُس کی دعوت ہے۔ جس میں پہلی بار وقت کے فکری مستوی کے مطابق' اسلامی لٹریچر تیار کیا گیا۔ جس میں پہلی بار جدید سائنسی تحقیقات سے مدلل کرتے ہوئے دعوتی اُسلوب پر علم کلام تیار کیا گیا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: ستمبر ۲۰۰۶ء، ص ۳۰۔۳۱)

'دابۃ الارض' سے مافوق الفطرت مخلوق مراد ہے نہ کہ داعی انسان' جیسا کہ خان صاحب کا خیال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ﴾(النمل: ٨٢)

''اور جب اُن پر قیامت کے واقع ہونے کی بات طے ہو جائے گی تو ہم اُن کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو اُن سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔''

قابل غور نکتہ یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں صرف ''دابۃ'' کا لفظ نہیں ہے بلکہ ((دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ))یعنی 'زمین سے دابۃ' کے الفاظ ہیں اور اِس سے پہلے ((أَخْرَجْنَا))کے الفاظ ہیں جو 'نکالنے' کے معنی میں ہے۔ پس آیت کے الفاظ کا معنی 'زمین سے دابہ کو نکالنا' ہے۔ اب اگر دابہ سے انسان مراد لے بھی لیا جائے تو زمین سے اِس کے نکالنے کے کیا معنی ہیں؟ آیت کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے لیے چٹان سے اونٹنی برآمد کی گئی تھی تا کہ اُن کے لیے حجت تمام ہو' اِسی طرح قیامت قائم ہونے سے پہلے لوگوں پر اِتمام حجت کے لیے زمین سے ایک جانور نکالا جائے گا اور یہ خرقِ عادت (metaphysical) واقعات میں سے ہو گا۔ پھر اِس کے بعد آیت کے الفاظ ((تُكَلِّمُهُمْ)) کہ وہ جانور گفتگو کرے گا' میں بھی اُس کے خرق عادت پہلو کی طرف اشارہ ہے۔ علاماتِ قیامت مثلاً نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام' دجال کی آمد' یاجوج ماجوج کا خروج' سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور دابۃ الارض وغیرہ کا نکلنا' پر غور کیا جائے تو تمام علامات درحقیقت خرقِ عادت اور کرشماتی (supernatural and metaphysical) پہلو لیے ہوئی ہیں تا کہ لوگوں کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا آخری درجے میں یقین دلانے کے لیے اُن پر اِتمامِ حجت ہو سکے۔صحیح مسلم کی ایک روایت میں ترکیب اضافی کے ساتھ ((دَابَّةُ الْاَرْضِ))کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا انگریزی ترجمہ (beast or dragon of doomsday) کیا گیا ہے۔(موسوعة كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ١/ ٧٧٨) قرآن مجید میں ترکیب اضافی کے ساتھ ((دَابَّةُ الْاَرْضِ))کا لفظ 'دیمک'(termite) کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ﴾ (سبأ: ١٤)

''پس سلیمان علیہ السلام کی وفات پر زمین کے ایک کیڑے نے جنات کی رہنمائی کی جو اُن کے عصا کو کھا رہا تھا۔''

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک روایت میں دابہ کی صفات یوں بیان کی گئی ہیں:

((تَخْرُجُ الدَّابَّةُ فَتَسِمُ النَّاسَ عَلٰى خَرَاطِيْمِهِمْ، ثُمَّ يَغْمُرُوْنَ فِيْكُمْ حَتّٰى يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ الْبَعِيْرَ فَيَقُوْلُ: مِمَّنِ اشْتَرَيْتَهُ؟ فَيَقُوْلُ: اشْتَرَيْتُهُ مِنْ اَحَدِ الْمُخَطَّمِيْنَ))(مسند أحمد: ٦٤٧/٣٦)

''دابہ کا خروج ہوگا اور وہ لوگوں کی ناک پر نشان لگا دے گا (یعنی مؤمن کی ناک پر ایک خاص قسم کا نشان لگائے گا اور کافر کی ناک پر ایک دوسری قسم کا نشان لگائے گا)۔ پس اِن نشان لگے ہوؤں کی تم میں اِس قدر کثرت ہو جائے گی کہ ایک شخص ایک اونٹ خریدے گا اور دوسرا کہے گا کہ تم نے کس سے یہ اونٹ خریدا ہے تو پہلا کہے گا کہ ناک پر نشان لگے ہوؤں میں سے ایک سے خریدا ہے۔''

اگر دابہ سے مراد انسان ہو تو انسان کے کلام کرنے میں نشانی والی کیا بات ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے کلام کرنے والے دابہ کو بطورِ خاص قیامت کی نشانیوں میں شمار کیا ہے۔ اور پھر دابۃ الارض اگر لوگوں کی ناک پر کافر یا مؤمن ہونے کے نشانات لگائے تو اِس کا قیامت کی نشانی ہونا سمجھ آتا ہے' لیکن ایک داعی کے کسی کافر یا مؤمن کے ناک ہی پر نشان لگانے کا کیا معنی ہے؟ اور پھر اونٹ خریدنے کے ایک عام واقعہ کو اِس روایت کا حصہ بنانے میں کیا تعلیم مقصود ہے؟ اِس کی تاویلات تا حال خان صاحب کی توجہ کی منتظر ہیں۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((ثَلَاثٌ اِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا: طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ وَدَابَّةُ الْاَرْضِ))

مسلم' كتاب الإيمان' باب بيان الزمن الذى لا يقبل فيه الإيمان)

''تین چیزوں کا جب ظہور ہو جائے گا تو اُس وقت کسی بھی جان کو جو کہ اُس سے پہلے ایمان نہ لائی ہو یا اُس نے حالت ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو' اُس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' دجال کا ظہور اور دابۃ الارض کا نکلنا۔''

خان صاحب اِس روایت کی کیا تاویل فرمائیں گے؟ خان صاحب کی تاویل کے مطابق دورِ آخر کے اِس داعی دابۃ الارض کے ظہور کے بعد ایمان لانے کا کوئی فائدہ باقی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں رہ گیا؟ اگر رہ گیا ہے تو اِس روایت کا مفہوم کیا ہے؟ اور اگر نہیں تو وہ داعی اپنی دعوت سے کر کیا رہا ہے؟

اِسی طرح خان صاحب نے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول تو نقل کر دیا کہ بعض متاخرین کا خیال ہے کہ دابہ سے مراد انسان ہے' لیکن امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس قول پر اپنے شیخ سے جو نقد نقل کی ہے' اُس کی طرف اشارہ کرنا بھی خان صاحب نے پسند نہیں فرمایا۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"قال بعض المتأخرين من المفسرين: إن الأقرب أن تكون هذه الدابة انسانا متكلما يناظر أهل البدع والكفر ويجادلهم لينقطعوا' فيهلك من هلك عن بينة ويحيا من حى عن بينة . قال شيخنا الإمام أبو العباس أحمد بن عمر القرطبى فى كتاب المفهم له : وإنما كان عند هذا القائل الأقرب لقوله تعالىٰ﴿تُكَلِّمُهُم﴾ وعلى هذا فلا يكون فى هذه الدابة آية خاصة خارقة للعادة' ولا يكون من العشر الآيات المذكورة فى الحديث' لأن وجود المناظرين والمحتجين على أهل البدع كثير' فلا آية خاصة بها فلا ينبغى أن تذكر مع العشر' وترتفع خصوصية وجودها إذا وقع القول' ثم فيه العدول عن تسمية هذا الإنسان المناظر الفاضل العالم الذى على أهل الأرض أن يسموه باسم الإنسان أو بالعالم أو بالإمام إلى أن يسمى بدابة' وهذا خروج عن عادة الفصحاء' وعن تعظيم العلماء' وليس ذلك دأب العقلاء' فالأولى ما قاله أهل التفسير' والله أعلم بحقائق الأمور"(تفسير

القرطبى: ۲۳٦/۱۳)

''بعض متاخرین مفسرین کا خیال ہے کہ یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ دابۃ الارض سے مراد وہ متکلم انسان ہو جو اہلِ کفر اور اہلِ بدعت سے مناظرہ اور مکالمہ کرتا ہے تاکہ اُن کی دلیل ختم ہو جائے اور جس نے زندہ رہنا ہے وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے اور جس نے مرنا ہے وہ دلیل کے ساتھ مر جائے۔ ہمارے شیخ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی نے اپنی کتاب 'المفھم' میں لکھا ہے کہ اِس قول کے قائلین کی بہترین دلیل ﴿تُكَلِّمُهُم﴾ کے الفاظ ہیں کہ وہ دابہ کلام کرنے والا ہو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا۔ اگر تو دابہ سے مراد انسان لیا جائے تو پھر اِس دابہ کے خروج کے خرقِ عادت ہونے کی کوئی وجہ سمجھ سے بالاتر ہے اور اِس کا قیامت کی دس نشانیوں میں ذکر کرنا بھی سمجھ میں نہیں آتا' کیونکہ اہلِ بدعت کے ساتھ مناظرہ کرنے والے تو بہت زیادہ ہیں [اور دابہ جس کا ذکر قرآن میں ہے' وہ ایک ہے] پس اِس صورت میں آیت میں کوئی خصوصیت باقی نہیں رہتی اور دابۃ الارض کے قیامت کی دس نشانیوں میں ذکر کی وجہ بھی درست معلوم نہیں ہوتی اور [انسان مراد لینے کی صورت میں] خاص طور پر اُس کا ظہور اُس وقت جبکہ قیامت واقع ہو' سمجھ سے بالاتر ہے۔ پھر اگر اِس سے مراد انسان لے بھی لیا جائے تو پھر یہ بات سمجھ نہیں آتی ہے کہ عالم' فاضل' مناظر اور امام کے رتبے پر فائز انسان کو دابہ یعنی جانور کہہ دیا گیا ہے۔ فصحائے عرب کی یہ عادت نہیں ہے اور نہ ہی اِس میں علماء کی کوئی تعظیم ہے کہ انہیں دابہ [جانور] سے تشبیہ دی جائے۔ اِسی طرح اہلِ عقل کی بھی یہ عادت نہیں ہے کہ انسان کو دابہ [جانور] سے پکاریں۔ پس بہترین قول وہی ہے جو اہلِ تفسیر کا ہے اور اللہ تعالیٰ حقائق کا علم بہتر جانتا ہے۔''

دریائے فرات سے سونے کا خزانہ برآمد ہونا

قیامت کی نشانیوں میں اِس کا تذکرہ بھی ملتا ہے کہ دریائے فرات سے سونے کا خزانہ برآمد ہوگا۔ خان صاحب اِس روایت کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک روایت کے مطابق' پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: ((یُوْشِكُ الْفُرَاتُ اَنْ یَحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ))(صحیح مسلم' کتاب الفتن) یعنی وہ زمانہ آنے والا ہے' جب کہ دریائے فرات میں سونے کا ایک خزانہ نکلے۔ اِس حدیث میں جو پیشین گوئی کی گئی ہے' اِس سے واضح طور پر پٹرول مراد ہے' جس کو موجودہ زمانے میں سیال سونا (liquid gold) کہا جاتا ہے اور جو بہت بڑی مقدار میں شرقِ اوسط کے عرب علاقے میں ظاہر ہوا ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۵۸)

خان صاحب نے یہاں بھی حسبِ عادت مکمل روایت نقل نہیں کی ہے اور صرف اتنا حصہ ہی نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے کہ جس سے اُن کی تاویل پر کوئی اعتراض قاری کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہن میں پیدا نہ ہو۔ مکمل روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

((یُوْشِكُ الْفُرَاتُ اَنْ یَحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَمَنْ حَضَرَهٗ فَلَا یَاْخُذْ مِنْهُ شَیْئًا))(صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب خروج النار)

''قریب ہے کہ فرات سے سونے کا ایک خزانہ برآمد ہو اور جو شخص بھی اُس کے پاس موجود ہو وہ اُس میں سے کچھ نہ لے۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے اِس 'سونے' (gold) کے خزانے سے کچھ لینے سے منع فرمایا ہے۔ اگر تو اِس کی تاویل تیل یا پٹرول سے کی جائے تو یہ تو ضروریاتِ زندگی میں سے ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ اِسے حاصل کرنے سے کیسے منع فرما سکتے ہیں؟ اگر تو ''ذَهَبٍ'' سے مراد تیل ہی ہے تو خان صاحب کو عرب مسلمان ممالک کی حکومتوں کو مشورہ دینا چاہیے کہ فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق وہ اِس گولڈ کو ہاتھ بھی نہ لگائیں اور بہتر ہے کہ اہل مغرب کے لیے چھوڑ دیں۔

اِس روایت کے اُسلوب بیان ہی سے واضح ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اِس خزانے کے ظہور کو ایک فتنہ اور آزمائش قرار دیا ہے' اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے اِس میں سے کچھ لینے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس کا فتنہ ہونا 'سونا' (gold) مراد لینے کی صورت میں ہی بہتر طور پورا ہوسکتا ہے۔

دُخان یا دھواں

قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی 'دخان' بھی بیان کی گئی ہے اور یہ مؤمنین کے لیے آزمائش اور کفار کے لیے عذاب کی صورت میں نازل ہوگا۔ خان صاحب اس کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک روایت کے مطابق' پیغمبر اسلام ﷺ نے قربِ قیامت کی دس نشانیوں کا ذکر فرمایا۔ اُن میں سے ایک نشانی دخان کا ظاہر ہونا ہے۔ دخان کے لفظی معنی دھواں کے ہیں۔ اِس روایت میں یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ ایک وقت ایسا آئے گا' جب کہ زمین کی پوری فضا دھویں سے بھر جائے گی۔ موجودہ زمانے میں یہ پیشین گوئی واقعہ بن چکی ہے۔ اس سے مراد واضح طور پر وہی چیز ہے جس کو موجودہ زمانے میں فضائی کثافت (air pollution) کہا جاتا ہے۔ جدید صنعتی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور نے تاریخ میں پہلی بار وہ چیز پیدا کی ہے جس کو کاربن ایمیشن (carbon emission) کہا جاتا ہے۔ اِس کے نتیجے میں پوری فضا کاربن ڈائی آکسائیڈ سے بھر گئی ہے، جو انسان جیسی مخلوق کے لیے انتہائی حد تک مہلک ہے۔ **فضائی کثافت کا یہ معاملہ پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانے میں ناقابل تصور تھا۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۵۹)

خان صاحب کے بقول فضائی کثافت کا یہ معاملہ پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانے میں ناقابل تصور تھا جبکہ قرآن مجید کے اولین مخاطبین میں بعض فقہاء صحابہ نے اس کا مصداق اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے کو ہی قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قریش مکہ کے اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت قبول نہ کرنے پر اللہ کے رسول ﷺ نے اُن کے خلاف بددعا کی کہ اُن پر ایسی قحط سالی کا عذاب آئے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم پر آیا تھا۔ پس قریش اِس قحط سالی کی وجہ سے مُردار اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے اور اُنہیں زمین کی خشکی اور بھوک کے سبب سے زمین و آسمان کے مابین دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ الروم)

پس 'دخان' کا ایک مصداق (confirmation) قریش مکہ پر قحط سالی کا آنے والا عذاب تھا لیکن اِس علامت کا کامل مصداق قیامت سے پہلے ظاہر ہوگا جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْنَ عَشْرَ آيَاتٍ: الدُّخَانُ وَالدَّجَّالُ وَالدَّابَّةُ وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنُزُوْلُ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَيَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ وَثَلَاثُ خُسُوْفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَآخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قِبَلِ تَطْرُدُ النَّاسُ اِلٰى مَحْشَرِهِمْ)) مسند أحمد: (٦٣/٢٦)

''قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دس علامات واقع نہ ہو جائیں۔ دخان، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، نزولِ عیسیٰ ابن مریم، یاجوج ماجوج، تین خسوف، ایک مشرق، دوسرا مغرب اور تیسرا جزیرہ نما عرب میں، اور آخری نشانی وہ آگ ہے جو ایک طرف سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانک کر اُنہیں میدان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حشر میں جمع کر دے گی۔''

اِس روایت میں 'دخان' دیگر علامات قیامت کے ساتھ جمع کیا گیا ہے جو اِس بات کی دلیل ہے کہ یہ نشانی بھی دیگر علامات کی طرح خرق عادات واقعات میں سے ہوگی۔

اللہ کے کلمہ کا غلبہ

روایات میں قیامت کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اللہ کا دین ہر کچے پکے مکان پر غالب ہو کر رہے گا۔ خان صاحب اِس کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرب قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ اُس زمانے میں اسلام کا کلمہ دنیا کے ہر چھوٹے اور بڑے گھر میں داخل ہو جائے گا (لاَ یَبْقٰی عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ بَیْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ اِلاَّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ کَلِمَةَ الْاِسْلَامِ۔ اِس سلسلے میں مزید یہ الفاظ آئے ہیں: بِعِزِّ عَزِیْزٍ، وَذُلِّ ذَلِیْلٍ (مسند أحمد، جلده، ص ٤)۔ یعنی عزت والے کو عزت کے ساتھ اور ذلت والے کو ذلت کے ساتھ۔ اِس سے مراد سیاسی طاقت نہیں ہے۔ یہ ایک اُسلوبِ کلام ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ خواہی نہ خواہی یعنی کوئی شخص چاہے یا نہ چاہے، اسلام کا کلمہ بہرحال اُس کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ یہ واقعہ کس طرح ہوگا۔ کمپیوٹر ایج نے اِس بات کو پوری طرح قابلِ فہم بنا دیا ہے۔ تاریخ میں پہلی بار یہ ممکن ہوا ہے کہ عملاً ہر گھر میں اور ہر آفس میں کمپیوٹر داخل ہو گیا ہے۔ انٹرنیٹ اور ویب سائیٹ پر تمام اسلامی معلومات بھری جا رہی ہیں۔ اب دنیا کے کسی بھی مقام پر اور کسی بھی آفس یا گھر میں ایک شخص اپنے کمپیوٹر کے ذریعے، اسلام کے بارے میں پوری معلومات خود اپنی زبان میں حاصل کر سکتا ہے۔ اِس معاملے پر غور کرتے ہوئے سمجھ میں آتا ہے کہ ہر گھر میں کلمہ اسلام کے داخلے سے مراد امکانی داخلہ (potential entry) ہے، نہ کہ واقعی داخلہ (actual entry)۔ اور امکانی داخلے کے اعتبار سے بلاشبہ اسلام کا کلمہ ہر گھر میں داخل ہو چکا ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۶۱۔۶۲)

مسند احمد کی مذکورہ بالا روایت کہ جس کی خان صاحب نے تاویل کی ہے، کی مکمل عبارت یوں ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لَا يَبْقٰى عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِيْزٍ اَوْ ذُلِّ ذَلِيْلٍ، اِمَّا يُعِزُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَيَجْعَلُهُمْ مِنْ اَهْلِهَا اَوْ يُذِلُّهُمْ فَيَدِيْنُوْنَ لَهَا))(مسند أحمد: ٢٣٦/٣٩)

''زمین کی پشت پر کوئی کچا یا پکا مکان باقی نہ رہے گا لیکن اللہ تعالیٰ اس میں اسلام کے کلمہ کو داخل کر دے گا' عزت والے کی عزت کے ساتھ اور ذلیل کی ذلت کے ساتھ' یا تو اللہ تعالیٰ اُنہیں عزت بخشے گا اور وہ اسلام کا کلمہ قبول کر لیں گے یا پھر اُنہیں ذلیل ورسوا کرے گا اور وہ اِس کلمے کی اطاعت قبول کر لیں گے۔''

خان صاحب نے حسب عادت یہاں بھی اپنے اقتباس میں روایت کا وہ حصہ نقل نہیں کیا جو کلمہ کے غلبے کا معنی متعین کرنے میں اہم حیثیت کا حامل تھا۔روایت میں ((فَيَدِيْنُوْنَ لَهَا))کے الفاظ واضح کرتے ہیں کہ یہاں کلمہ کے غلبہ سے مراد اُس کا بالفعل اور سیاسی غلبہ مراد ہے۔مسند احمد ہی کی ایک روایت میں ((لَيَبْلُغَنَّ هٰذَا الْاَمْرُ))کے الفاظ بھی ہیں کہ جن میں لفظ' اَمر' اِس کلمہ کی سیاسی غلبے کی حیثیت کو واضح کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں اِسی روایت کے آخر میں راوی حدیث جناب تمیم داری رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:

"وَكَانَ تَمِيْمٌ الدَّارِي يَقُوْلُ قَدْ عَرَفْتُ ذٰلِكَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ لَقَدْ اَصَابَ مَنْ اَسْلَمَ مِنْهُمُ الْخَيْرُ وَالشَّرْفُ وَالْعِزُّ وَلَقَدْ اَصَابَ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ كَافِرًا الذُّلُّ وَالصِّغَارُ وَالْجِزْيَةُ"مسند أحمد: ١٥٥/٢٨)

تمیم داری رضی اللہ عنہ (یہ روایت نقل کرنے کے بعد) کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنے گھر والوں کے بارے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی مکمل پائی کہ جس نے اُن میں اسلام قبول کر لیا تو اُسے شرف وخیر اور بزرگی حاصل ہوئی اور جو اُن میں کافر رہا تو وہ ذلیل وحقیر رہا اور جزیہ ادا کرتا رہا۔''

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کے ارشادات کے اولین مخاطب تھے' وہ بھی اِس روایت کے مفہوم سے سیاسی غلبہ ہی مراد لیتے تھے' ورنہ تو جزیہ ادا کرنے کی بات کا کوئی مطلب نہیں بنتا۔صحابی رسول تمیم داری رضی اللہ عنہ نے اِس روایت کا جو معنی بیان کیا ہے' وہ اس روایت کا ایک مصداق ہے جبکہ اِس کے کامل مصداق کا ظہور قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ہوگا۔ایک روایت کے الفاظ ہیں:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا' فَیَکْسِرَ الصَّلِیْبَ' وَیَقْتُلَ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعَ الْجِزْیَةَ وَیَفِیْضَ الْمَالُ حَتّٰی لَا یَقْبَلَهٗ اَحَدٌ حَتّٰی تَکُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَیْرًا مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا)) ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْ هُرَیْرَةَ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ : ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا﴾)(صحیح البخاری' کتاب أحادیث الأنبیاء' باب نزول عیسی بن مریم)

''اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' عنقریب تمہارے مابین عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ایک عادل حکمران کی صورت میں نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کر دیں گے۔ جزیہ کو ختم کر دیں گے۔ مال کی اِس قدر کثرت ہو جائے گی کہ اُسے کوئی قبول کرنے والا باقی نہ رہے گا۔ اور ایک سجدہ اُس وقت دنیا و مافیہا سے بہتر سمجھا جائے گا۔'' یہ روایت نقل کرنے کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب تم چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو: ''اور اہل کتاب میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اُن کی موت سے پہلے اُن پر ایمان نہ لائے' اور وہ قیامت والے دن اُن پر گواہ ہوں گے۔''

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((ثُمَّ یَمْکُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِیْنَ لَیْسَ بَیْنَ اثْنَیْنِ عَدَاوَةٌ))(صحیح مسلم' کتاب الفتن و أشراط الساعة' باب فی خروج الدجال)

''پھر لوگ سات سال تک اس طرح رہیں گے کہ دو افراد کے مابین بھی دشمنی نہیں ہو گی۔''

خان صاحب نے اسلام کے کلمہ کے غلبہ کی جو تاویل پیش کی ہے یعنی کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ذریعے اسلام کے پیغام کا ہر گھر تک پہنچنا' اِس معنی میں تو اسلام کے علاوہ کفر کا کلمہ بھی ہر کچے پکے مکان میں داخل ہو گیا ہے' بلکہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ذریعے اصلاً تو کفر کا کلمہ ہی داخل ہوا ہے اور اسلام تو برائے نام ہے۔ پس اِس تاویل کی صورت میں اللہ کے کلمہ کے غلبے کا کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلمہ گو مسلمان کا باقی نہ رہنا

بعض روایات کے مطابق قربِ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ زمین پر کوئی کلمہ گو مسلمان باقی نہ رہے گا اور قیامت' کفار اور شریر قسم کے لوگوں پر قائم ہوگی۔ خان صاحب نے اِس کی بھی تاویل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ایک روایت کے مطابق' پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْاَرْضِ: اللّٰهُ، اللّٰهُ)) (صحیح مسلم' کتاب الإیمان؛ الترمذی' کتاب الفتن) یعنی قیامت صرف اُس وقت قائم ہوگی جب کہ زمین پر کوئی اللہ' اللہ کہنے والا باقی نہ رہے۔ اِس حدیث میں قول سے مراد قول لسان نہیں ہے' بلکہ قولِ معرفت ہے' جیسا کہ قرآن (المائدۃ: ۸۳) سے ثابت ہوتا ہے..... موجودہ زمانے میں ایسے لوگ تو کثرت سے ملیں گے جو تکرارِ لسان کے طور اللہ کا نام لیں گے' مگر اللہ کے نزدیک ایسے لوگوں کی کوئی قیمت نہیں' اور جہاں تک حقیقی معنوں میں اللہ کو یاد کرنے کا سوال ہے' ساری زمین پر بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جو اِس معاملے میں مطلوب معیار پر پورے اتریں۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۶۰۔۶۱)

خان صاحب کی یہ تاویل اللہ کے رسول ﷺ کے اُن صریح ارشادات کے خلاف ہے جن میں کلمہ سے مراد 'زبان کا کلمہ' لیا گیا نہ کہ معرفت کا کلمہ' جیسا کہ خان صاحب کا بیان ہے۔ ایک روایت کے مطابق نزولِ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور قتل دجال کے بعد اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجیں گے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

((ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيْحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ ' فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ اَوْ اِيْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْهُ' حَتّٰى لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ دَخَلَ فِيْ كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ' حَتّٰى تَقْبِضَهُ)) (صحیح مسلم' کتاب الفتن وأشراط الساعة' باب فی خروج الدجال)

''پھر اللہ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا اور زمین کی سطح پر کوئی ایک شخص بھی ایسا باقی نہ رہے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو۔ یہاں تک کہ اگر تم (اہل ایمان) میں سے کوئی ایک شخص پہاڑ کی کھوہ میں بھی گھس جائے گا تو وہ ہوا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس میں بھی داخل ہو کر اُسے قبض کر لے گی۔''

ایک روایت میں اِن الفاظ کا اضافہ بھی ہے:

((ثُمَّ يَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ عَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ)) صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق)

''پھر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے اور اُن پر قیامت قائم ہوگی۔''

بیت اللہ کو آگ لگانا

قیامت کی نشانیوں میں یہ بھی روایات میں بیان ہوا ہے کہ بیت اللہ کو آگ لگائی جائے گی۔ خان صاحب اِس کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک روایت کے مطابق، پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدَ قَلِيْلٍ اَمْرًا عَظِيْمًا، يُحَرَّقُ الْبَيْتُ، وَيَكُوْنُ وَيَكُوْنُ)) صحيح مسلم، كتاب الفتن۔ یعنی آئندہ تم ایک امرِ عظیم دیکھو گے، وہ یہ کہ ایک گھر جلا دیا جائے گا۔ ایسا ہوگا اور ضرور ہوگا۔ حدیث کے الفاظ پر غور کیجیے تو یہ کسی عام گھر کو جلانے کی بات نہیں ہے، بلکہ وہ ایک بہت بڑے گھر کو جلانے کی بات ہے، جیسا ''گھر'' قدیم زمانے میں موجود نہ تھا۔ **اِس پیشین گوئی سے غالباً وہ واقعہ مراد ہے جو ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو نیویارک (امریکا) میں پیش آیا**... اِس انوکھی پیشین گوئی کا حرف بہ حرف پورا ہونا، اِس بات کی یقینی علامت ہے کہ اب قیامت کا وقت قریب آ چکا ہے، اِس کے آنے میں اب زیادہ دیر نہیں۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۵۹۔۶۰)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ روایات میں ((البَيتَ)) کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس میں الف، لام تعریف کا ہے اور شرعی عرف میں ((البَيتَ)) سے مراد 'بیت اللہ' ہی ہوتا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِاعْتَمَرَ﴾ (البقرة: ۱۵۸)

''پس جس نے گھر کا حج یا عمرہ کیا۔''

اسی طرح آیاتِ مبارکہ ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ﴾ (عمران: ۹۷) اور ﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ﴾ (الأنفال: ۳۵) اور ﴿فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ﴾ (قريش: ۳) وغیرہ میں بھی ((البَيتِ)) سے مراد 'بیت اللہ' ہی ہے۔ پس اِس لفظ کے شرعی عرف کی روشنی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان میں بھی ((البَیتَ))سے مراد 'بیت اللہ' ہی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کے اولین مخاطبین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے' لہٰذا آپ کے ارشادات کا کوئی ایسا معنی ومفہوم بیان کرنا جس کا ادراک (cognition) اولین مخاطبین کے لیے ناممکن ہو' درست نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اِس روایت کے معنی ومفہوم کا ادراک اوّلین مخاطبین ہی کے لیے ناممکن ہو تو اللہ کے رسول ﷺ نے اُن سے کلام ہی کیوں فرمایا؟ پس خان صاحب نے ((البَیتَ))کی جو تاویل کی ہے وہ ایسا معنی ہے کہ جس کا ادراک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے کسی طور ممکن نہیں تھا' لہٰذا اِس تاویل کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک ایسا کلام فرمایا ہے جس کا معنی ومفہوم جاننا اُن کے لیے ممکن نہ تھا۔ فیا للعجب!

قیامت کا واقع ہونا

مولانا وحید الدین خان صاحب کے بقول قیامت کی تقریباً تمام علامات ظاہر ہو چکی ہیں اور اب اُس کے وقوع کا وقت بہت ہی قریب ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ گلوبل وارمنگ (global warming) کے نتیجے میں ۲۰۵۰ء تک قیامت کے واقع ہونے کے قوی امکانات ہیں:

''موجودہ زمانے میں گلوبل وارمنگ کے نتیجے میں جو کلائمیٹ چینج کا واقعہ پیش آ رہا ہے' اِس کی روشنی میں مغربی سائنس داں یہ کہہ رہے ہیں کہ ۲۰۱۰ء تک موجودہ دنیا کا لائف سپورٹ سسٹم بہت زیادہ بگڑ جائے گا' **اور ۲۰۵۰ء تک شاید زمین پر ہر قسم کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: ستمبر ۲۰۰۷ء' ص ۱۰)

ایک اور جگہ ۲۰۵۰ء تک قیامت کے واقع ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اکیسویں صدی کے آتے ہی دنیا بھر کے سائنس دانوں نے اپنے مطالعے کے مطابق' متفقہ طور پر یہ اعلان کرنا شروع کر دیا ہے کہ زمین میں گلوبل وارمنگ اور موسمیاتی تبدیلی کے نتیجے میں نہایت تیزی سے تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ **جدید سائنسی مشاہدات کے مطابق' اِن تبدیلیوں کے نتیجے میں یہ ہونے والا ہے کہ تقریباً ۲۰۵۰ء سے پہلے ہی ہماری زمین ناقابل رہائش (inhabitable) ہو جائے۔**''
(ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۵۵)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خان صاحب کا یہ نقطہ نظر بھی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے خلاف ہے۔ ایک تو کسی شخص کو وقوعِ قیامت کی تاریخ یا سَن طے نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ اس کا یقینی علم اللہ ہی کے پاس ہے اور رسولوں کو بھی اِس کا متعین علم نہیں دیا گیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾(لقمان: ٣٤)

''بلاشبہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّى لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلاَّ هُوَ﴾(الأعراف: ١٨٧)

''وہ آپ سے قیامت کے بارے سوال کرتے ہیں کہ وہ کب واقع ہو گی۔ آپ کہہ دیجیے: اِس کا علم صرف میرے ربّ ہی کے پاس ہے۔ اِسے اُس کے وقت پر کوئی ظاہر نہیں کرے گا سوائے رب کے۔''

﴿لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلاَّ هُوَ﴾ یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ قیامت اپنے وقت پر خوب روشن ہو کر سامنے آئے گی' یعنی اُس کی علامات خوب روشن ہوں گی نہ کہ ایسی کہ جن کے لیے سطحی تاویلات کی ضرورت محسوس ہو۔ اِسی طرح بلاشبہ قیامت قریب ہے۔ آج سے چودہ سو سال پہلے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرما دیا تھا کہ میرے اور قیامت کے مابین اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ دو انگلیوں کے مابین ہے (صحیح البخاری' کتاب الرقاق' باب قول الرسول ﷺ بعثت أنا والساعة كهاتين) ور یہ دو انگلیوں کا فاصلہ بھی اللہ کے امر میں چودہ سو سال سے زیادہ پر محیط ہے۔ پس قرب سے مراد بھی اللہ کا قرب ہے اور اللہ کے قرب کی تعیین انسان کے لیے کرنا مشکل بلکہ ناممکن امر ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

اقامتِ دین اور نفاذِ شریعت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

اقامتِ دین اور نفاذِ شریعت

سابقہ چار ابواب میں ہم نے مولانا وحید الدین خان صاحب کے تصورِ علاماتِ قیامت کا جائزہ لیا تھا۔ ذیل میں ہم اُن کے تصورِ اقامتِ دین اور نفاذِ شریعت کا جائزہ لے رہے ہیں۔

خان صاحب کا تصورِ اقامتِ دین اور نفاذِ شریعت

ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ مولانا وحید الدین خان یکم جنوری ۱۹۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ اُنہوں نے ابتدائی تعلیم مدرسۃ الاصلاح' سرائے میر' اعظم گڑھ سے ہی حاصل کی اور ۱۹۳۸ء میں اِس مدرسہ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۴۴ء میں چھ سال بعد اُنہوں نے یہاں سے اپنی مذہبی تعلیم مکمل کر لی۔

اِسی دوران مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں سے متاثر ہوئے اور ۱۹۴۹ء میں جماعت اسلامی' ہند میں شامل ہوئے۔ کچھ ہی عرصہ میں جماعت اسلامی کی مرکزی 'مجلس شوریٰ' کے بھی رکن بن گئے۔ جماعت اسلامی کے ترجمان رسالہ 'زندگی' میں باقاعدگی سے لکھتے رہے۔ جماعت اسلامی میں شمولیت کے ۱۵ سال بعد خان صاحب نے جماعت کو خیر باد کہا۔ جماعت اسلامی سے علیحدگی کے بعد تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستہ ہو گئے لیکن ۱۹۷۵ء میں اُسے بھی مکمل طور پر چھوڑ دیا۔

اقامتِ دین' نفاذِ شریعت اور اسلام کے سیاسی پہلو کی نسبت خان صاحب کا نقطہ نظر کئی ایک تدریجی اور ارتقائی مراحل سے گزرا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ جماعت اسلامی میں جب اُنہیں فکرِ مودودی سے اختلاف شروع ہوا تو پہلے پہل وہ خود بھی واضح نہ تھے کہ وہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔ یعنی اُنہیں فکرِ مودودی سے اختلاف تو تھا اور اِس میں وہ بالکل واضح تھے لیکن اِس اختلاف کو متعین' مبین اور منضبط الفاظ کی صورت میں پیش کرنے کی اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنا اختلاف مخاطبین کو سمجھا نہیں پا رہے تھے۔ بعد ازاں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُنہوں نے تحریر کی صورت میں اپنے خیالات کو ممکن حد تک منضبط تو کر لیا اور اِس میں اُس وقت تک ردعمل معمولی نوعیت کا تھا لیکن آہستہ آہستہ ردعمل کی نفسیات میں اضافے کے سبب سے فکرِ مودودی کے بارے اُن کا موقف غلو کے تدریجی مراحل طے کرتے ہوئے اقامتِ دین' نفاذِ شریعت' جہاد' امامت وخلافت' سیاست' اسلامی تحریک اور اجتماعی اصلاح کی جمیع پُر اَمن کوششوں سے بھی ایک ''چڑان'' (irritation) کی صورت اختیار کر گیا اور اُسلوبِ نقد ونظر میں بھی خوارج جیسی شدت اور انتہا پسندی کا اظہار ہونے لگا۔

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے اُنہیں جو اختلافات تھے' اُس کا اظہار اُنہوں نے اپنی کتاب 'تعبیر کی غلطی' میں تفصیل سے کیا ہے جو پہلی مرتبہ ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی۔ اِس کتاب کا ابتدائی حصہ مولانا صدر الدین اصلاحی' مولانا جلیل احسن ندوی' مولانا ابواللیث ندوی اور مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ خط وکتابت پر مشتمل ہے۔ کتاب کا دوسرا حصہ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے تصور وتعبیر دین کی غلطی اور اِس کے نتائج کی وضاحت پر مشتمل ہے' جبکہ تیسرے حصے میں مولانا نے اپنے تئیں صحیح تصورِ دین کو پیش کیا ہے۔ فکرِ مودودی کے بارے میں خان صاحب کے نقطہ نظر کو ہم تین ادوار میں تقسیم کر رہے ہیں:

پہلا فکری دور

شروع شروع میں جب خان صاحب کو فکرِ مودودی سے اختلاف پیدا ہوا تو اُنہوں نے جماعت کے رفقاء سے اِس کا اظہار کرنا شروع کیا' لیکن چونکہ خان صاحب تا حال اپنے اختلاف کو بیان کرنے میں اتنے واضح اور متعین نہیں تھے لہٰذا عموماً سینئر رفقائے جماعت نے اُن کے اختلافات کو لفظی اختلاف کا نام دے کر معاملہ رفع کرنے کی کوشش کی۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

> ''ایک اور بزرگ جو جماعت میں انتہائی چوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں' ان سے بار بار گفتگو ہوئی مگر وہ ہمیشہ مجھ کو یہی سمجھاتے رہے کہ تم جو کچھ سوچ رہے ہو اُس میں اور جماعت کے فکر میں کوئی خاص فرق نہیں' دونوں تقریباً ایک ہی ہیں۔ یہ گفتگوئیں جون ۱۹۶۰ء سے لے کر ستمبر ۱۹۶۱ء تک رامپور' دہلی اور اعظم گڑھ میں ہوئیں —— اِس قسم کے اور بھی بعض افراد ہیں جنھوں نے مجھ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ محض لفظی فرق ہے' ورنہ حقیقتاً دونوں باتوں میں کوئی فرق

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں..... یہ گفتگوئیں اُس وقت کی ہیں جب کہ میری تحریر 'تعبیر کی غلطی' ابھی وجود میں نہیں آئی تھی۔'' (تعبیر کی غلطی: ص۲۴۔۲۵)

دوسرا فکری دور

جب خان صاحب نے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے اختلافات کو اپنی تحریر 'تعبیر کی غلطی' کی صورت میں مرتب کر لیا تو اُن کے فکرِ مودودی سے اختلافات کی نوعیت بہت حد تک واضح اور متعین ہو کر سامنے آ گئی۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''ایک بزرگ جو عالم بھی ہیں اور مجلس شوریٰ کے رکن بھی' انھوں نے تحریر دیکھنے کے بعد کہا کہ اِس سے پہلے آپ سے جو مختصر باتیں ہوئی تھیں' اُن سے میں نے یہ سمجھا تھا کہ آپ کو یہ اعتراض ہے کہ مولانا مودودی نے دین کی تشریح میں غلو کیا ہے' اور اِس معنی میں مجھے آپ سے اتفاق تھا۔ مگر اب آپ کی تحریر دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کا اعتراض یہ ہے کہ انھوں نے دین کی تعبیر ہی غلط کی ہے' اب مجھے آپ سے سخت اختلاف ہے۔'' (تعبیر کی غلطی: ص۲۶)

خان صاحب کے اِس دور کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فکرِ مودودی سے اختلاف میں نظری اعتبار سے بہت حد تک معتدل ہیں اگرچہ اُسلوبِ بیان میں سختی کا عنصر موجود ہے۔ شروع شروع میں فکرِ مودودی سے اُن کا اختلاف یہ تھا کہ فکرِ مودودی کے اجزائے ترکیبی درست ہیں لیکن ترتیب غلط ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا مودودی کے لٹریچر میں دین کی جو تشریح کی گئی ہے' اُس کے متعلق میرا شدید احساس ہے کہ وہ دین کے صحیح تصور سے ہٹی ہوئی ہے۔ **اِس تشریح کے اجزاء ترکیبی تو وہی ہیں جو اصلاً خدا کے دین کے ہیں' مگر نئی ترکیب میں اِس کا حلیہ اِس طرح بگڑ گیا ہے** کہ وہ بجائے خود ایک نئی چیز نظر آنے لگا ہے۔'' (تعبیر کی غلطی: ص۲۱)

ایک اور جگہ خان صاحب فکرِ مودودی پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیاست' جو اسلام کا ایک جز ہے' اُسے سامنے رکھتے ہوئے کل اسلام کی ایک نئی تعبیر پیش کی گئی ہے:

''**اس تعبیر پر میرا اعتراض دراصل یہ نہیں ہے کہ اِس نے سیاست کو اسلام میں کیوں شامل کر دیا۔** سیاست زندگی کا ایک لازمی جزء ہے اور کوئی نظریہ جو انسانی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی سے متعلق ہو وہ سیاست سے خالی نہیں ہوسکتا۔ **مجھے اِس سے بھی اختلاف نہیں ہے کہ کسی مخصوص وقت میں کوئی اسلامی گروہ سیاست پر کتنی قوت صرف کرے۔** یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک ہنگامی مرحلے میں کسی اسلامی گروہ کو اپنی بیشتر یا ساری قوت سیاسی تبدیلی کے محاذ پر لگا دینی پڑے۔ **میرا اعتراض دراصل یہ ہے کہ سیاست جو صرف اسلام کا ایک پہلو ہے اسی کی بنیاد پر پورے اسلام کی تشریح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔** ایک چیز اپنی صحیح حیثیت میں حقیقت ہوسکتی ہے لیکن اُس کو صحیح مقام سے ہٹا دیا جائے تو ایک صحیح چیز بھی غلط ہو کر رہ جائے گی۔'' (تعبیر کی غلطی: ص ۲۶۶)

ایک اور جگہ ہندوستان کی نسبت پاکستان میں نفاذِ شریعت اور امارتِ اسلامیہ کے قیام کی تحریک کے جواز کی بات کرتے ہوئے خان صاحب لکھتے ہیں:

''اب میں بتاؤں گا کہ مذکورہ بالا تشریح دین کے مطابق اِس وقت کرنے کا کام کیا ہے۔ **اِس سلسلے میں جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے۔ وہاں مولانا مودودی قانونِ شریعت کے نفاذ کی جو مہم چلا رہے ہیں اس کو شکلاً میں درست سمجھتا ہوں۔** پاکستان ایک مسلمان ملک ہے اور آزادی کے بعد اصولی طور پر وہاں کی آبادی کو یہ اختیار حاصل ہو گیا ہے کہ وہ اپنے یہاں جس طریق زندگی اور جس نظامِ معاشرت کو چاہے رائج کرے۔ **ایسی حالت میں پاکستان کی اُمتِ مسلمہ کا یہ فرض ہو گیا ہے کہ وہ اپنے درمیان اسلامی نظامِ امارت قائم کرے اور اِس کے تحت زندگی کے تمام شعبوں کو اسلامی احکام وقوانین کے مطابق منظم کرے۔ تاہم نفاذِ شریعت کی مہم میں حکمتِ تدریج کو ملحوظ رکھنا لازمی طور پر ضروری ہے۔**'' (تعبیر کی غلطی: ص ۳۲۸)

ایک اور جگہ ہندوستان اور پاکستان میں سیاسی نظام کے قیام کے امکانات اور منہج کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''**صحیح بات یہ ہے کہ ایک آزاد مسلم معاشرے کا فرض تو یقیناً یہی ہے کہ وہ اپنے درمیان اسلام کی بنیادوں پر ایک سیاسی نظام قائم کرے' کیونکہ اِس کے بغیر معاشرے کے پیمانے پر شریعت کی تعمیل نہیں کی جا سکتی۔** مگر جہاں مسلمان اِس حیثیت میں نہ ہوں' وہاں اسلام اُن کو خارجی زندگی کے لیے جو پروگرام دیتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے‘ وہ نصبِ امامت نہیں بلکہ انذار وتبشیر ہے۔ اِس انذار وتبشیر کی مہم میں جو مراحل بھی پیش آئیں‘ انھیں اِس میں پوری طرح ثابت قدم رہنا چاہیے۔ اگر انھوں نے ایسا کر دیا تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اُن کی مدد فرمائے گا اور اُن کے لیے ایسے حالات پیدا کرے گا جو انھیں اقتدارِ حکومت تک لے جانے والے ہوں۔ **پہلی صورت میں حکومت قائم کرنا اہل ایمان کا فرض ہے۔** دوسری صورت میں حکومت ملنا اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔'' (تعبیر کی غلطی: ص ۳۰۶)

ایک اور جگہ فکرِ مودودی سے پیدا ہونے والے غلو کے بارے میں لکھتے ہیں:

'' اِس تعبیر کے مطابق اسلامی مشن کا جو تصور سامنے آتا ہے وہ ہے 'نظام بدلنا'۔ **میں مانتا ہوں کہ اسلامی جدوجہد کے مراحل میں سے ایک مرحلہ یہ بھی ہے**‘ مگر اِس تعبیر نے اِس کو اِس کے واقعی مقام سے ہٹا دیا ہے۔'' (تعبیر کی غلطی‘ ص ۲۷۰)

اِسی طرح خان صاحب فکرِ مودودی میں غلو سے پیدا ہونے والے اراکین کی صفات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' ایسے لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ اپنے آپ سے غافل ہوں گے‘ مگر مسائل عالم کے موضوع پر گفتگو کرنے سے اُن کی زبان کبھی نہیں تھکے گی۔ نماز کی 'اقامت' سے انھیں کچھ زیادہ دلچسپی نہ ہوگی‘ مگر وہ حکومت الٰہیہ قائم کرنے کا نعرہ بلند کریں گے۔ اُن کی اپنی زندگی میں زبردست خلا ہوں گے‘ مگر وہ عالمی نظام کے خلا کو پُر کرنے کی باتیں کریں گے۔ اُن کا گھر جہاں وہ آج بھی قوام کی حیثیت رکھتے ہیں‘ اُس میں اپنی بساط بھر عام دنیا پرستوں کے گھر کی تقلید ہو رہی ہوگی‘ مگر ملک کے اندر وہ قوام کی حیثیت حاصل کرنے کی تحریک چلائیں گے تاکہ ملک کو دنیا پرست لیڈروں کے اثرات سے پاک کر سکیں۔ اُن کا سینہ خدا کی یاد سے خالی ہوگا‘ مگر وہ اقتدار حاصل کر کے براڈ کاسٹنگ اسٹیشن پر قبضہ کرنے کی تجویز پیش کریں گے‘ تاکہ دنیا میں خدا پرستی کا چرچا کیا جا سکے۔ اپنی ذاتی ذمہ داریوں کے ادا کرنے کے لیے جن اصولوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے‘ اُن پر عمل کرنے میں وہ ناکام رہیں گے‘ مگر ملکی نظام سے لے کر اقوام متحدہ کی تنظیم تک کی اصلاح کے لیے ان کے پاس درجنوں اصول موجود ہوں گے۔ اُن کے کاغذی نقشے اور اخباری بیانات دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ ملتِ اسلام کا انھیں کس قدر درد ہے کہ کسی مسئلے کا دور قریب کا رشتہ بھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر ملت سے ثابت ہو جائے تو وہ اُس کو حل کرنے کے لیے بے قرار ہو جاتے ہیں' لیکن قریب جا کر دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ اُن کے اِس اظہارِ غم کی حیثیت رسمی تعزیت سے زیادہ نہیں ہے جو مرنے والے کے غم میں نہیں بلکہ صرف اِس اندیشے سے کی جاتی ہے کہ زندہ رہنے والوں کو شکایت ہو گی۔ اپنے آج کے حاصل شدہ دائرے میں وہ نہایت سطحی اور غیر ذمہ دارانہ زندگی گزار رہے ہوں گے' مگر اپنی انقلابی تحریک کی کامیابی کے بعد انھیں کام کا جو وسیع تر دائرہ حاصل ہو گا اُس کا نقشہ اِس طرح پیش کریں گے گویا خلافتِ راشدہ اَز سرِ نو دنیا میں لوٹ آئے گی۔'' (تعبیر کی غلطی : ص ۲۶۷)

بلاشبہ انقلابی تحریکوں کے کارکنان کی اصلاح کے بیان میں خان صاحب کے لیے یہ الفاظ بہت ہی قیمتی الفاظ ہیں۔ ایک اور جگہ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے فکری لٹریچر کی حیثیت کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' میں نے کہا کہ میرا اصل مسئلہ مولانا مودودی کے لٹریچر کا مسئلہ ہے — اُنہوں [جماعت اسلامی کے ساتھیوں] نے کہا اِس کا مطلب ہے کہ ہم لٹریچر کو بالکل غلط سمجھیں اور اُس کو ترک کر دیں۔ **میں نے کہا میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ اِس کو بالکل غلط سمجھیں اور نہ مکتبہ یا لائبریری میں اِس کی موجودگی پر مجھے اعتراض ہے۔ میرا اعتراض دراصل اُس کی حیثیت پر ہے۔** کیونکہ میرا خیال ہے کہ جماعت اسلامی کے حلقہ میں اِس کی حیثیت یہ بن گئی ہے گویا یہی لٹریچر جماعت اسلامی کی فکر کا مستند ترجمان ہے۔'' (تعبیر کی غلطی: ص ۱۰۰۔۱۰۱)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خان صاحب نے اپنی کتاب 'تعبیر کی غلطی' میں فکرِ مودودی میں غلو اور اُس سے پیدا ہونے والے نتائج کی نسبت جو توضیحات پیش کی ہیں وہ کافی حد تک درست ہیں اگرچہ بیان میں کہیں کہیں بے جا سختی موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس زمانے میں بھی' جبکہ تعبیر کی غلطی لکھی گئی تھی' جماعت کے سینئر رفقاء کی ایک تعداد نے خان صاحب کی اِس تنقید کو کھلے دل سے قبول کیا۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

'' ایک صاحب جو جماعت اسلامی کے ایک شعبہ کے ذمہ دار اعلیٰ اور مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں' انھوں نے کہا: اسپرٹ سے اتفاق tone سے اختلاف۔'' (تعبیر کی غلطی: ص ۳۰۔۳۱)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ، جو خان صاحب کی طرح جماعت اسلامی سے فکری اختلافات کی بنا پر علیحدہ ہوئے، کے بقول اُنہوں نے بھی مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی فکر میں اِس عدم توازن کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ اپنی تحریک، تنظیم اسلامی میں ختم کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ اُنہوں نے ایک طرف اپنی انقلابی تنظیم کے کارکنان کے اَذہان وقلوب میں عبادتِ رب کو مقصد زندگی اور رضائے الٰہی کو نصب العین بنانے کی فکر کو راسخ کیا تو دوسری طرف اجتماع ومعاشرے کی اصلاح کے ساتھ ساتھ فرد کے تزکیہ نفس اور ذاتی اصلاح کے عمل کو بھی شدومد سے موضوعِ تربیت بنایا۔

بہر حال خان صاحب اور جماعت اسلامی کے اراکین کی دوطرفہ سختی نے اسے ردّ عمل کا مسئلہ بنا دیا۔ اب ہمارے لیے یہ طے کرنا کہ سختی کا آغاز کس کی طرف سے ہوا، ایک مشکل امر ہے۔ اگرچہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اِس کی ابتدا خان صاحب کی طرف سے ہوئی۔ خان صاحب اپنی سختی کے بارے کھلے دل سے اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں تسلیم کرتا ہوں کہ میری تحریر کا انداز بظاہر سخت ہے۔'' (تعبیر کی غلطی: ص ۱۲۲)

جبکہ دوسری طرف مولانا جلیل احسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''جناب وحید الدین خان کو میرا سلام کہئے اور یہ کہ میرے اِس کارڈ میں اگر کچھ تلخی آ گئی ہو تو واجب ہے اُن پر کہ اِس کا خیال نہ کریں کیونکہ یہ تلخی خود اُن کی پیدا کردہ ہے۔'' (تعبیر کی غلطی: ص ۵۰)

بہر حال سختی اور تلخی پیدا کرنے کا آغاز اگرچہ 'تعبیر کی غلطی' کی ۱۹۶۳ء میں پہلی مرتبہ اشاعتِ عام کی صورت میں خان صاحب ہی کی طرف سے ہوا ہو لیکن یہ بھی ایک اَمر واقعہ ہے کہ جماعت کے حلقوں کی طرف سے اِس تلخی کا جواب، اینٹ کا جواب پتھر کی صورت میں دیا گیا اور اگلے بیس پچیس سالوں میں خان صاحب کے بقول اُن کی خوب کھچائی کی گئی۔ ۱۹۸۶ء میں خان صاحب لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ تعبیر کی غلطی میں جس فکر کو زیر بحث لایا گیا ہے وہ علمی میدان میں سراسر شکست کھا چکا ہے، مگر اِس کے افراد کی عصبیت اُن کو اعتراف پر آمادہ نہیں ہونے دیتی۔ اپنی شکست خوردہ ذہنیت کا مظاہرہ اب وہ اِس طرح کر رہے ہیں کہ وہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت منظّم طور پر راقم الحروف کو بدنام کرنے کی مہم چلا رہے ہیں' تنقید کے میدان میں اپنے کو عاجز پا کر وہ 'تنقیص' کے میدان میں اتر آئے ہیں۔ کاش انھیں معلوم ہوتا کہ اِس طرح وہ اپنے کیس کو مزید کمزور کر رہے ہیں۔ وہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ نہ صرف علمی دیوالیہ پن کا شکار ہیں بلکہ وہ اخلاقی دیوالیہ پن میں بھی مبتلا ہو چکے ہیں۔'' (تعبیر کی غلطی: ص ۱۱)

تیسرا فکری دور

جماعت کی طرف سے اِس بیس پچیس سالہ کشاکش نے خان صاحب میں تحریکی اور انقلابی فکر ہی سے اس قدر ردّعمل (reaction) پیدا کر دیا کہ اُنہیں سیاست' نفاذِ شریعت' جہاد اور اسلامی تحریک کے عناوین ہی سے 'چڑان' (irritation) پیدا ہو گئی۔ یہیں سے اُن کی شخصیت میں اِس فکر کے حوالہ سے عدمِ توازن اور غیر متعدل رویوں کے پروان چڑھنے کا عمل شروع ہوتا ہے اور ردعمل کی یہ نفسیات آہستہ آہستہ بذاتِ خود ایک فکر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ 'تعبیر کی غلطی' نامی اپنی کتاب جب خان صاحب نے جماعت کے ایک اعلیٰ ذمہ دار کو دکھائی تو اُنہوں نے بہت خوبصورت تبصرہ فرماتے ہوئے خان صاحب سے کہا:

''ابو الکلام صاحب' مودودی صاحب اور آپ تینوں ایک مشترک غلطی میں مبتلا ہیں۔ **وہ یہ کہ کچھ وقتی خرابیوں کا احساس کر کے انھیں دور کرنے کی کوشش کی مگر اصلاح حال کی کوشش غیر شعوری طور پر تعبیر دین کی کوشش بن گئی۔** جو چیز عملی اصلاح سے متعلق تھی اُس کو نظریاتی تشریح کی حیثیت دے دی گئی' نتیجہ یہ ہوا کہ افراط وتفریط پیدا ہوگئی' توازن باقی نہ رہا۔'' (تعبیر کی غلطی: ص ۳۰۔۳۱)

پس خان صاحب کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ وہ ایک تعبیر دین کی اصلاح کرتے کرتے کچھ خارجی اور داخلی عوامل واسباب سے متاثر ہوئے اور ضدی نفسیات (stubbornnes) اور تنقید پسندانہ مزاج کا شکار ہو کر ایک دوسری انتہا پسندی پر جا پہنچے کہ جس کا آغاز قریب قریب اُن کی کتاب 'راہِ عمل' مطبوعہ ۱۹۹۰ء سے ہوا۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی تمام بڑی بڑی تحریکیں حیرت انگیز طور پر انتہائی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناکامی کا شکار ہوئی ہیں۔ **مسلمان جب بھی کوئی تحریک اٹھاتے ہیں تو خدا اُن کے گھروندے کو ٹھوکر مار کر گرا دیتا ہے۔** ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی یہ تمام سرگرمیاں خدا کی نظر میں بالکل نامطلوب ہیں۔ اِس بنا پر وہ اُن کو حرفِ غلط کی طرح مٹا رہا ہے۔'' (راہِ عمل: ص ۱۱۰)

امریکہ میں ۹/۱۱ کے واقعہ کے بعد تو نفاذِ شریعت' اقامتِ دین' جہاد اور اسلامی نظام کے حوالہ سے مولانا کے بیانات میں غیر معمولی شدت پسندی نظر آنے لگی اور اُن کے نزدیک یہ اِن عناوین پر گفتگو ایک طرح کی گالی بن گئی۔ ایک جگہ مولانا لکھتے ہیں:

'' مگر میں نے ۱۸ اکتوبر کے فوراً بعد یہ کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ بم باری اِس مسئلے کا جواب نہیں۔ امریکی مدبرین اِس مسئلہ کو سادہ طور پر صرف ٹررزم کا ایک مسئلہ سمجھتے ہیں۔ اِس بنا پر اُن کا خیال ہے کہ وہ بمبارڈمنٹ کے ذریعہ اِس کا خاتمہ کر سکتے ہیں' مگر یہ اصل معاملے کا صرف ایک کم تر اندازہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ ''اسلامک ٹررزم'' ایک ایسے ٹررزم کا نام ہے جس کو ایک مقدس آئڈیالوجی کے ذریعے درست ثابت کیا گیا ہو۔ جو مسلمان سوسائیڈل بم دھماکہ کر کے امریکا کو چیلنج کر رہے ہیں' وہ دیوانے لوگ نہیں ہیں—— یہ آئڈیالوجی بلاشبہ صد فی صد غلط ہے' اسلام سے اِس کا کوئی تعلق نہیں' مگر اِس کے پیچھے سو سال سے زیادہ مدت کی لمبی تاریخ ہے۔ **سید جمال الدین افغانی' حسن البنا' سید قطب' محمد اقبال' آیت اللہ خمینی' سید ابو الاعلیٰ مودودی جیسے بہت سے لوگوں نے اسلام کا پولیٹیکل انٹرپریٹیشن کر کے انہیں یہ باور کرایا ہے کہ اسلام کا سب سے بڑا عمل جہاد ہے' جہاد کرو اور سیدھے جنت میں پہنچ جاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ اِس مسئلے کا واحد حل یہ ہے کہ اسلام کی غلط تعبیر پر قائم شدہ اس پولیٹیکل آئڈیالوجی کو ڈسٹرائے کیا جائے۔** یہ گن ورسز گن کا معاملہ نہیں بلکہ گن ورسز آئڈیالوجی کا معاملہ ہے اور اِس بے بنیاد آئڈیالوجی کو ڈسٹرائے کر کے ہی ہم اسلام کے نام پر کیے جانے والے ٹررزم کو ختم کر سکتے ہیں۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۰۷ء' ص ۳۳)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

'' میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ذاتی طور پر ہزاروں لوگوں کو مسٹر ٹررسٹ کے بجائے مسٹر نیچر بنانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اسلام کے نام پر موجودہ زمانے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جو ملیٹنسی چلائی جا رہی ہے' اُس کا تعلق حقیقی اسلام سے نہیں۔ یہ تمام تر اُس جدید لٹریچر کا نتیجہ ہے جس میں اسلام کا پولیٹسائزڈ ورژن (politisized version) پیش کیا گیا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ اِس کو دوبارہ ڈی پولیٹسائزڈ کیا جائے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۰۷ء' ص ۳۳۔۳۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

'' موجودہ زمانے میں انقلاب پسند مسلمانوں کا ایک عمومی نعرہ وہ ہے **جس کو شریعت محمدی کا نفاذ کہا جاتا ہے۔ یہ بلاشبہ ایک خود ساختہ نعرہ ہے۔ اِس کی تائید قرآن اور حدیث سے نہیں ہوتی۔** اس کے برحق ہونے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن اور حدیث میں کوئی حکم اِس طرح کے الفاظ میں آیا ہو: نفِّذ شریعة محمد (شریعت محمدی کو نافذ کرو) اور جب قرآن اور حدیث میں کوئی حکم اِس طرح کے الفاظ میں نہ آیا ہو تو اِس کی بنیاد پر سیاست چلانا بلاشبہ ایک مبتدعانہ سیاست ہے' وہ کوئی اسلامی کام نہیں۔ **نفاذِ شریعت کا تصور کوئی سادہ تصور نہیں' یہ اسلام کے اندر ایک بہت بڑی برائی داخل کرنے کے ہم معنی ہے۔** اِس تصور نے اسلام کو بزور نفاذ کا موضوع بنا دیا ہے' حالاں کہ اسلام اپنی حقیقت کے اعتبار سے اختیارانہ پیروی کا نام ہے۔ **''نفاذِ شریعت'' ایک خوبصورت لفظ ہے' لیکن عملی نتیجے کے اعتبار سے وہ تخریب کاری ہے' اور صرف تخریب کاری۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: اکتوبر ۲۰۰۹ء' ص ۲۹)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

'' **پاکستان کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ ایک منفی ملک کے طور پر وجود میں آیا۔ جس چیز کو پاکستان کے لوگ ''نظریہ پاکستان'' کہتے ہیں' وہ کیا ہے۔ وہ دراصل اینٹی ہندو سوچ کا ایک خوب صورت نام ہے' اور اینٹی ہندو سوچ کا مطلب ہے اینٹی مدعو سوچ' جو بلاشبہ اسلام میں حرام ہے۔** پاکستان اولاً اینٹی ہندو فکر کے تحت بنا۔ اِس کے بعد دھیرے دھیرے یہ فکر اینٹی آل فکر (anti all thinking) بن گیا۔ پاکستان کے تمام مسائل دراصل اِسی منفی سوچ کا نتیجہ ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق' اب یہ معاملہ اتنا بڑھ چکا ہے کہ پاکستان میں منفی سوچ کا خاتمہ تقریباً ناممکن ہے —— اب صرف ایک ہی چیز ممکن ہے' وہ یہ کہ افراد اپنے آپ کو اِس منفی طوفان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بچائیں ـــــ میرا مشورہ ہے کہ آپ حقیقت پسند بنیں، رومانی تصورات میں جینے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔ اِس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ آپ فکرِ اقبال اور فکرِ مودودی کے خول سے مکمل طور باہر آ جائیں، ورنہ آپ کے لیے کبھی بھی اپنی اصلاح ممکن نہ ہوگی۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۱ء، ص ۳۹)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

'' قرآن میں بتایا گیا ہے کہ تخلیق انسانی سے پہلے جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو اِس وقت وہاں آدم کے سوا دو مخلوق اور موجود تھی: فرشتے اور جنات۔ اللہ نے حکم دیا کہ تم لوگ آدم کے آگے جھک جاؤ۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی، لیکن ابلیس (جنات کا سردار) نے اللہ کے اس حکم کو ماننے سے انکار کیا، وہ اللہ کا باغی بن گیا۔ یہ تاریخ انسانی میں اتھارٹی (authority) کے خلاف بغاوت کا پہلا واقعہ تھا۔ **یہ سیاسی بغاوت یا پالیٹکس آف اپوزیشن بلاشبہ شیطان کی سنت ہے۔ اتھارٹی سے ٹکرائے بغیر اپنا کام کرنا، یہ ملائکہ کا طریقہ ہے۔ اور اتھارٹی سے ٹکراؤ کر کے پالیٹکس آف اپوزیشن کا ہنگامہ کھڑا کرنا، شیطان کا طریقہ۔** عجیب بات ہے کہ یہ منفی سیاست پوری تاریخ میں مسلسل طور پر جاری رہی ہے، اہل ایمان کے درمیان بھی اور غیر اہل ایمان کے درمیان بھی۔ اِس منفی سیاست کا یہ براہ راست نتیجہ ہے کہ انسانی تاریخ، تعمیر کی تاریخ بننے کی بجائے، تخریب کی تاریخ بن گئی۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۱ء، ص ۱۸۔۱۹)

خان صاحب کو اِس انتہا پسندی تک پہنچانے والے عوامل میں جماعت کے ساتھیوں کی کھچائی کے علاوہ اُن کے اپنے مزاج کا بھی عمل دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص میں مزاج کی کچھ خوبیاں اور کچھ کوتاہیاں رکھی ہیں۔ خان صاحب کے کیس کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن مزاج کا ایک اہم وصف 'ضد' بھی ہے۔ ضد میں ایک اعتبار سے مثبت پہلو یہ بھی ہے کہ یہ انسان کو کسی کام کے کرنے پر اُکسانے اور اُس پر ڈٹ جانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ پس اِس پہلو سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعض حالات میں ضد انسان کو اُس کے مشن میں پُرعزم رکھتی ہے، لیکن یہی ضد بے اعتدالی اور غیر متوازن رویوں کا باعث بھی بنتی ہے جیسا کہ ہمیں خان صاحب کی شخصیت میں نظر آتا ہے۔ خان صاحب کی مولانا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلیل احسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ۱۹۶۲ء میں جو خط وکتابت ہوئی اُس میں مولانا جلیل احسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''رام پور میں کئی ایک اصحاب سے (میری گفتگو ہوئی تھی) اُن سب اصحاب کی یہ متفقہ رائے تھی کہ آپ ایک بات جب اپنے ذہن میں جما لیتے ہیں' تو پھر اُس میں کسی تبدیلی کے لیے سوچنا بالکل خارج از بحث ہو جاتا ہے۔ بھائی خدا کرے یہ بات غلط ہو' میرا بھی اندیشہ غلط ہو۔ لیکن اگر بات ایسی ہے جیسی کہ سنی ہے' اور جس کا خدشہ آپ کی یہ تحریر دیکھ کر مجھے بھی لاحق ہوا ہے' تو یہ طریقہ طالبین حق کا طریقہ نہیں ہے' اِس پر آپ کو سوچنا چاہیے۔'' (تعبیر کی غلطی: ص ۴۶)

مولانا ابواللیث ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک خط میں خان صاحب لکھتے ہیں:

''میرے فکری اختلاف کو دور کرنے کی کوشش تو پوری طرح نہیں کی گئی' البتہ اِس قسم کی باتیں خوب مشہور ہو رہی ہیں کہ یہ تو ہٹ دھرم آدمی ہیں۔ جس چیز کو پکڑ لیتے ہیں پھر اُسے نہیں چھوڑتے۔'' (تعبیر کی غلطی: ص ۹۶)

ہم یہ واضح کرنا چاہ رہے ہیں کہ خان صاحب تحریکی عمل کے ردِعمل میں جو اِس قدر انتہا پسندی کا مظاہرہ کر رہے ہیں تو اُس کا تاریخی پس منظر یا اسباب وعوامل کیا ہیں؟ لیکن یہ سوال اپنی جگہ اہم ہے کہ کیا یہ اسباب وعوامل اِس بات کا جواز فراہم کرتے ہیں کہ اجتماعی اسلامی تعلیمات' سیاست' نفاذِ شریعت' جہاد' اسلامی تحریک' خلافت وامامت کے حوالہ سے خوارج (Kharijites) کی سی انتہا پسندی کی حد تک مخالفت کا اظہار کیا جائے؟ تو اِس کا جواب قطعاً نفی میں ہے۔

خان صاحب کی تحریریں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ردِّعمل کی نفسیات اور مزاج کی ضد ومخالفت نے خان صاحب کو یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ دنیا جہاں کے موضوعات پر وہ بڑے ہی سکون' اطمینان اور ٹھہراؤ سے گفتگو کر رہے ہوں گے' بُرے سے بُرے آدمی میں بھی خیر کا کوئی ممکنہ پہلو دکھا دیں گے' لیکن جیسے ہی سیاست' خلافت' امامت' نفاذِ شریعت' اسلامی تحریک یا فکر مودودی کی بات آئے گی تو ان کی سوئی ۱۸۰ ڈگری گھوم جائے گی۔ ردِّ عمل کی نفسیات' ضد ومخالفت اور غیظ وغضب سے بھرے ایسے ایسے بیانات جاری کریں گے کہ جن کا صدور کسی صاحب عقل سے شاید استثنائی حالات میں بھی ممکن نہیں ہے۔ مثلاً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدنام زمانہ ہٹلر کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے خان صاحب لکھتے ہیں:

''میرا اندازہ ہے کہ **ہٹلر غیر معمولی صلاحیتوں کا آدمی تھا۔** واقعات بتاتے ہیں کہ ہٹلر کو آخری زمانے میں یہ احساس ہو گیا تھا کہ جنگ چھیڑنا اُس کی غلطی تھی.....ہٹلر **کے اندر بے پناہ حد تک قوت ارادہ موجود تھی۔ میرا اندازہ ہے کہ ہٹلر اگر زندہ رہتا تو شاید وہ اُمن کے لیے کوئی بڑا کام کرتا۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۳)

دوسری طرف ایک مسلمان اسکالر کی تقریر کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مغربی دنیا کے ایک مشہور مسلم مقرر نے وہاں کے مسلمانوں کی ایک کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ظالم حکمرانوں کے خلاف بغاوت، خدا کے لیے وفاداری ہے: Rebellion to a tyrant, obedience to God. یہ جملہ اسلام کی سیاسی تعبیر کے تحت بننے والے ذہن کی نمائندگی کرتا ہے۔ مسلمانوں کی جدید نسل عام طور پر اِس سیاسی تعبیر سے متاثر ہے۔ آج کی دنیا میں جگہ جگہ اسلامی انقلاب کے نام پر جو ہنگامے جاری ہیں، وہ اِسی سیاسی فکر کا نتیجہ ہیں۔ اس قسم کی نام نہاد انقلابی سیاست ہرگز اسلامی سیاست نہیں ہے۔ **اگر شدید لفظ استعمال کیا جائے تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ یہ اسلام کے نام پر ایک شیطانی سیاست ہے۔ اِس سیاست کا بانی اول خود شیطان ہے۔ آج جو لوگ اِس قسم کی سیاست کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں، وہ بلاشبہ شیطان کی پیروی کر رہے ہیں، نہ کہ اسلام کی پیروی۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۱ء، ص ۱۸)

انقلابی فکر کے بارے خان صاحب کے نقطہ نظر کا علمی جائزہ

خان صاحب کی اسلام کے تصورِ سیاست، اقامت دین اور نفاذِ شریعت کے بارے میں اُن کے تیسرے فکری دور کی یہ تعبیر سراسر بے بنیاد، لغو اور کتاب وسنت کی صریح ومبین تعلیمات کے خلاف ہے۔

1. ظالم حکمران کے ظلم وستم کے خلاف آواز بلند کرنا خدائی حکم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ (النساء: ۱٤۸)

''اللہ تعالیٰ بلند آواز میں برائی کا تذکرہ پسند نہیں فرماتا مگر اُس کے لیے جو مظلوم ہو۔''

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِسی طرح نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَفْضَلُ الْجِهَادُ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ))(سنن أبی داؤد' کتاب الملاحم' باب الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر)

''افضل جہاد ظالم حکمران کے خلاف کلمہ حق کہنا ہے۔''

٢ ظالم حکمران کے ظلم کے خلاف جدوجہد کرنا محمد رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ أُمَّةٍ قَبْلِيْ اِلاَّ كَانَ لَهٗ مِنْ أُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ' ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ' فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ' وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ' وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ))(صحيح مسلم' كتاب الإيمان' باب بيان كون النهی عن المنكر من الإيمان)

''مجھ سے پہلے کسی قوم میں اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ جس کے ایسے حواری اور ساتھی ایسے نہ ہوں جو اُس کے طریقے کے مطابق چلتے تھے اور اُس کے حکم کی پیروی کرتے تھے۔ پھر اُن کے بعد کچھ ناخلف قسم کے لوگ اُن کے جانشین بنتے تھے جو ایسی باتیں کہتے تھے کہ جن پر خود عمل نہیں کرتے تھے اور اُس پر عمل کرتے تھے کہ جس پر عمل کرنے کا اُن کو حکم نہیں دیا گیا تھا۔ **پس جس نے اُن کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کیا وہ مؤمن ہے' اور جس نے اُن کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کیا وہ مؤمن ہے' اور جس نے اُن کے ساتھ اپنے دل سے جہاد کیا وہ مؤمن ہے۔ اور اِس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔**''

٣ اِسی طرح ظالم' چاہے مسلمان ہو یا کافر' اُس سے بدلہ لینے کا حکم کتاب اللہ کا حکم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ﴾(الحجرات: ٩)

''پس تم لڑائی کرو اُس جماعت سے جو ظلم کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف لوٹ آئے۔''

یہ آیت اِس بات کی دلیل ہے کہ ظلم کرنے والے مسلمان کے ساتھ بھی لڑائی ضروری ہے تا کہ اُسے ظلم وفساد سے روکا جا سکے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ (شوریٰ: ۳۹)

''اور وہ لوگ کہ جن کے ساتھ اگر زیادتی یا ظلم ہو تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ (البقرۃ: ۱۹۴)

''پس جو کوئی تم سے زیادتی کرے تو تم بھی اس سے اتنی ہی زیادتی کرو جتنی کہ اس نے تمہارے ساتھ کی ہے۔''

لیکن اِن آیات کا یہ مطلب بالکل بھی نہیں ہے کہ انسان کے پاس ظلم کے اِزالے یا بدلہ لینے کی اہلیت و استطاعت نہ ہو اور پھر بھی وہ ظالم سے ٹکرا جائے اور اِس طرح اپنا مزید نقصان کر لے۔ یہ خطاب اُنہی لوگوں سے ہے جو ظلم کا بدلہ لینے کی استطاعت وصلاحیت رکھتے ہوں۔ اِس کی دلیل یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں جبکہ بدلہ لینے کی استطاعت وصلاحیت نہ تھی اُس وقت بھی ظلم ہو رہا تھا لیکن اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو صبر ومصابرت اور ہاتھ روکنے کا حکم تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ.....﴾ (النساء: ۷۷)

''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کہا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھ باندھے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو، پس جب اُن پر قتال فرض کیا گیا——''

اِس آیت میں صریحاً اشارہ ہے کہ پہلے ظلم کے مقابلے میں ہاتھ نہ اٹھانے کا حکم تھا، پھر بدلہ لینے کی اجازت بھی نازل ہوگئی۔ لہٰذا ظلم کے جواب میں صبر کرنا اور ظلم کے جواب میں بدلہ لینا دونوں ہی اسلام کے منہج ہیں اور تا حال جاری ہیں اور اِس کا فیصلہ حالات کے تحت ہوگا کہ صبر کرنا ہے یا بدلہ لینا ہے۔

خان صاحب اسلامی تحریکوں کو یہ الزام دیتے نظر آتے ہیں کہ یہ انقلابی تحریکیں عوام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر جبراً اسلام مسلط کرنا چاہتی ہیں ۔عرض یہ ہے کہ بیروزگاری کا عفریت' معاشی بدحالی' فقر وفاقہ کے نتیجے میں خودکشیاں' غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ' سٹریٹ کرائم کی کثرت' عدالتوں میں انصاف کا بحران' پولیس اور لینڈ مافیا کا ظلم وستم' امن وامان کی تباہی' انٹرنیٹ اور کیبل کی صورت میں عریانی و فحاشی کا سیلاب' وڈیرہ شاہی' جاگیردارانہ نظام' کرپشن' رشوت خوری' چوری وبھتہ' زنا و گینگ ریپ' عورتوں کو زندہ جلا دینا' غیر انسانی طبقاتی تقسیم' منشیات وشراب کی سرعام فروخت' ڈاکوؤں کی لوٹ مار' لسانی وعلاقائی تنظیموں کی قتل وغارت گری اور انگریزی قوانین کے نفاذ کا کون ذمہ دار ہے؟ موجودہ ظالمانہ اور استحصالی نظام یا انقلابی فکر؟ ہمارے نزدیک ان حالات میں دین اسلام کا یہ بنیادی تقاضا ہے کہ اِس ظالمانہ اور استحصالی نظام کے خاتمے اور عدل کے قیام کے لیے ہر قسم کی بھرپور پُرامن جدوجہد (peaceful struggle) کی جائے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

تصورِ جہاد واَمن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

تصورِ جہاد واَمن

سابقہ باب میں ہم نے مولانا وحید الدین خان صاحب کے تصورِ اقامت دین اور نفاذِ شریعت کا جائزہ لیا تھا۔ ذیل میں ہم اُن کے تصورِ جہاد اور تصورِ امن کا مطالعہ کرنے جا رہے ہیں۔

خان صاحب کا تصورِ جہاد

مولانا وحید الدین خان صاحب صرف دفاعی جہاد کے قائل ہیں اور وہ بھی صرف ریاست کے لیے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''**اسلام میں صرف دفاعی جنگ جائز ہے اور اِس کا اختیار بھی صرف حاکم قوت کو حاصل ہوتا ہے، کسی غیر حکومتی گروہ کو مسلح جہاد کی ہرگز اجازت نہیں۔** اسلام میں اگرچہ دفاع کے لیے جنگ کی اجازت ہے، لیکن اِسی کے ساتھ شدت سے اعراض کا حکم دیا گیا ہے، یعنی دفاع کے حالات پیدا ہونے کے باوجود آخری حد تک جنگ سے اعراض کی کوشش کی جائے گی۔ اِس سلسلے میں یہ بات نہایت اہم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صرف تین بار باقاعدہ جنگ ہوئی، یعنی بدر اور اُحد اور حنین کی جنگ۔ اِس کے سوا جن کو غزوہ کہا جاتا ہے، وہ یا تو صرف پُر اَمن مہمیں تھیں، مثلاً غزوۂ تبوک (۹ ہجری)، یا جنگ کی حالت پیدا ہونے کے باوجود جنگ سے اعراض مثلاً غزوۂ خندق (۵ ہجری) یا بعض واقعات کی صورت میں صرف جھڑپیں (skirmishes)۔ غزوۂ خیبر (۷ ہجری) کی نوعیت اسی قسم کی ہے۔ جنگ کے باقاعدہ واقعات بھی اِس طرح ہوئے کہ اُن میں عملاً صرف آدھے دن کی لڑائی ہوئی، یعنی دوپہر کے بعد جنگ کا آغاز اور شام تک جنگ کا خاتمہ، جیسا کہ غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد اور غزوۂ حنین کے موقع پر پیش آیا۔ اِس لحاظ سے یہ کہنا درست ہوگا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے ۲۳ سالہ دورِ نبوت میں مجموعی طور پر صرف ڈیڑھ دن کے لیے جنگ کی۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مارچ ۲۰۰۸ء، ص ۴۔۵)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خان صاحب کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ آج کے دور میں اقدامی جہاد وقتال منسوخ ہو چکا ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''قتال کی حیثیت گویا کہ وائلنٹ ایکٹوازم (violent activism) کی ہے۔ اِس کے مقابلے میں دوسرا طریق کار وہ ہے جس کو پیس فل ایکٹوازم (peaceful activism) کہا جاتا ہے۔ **یہ کہنا صحیح ہوگا کہ آج کی دنیا میں وائلنٹ ایکٹوازم منسوخ ہو گیا ہے اور اِس کی جگہ پیس فل ایکٹوازم نے لے لی ہے۔** اب پیس فل ایکٹوازم کے تحت ہر قسم کی سرگرمیوں کا حق انسان کو مل چکا ہے' صرف ایک استثنا کے ساتھ کہ وہ تشدد نہ کرے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: اکتوبر ۲۰۰۷ء' ص ۱۵)

خان صاحب کا یہ دعویٰ کہ اب صرف دفاعی جہاد وقتال جائز ہے اور اقدامی قتال منسوخ ہو چکا ہے' احادیثِ رسول کے خلاف ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْهَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ اَلْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ)) البخاری' کتاب الجهاد والسیر' باب الجهاد ماض مع البر والفاجر)

''گھوڑوں کی پیشانیوں میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک کے لیے خیر رکھ دی ہے۔ آخرت میں اجر وثواب اور دنیا میں مال غنیمت۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ((اَلْجِهَادُ مَاضٍ مَعَ الْبِرِّ وَالْفَاجِرِ)) کے نام سے عنوان باندھ کر اِس کے دوام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اِس روایت میں قیامت تک کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ روایت میں مال غنیمت کا ذکر ہے جس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ یہاں جہاد بمعنی قتال ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ عَلٰی مَنْ نَاوَاهُمْ حَتّٰی یُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ)) سنن أبی داوٗد' کتاب الجهاد' باب فی دوام الجهاد)

''میری اُمت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی اور اپنے مخالفین پر حاوی رہے گی یہاں تک کہ اُن کا آخری حصہ مسیح دجال سے قتال کرے گا۔''

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس روایت کو 'صحیح' کہا ہے۔(ایضاً) امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اِس روایت پر "دوام جہاد" کے نام سے باب باندھا ہے جو جہاد کے دائمی ہونے کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ ایک روایت جسے امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ہی نقل کیا ہے اور اگرچہ سند کے اعتبار سے قوی تو نہیں ہے لیکن ایک 'شاہد' کے طور پر اُسے نقل کیا جا سکتا ہے' میں بھی جہاد کے دائمی ہونے کا اشارہ موجود ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

((وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ إِلَى اَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ)(سنن أبي داوٗد' كتاب الجهاد' باب الغزو مع أئمة الجور)

''اور جہاد اِس وقت سے جاری ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے یہاں تک کہ اِس اُمت کا آخری حصہ مسیح دجال سے قتال کرے گا' اور اِس جہاد کو کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل روک نہیں سکے گا۔''

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اِس روایت کو نقل کرنے کے بعد 'سکوت' اختیار کیا ہے اور امام صاحب کے سکوت سے مراد اُن کے نزدیک اِس روایت کا 'صالح' ہونا ہے۔ یہ واضح رہے کہ اِس مضمون کی روایات میں جہاد اور قتال دونوں الفاظ وارد ہوئے ہیں جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ جہاد سے مراد علماء ومجاہدین دونوں کا جہاد ہیں۔ **علماء وفقہاء دین کے 'فکری غلبہ' کے لیے جہاد کرتے ہیں تو مجاہدین اِس کے 'عملی غلبہ' کے لیے۔ اسلام کا تفوق جس قدر دلیل وبرہان کی سطح پر مطلوب ہے' اُسی نسبت سے سیاسی غلبہ بھی مقصود ہے۔** اِن روایات میں دائمی جہاد سے مراد اہلِ علم کی جماعت کا جہاد بھی ہے' اِس کی دلیل صحیح مسلم کی ایک روایت ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَلَاتَزَالُ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ)(صحيح مسلم' كتاب الإمارة' باب قوله ﷺ لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق)

''اللہ تعالیٰ جس سے خیر کا ارادہ رکھتے ہیں تو اُسے دین کی سمجھ عطا کرتے ہیں' اور میری اُمت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی۔''

یہی وجہ ہے کہ امام بخاری اور اُن کے استاذ علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اِس جماعت سے مراد محدثین کی جماعت ہے۔ (سنن الترمذی' أبواب الفتن' باب ماجاء في الشام)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِسی طرح اِن روایات میں جہاد وقتال سے مراد مجاہدین کا جہاد بھی ہے' جیسا کہ سنن النسائی کی روایت کے الفاظ ہیں:

فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَذَالَ النَّاسُ الْخَيْلَ وَوَضَعُوا السِّلَاحَ وَقَالُوْا لَا جِهَادَ قَدْ وَضَعَتِ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا' فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِوَجْهِهٖ وَقَالَ: ((كَذَبُوا الْآنَ الْآنَ جَاءَ الْقِتَالُ' وَلَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ اُمَّةٌ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ وَيُزِيْغُ اللّٰهُ لَهُمْ قُلُوْبَ اَقْوَامٍ ' وَيَرْزُقُهُمْ مِنْهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَحَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ وَالْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ)) النسائی' كتاب الخيل)

''ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! **لوگوں نے اپنے گھوڑوں کو بے قیمت بنا دیا ہے' ہتھیار رکھ دیے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اب کوئی جہاد نہیں ہے' جنگ ختم ہو چکی ہے۔ پس اللہ کے ﷺ قائل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''وہ جھوٹ بول رہے ہیں' جنگ تو اب شروع ہوئی ہے۔** اور میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قتال کرتی رہے گی اور اللہ تعالیٰ اُن کے لیے لوگوں کے دلوں کو جھکا دے گا اور اُنہیں اُن کے سبب سے رزق دے گا' یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے اور اللہ کا وعدہ آ جائے۔ اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک کے لیے خیر باندھ دی گئی ہے۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اِس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے۔(ایضاً) پس جہاد وقتال ایک شرعی حکم کے طور پر قیامت تک باقی ہے اور اِس کی منسوخی کا دعویٰ ایک باطل دعویٰ ہے' جس کی کوئی دلیل عقل ونقل میں موجود نہیں ہے۔ اِس کے خلافِ عقل ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ دنیا کی ہر ریاست' چاہے وہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی' فوجی وعسکری طاقت کی حامل ہے۔ سیکولر ریاستوں کو اِس قدر اسلحہ' افواج' دفاعی بجٹ کی ضرورت کا احساس کیسے ہوا؟ مذہب کے تو وہ قائل ہی نہیں ہیں لہٰذا خدا کے لیے لڑائی (The Battle for God) کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ وہ عالمی طاقتیں کہ جنھوں نے اِس وقت دنیا کو جنگ کی بھٹی میں جھونک رکھا ہے' وہ سب کی سب سیکولر ریاستیں ہیں کہ جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے ہاں دو انتہائیں پیدا ہوئی ہیں۔ ایک انتہا تو یہ ہے کہ جہاد وقتال کی آیات سے دعوت وتبلیغ کا منہج (Methodology of Da'wah) منسوخ ہو چکا ہے اور اب قیامت تک مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل جنگ ہی ہے۔ یہ متشددین (extremists) کا نقطہ نظر ہے۔ دوسری انتہا یہ ہے کہ جہاد وقتال کا منہج (Methodology of Jihad) منسوخ ہو چکا اور اب قیامت تک اسلام کے نفاذ وقیام کا واحد منہج دعوت وتبلیغ اور منت وسماجت ہی ہے۔ یہ متجددین (modernists) کا نقطہ نظر ہے۔ اِن دونوں انتہاؤں کے مابین کتاب وسنت کا معتدل موقف یہ ہے کہ یہ دونوں مناہج تا قیامت باقی ہیں اور اپنے اپنے زمانے میں مسلمان اپنے حالات' اہلیت اور اسباب ووسائل کے اعتبار سے اِن میں سے جو بھی منہج زیادہ مناسب حال' مفید اور نتیجہ خیز ہو' اُسے اختیار کر سکتے ہیں۔ دعوت وتبلیغ تو ہر حال میں جاری رہے گی البتہ جہاد وقتال کی فرضیت کے لیے شرعی قیود اور شرائط کا ہونا ضروری ہے جن کی وضاحت کا یہاں موقع نہیں ہے۔

خان صاحب کا تصورِ اَمن

تصورِ جہاد کی طرح مولانا وحید الدین خان صاحب کا تصورِ اَمن بھی بہت ہی عجیب قسم کی منطق پر اُستوار ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

> '' تشدد کی دو قسم ہے۔ ایک' غیر فعال تشدد (passive violence)۔ اور دوسرا' فعال تشدد (active violence)۔ **غیر فعال تشدد یہ ہے کہ آپ دوسروں کو ظالم بتا کر اُن سے نفرت کریں۔ اور فعال تشدد یہ ہے کہ آپ دوسروں کو ظالم بتا کر اُن کے خلاف جارحانہ کاروائی شروع کر دیں۔ یہ دونوں صورتیں اسلام میں یکساں طور پر گناہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔** آپ دونوں میں سے جس تشدد کا ارتکاب کریں' آپ شجر ممنوعہ کا پھل کھانے کے مرتکب قرار پائیں گے۔ دونوں قسم کے تشدد کے درمیان صرف ظاہر کا فرق ہے' حقیقت کے اعتبار سے دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔'' (ماہنامہ الرسالہ: ستمبر ۲۰۰۹ء' ص ۹)

ظالم کو ظالم کہنا اور اِس سے ظلم کا بدلہ لینا دونوں ہی کتاب وسنت کی تعلیمات ہیں اور اِس بارے میں بیسیوں نصوص موجود ہیں' جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ (النساء: ۱۴۸)

''اللہ تعالیٰ کسی کی برائی کا تذکرہ بلند آواز میں پسند نہیں کرتا سوائے مظلوم کے [یعنی مظلوم کو اِس کی اجازت ہے کہ وہ ظالم کے خلاف آواز بلند کرے]۔''

اِسی طرح اللہ تعالیٰ اہل ایمان وتقویٰ کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ (الشوریٰ: ۳۹)

''اوران پر جب کوئی ظلم ہوتا ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔''

کتاب وسنت کی اِن معتدل تعلیمات کے برعکس خان صاحب اُمتِ مسلمہ کو مسیحی ماڈل کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''معرفت صرف اُن عورتوں اور مردوں کو ملتی ہے جو ہمیشہ مثبت سوچ کے ساتھ رہنے والے ہوں۔ مگر تجربہ بتاتا ہے کہ موجودہ دنیا میں کسی کے لیے بھی موافق حالات کا ملنا ممکن نہیں۔ ایسی حالت میں مثبت سوچ پر قائم رہنے کا فارمولا صرف ایک ہے' اور وہ ہے **یک طرفہ اخلاقیات** (unilateral ethics) **یعنی یک طرفہ طور پر دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرنا' خواہ وہ اچھا سلوک کرتا ہو یا برا سلوک۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: جون ۲۰۱۱ء' ص۲۴)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کی نفسیات اور مسیحی لوگوں کی نفسیات کے تقابلی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے درمیان بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے۔ **بعد کے زمانے میں مسلمانوں کی جو سیاسی تاریخ بنی اور ان کے یہاں جو لٹریچر تیار ہوا' اس کے نتیجے میں مسلمانوں کا ذہن یہ بنا کہ دشمن سے لڑو: Fight your enemy۔ اس کے برعکس' مسیحی لوگوں کا ذہن ان کی روایات کے مطابق' یہ بنا کہ دشمن سے محبت کرو: Love your enemy۔** یہی نفسیات دونوں قوموں کے اندر عمومی طور پر پائی جاتی ہے۔ جہاں تک صلیبی جنگوں' یا پہلی عالمی جنگ اور دوسری عالمی جنگ کا معاملہ ہے' وہ مسیحی عوام کی نفسیات کا مظاہرہ نہ تھا' بلکہ وہ کچھ مسیحی لیڈروں کی سیاسی معرکہ آرائی اور کشور کشائی کا نتیجہ تھا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جنوری ۲۰۱۰ء' ص۲۹)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَمر واقعہ یہ ہے کہ خان صاحب مسلمانوں کو برا بھلا کہنے کا کوئی موقع یا تاویل ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ وہ عیسائیوں اور مسیحیت کے گن گاتے ہیں جبکہ مسلمانوں کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکا میں غیر متوقع نوعیت کا بھیانک واقعہ ہوا۔ ایک خودکش ٹیم نے امریکا کے چار ہوائی جہازوں کو ہائی جیک کرلیا اور ان کو اڑاتے ہوئے لے جا کر نیویارک اور واشنگٹن کے اسکائی اسکریپرس (بلند بالا عمارتوں) سے ٹکرا دیا۔ اِس کے نتیجہ میں ہولناک تباہی برپا ہوئی۔ تقریباً سات ہزار آدمی اچانک ہلاک ہو گئے' وغیرہ۔ یہ گویا امریکا پر ایک فضائی حملہ تھا۔ اِس کے بعد امریکا نے انتقامی کارروائی کے طور پر ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو افغانستان کے اوپر بمباری شروع کر دی' کیوں کہ امریکا کے نزدیک ۱۱ستمبر کے واقعہ کا ماسٹر مائنڈ اسامہ بن لادن ہے' جس کو افغانی طالبان کی پوری حمایت حاصل ہے اور جو افغانستان میں اپنا ہیڈ کوارٹر بنا کر امریکا کے خلاف پُرتشدد کارروائیاں چلا رہا ہے۔ **۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو امریکا نے افغانستان کے خلاف جو کارروائی کی وہ انٹرنیشنل نارم کے مطابق درست تھی' کیونکہ وہ ڈیفنس کے طور پر کی گئی۔ اِس کے باوجود ایسا ہوا کہ ساری دنیا میں امریکا کو برا کہا جانے لگا'** امریکا کے خلاف لوگوں کی نفرت بہت زیادہ بڑھ گئی۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۰۷ء' ص ۳۰۔۳۱)

خان صاحب کی تحریروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر معاملہ میں مسلمانوں ہی کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں اور اِس عمل کا اُن کے پاس باقاعدہ جواز بھی موجود ہے۔ ایک جگہ دنیا کے ہر فساد و بگاڑ کی ذمہ داری مسلمانوں پر ڈالنے کے اپنے اِس عمل کی توجیہہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الرسالہ کا انداز قرآنی ہے' کیونکہ قرآن نے جنگ اُحد میں مسلمانوں کے جانی ومالی نقصان کی ساری ذمہ داری یک طرفہ طور پر اُنہی پر ڈالی **اور مشرکین مکہ کے جارحانہ اقدام پر کوئی تبصرہ نہیں کیا گیا۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مارچ ۲۰۰۷ء' ص ۴۵۔۴۶)

مشرکین پر دیگر بیسیوں مقامات پر قرآن نے جو رد کیا ہے' وہ خان صاحب کو نظر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیوں نہیں آتا؟ ہم یہی کہیں گے کہ انقلابی فکر کے ردِّعمل اور مسلمانوں کی تحریکی جدوجہد سے ضد کے سبب سے خود اہل اسلام ہی سے بغض ونفرت کے حوالہ سے اُن کے ذہن کی جو کنڈیشننگ ہو چکی ہے' اُس کی ڈی کنڈیشننگ اب ایک ناممکن اَمر معلوم ہوتی ہے۔

ایک جگہ خان صاحب لکھتے ہیں:

''یہ ایک عام تجربہ ہے کہ جب کوئی شخص ردعمل کی نفسیات کے تحت سوچے تو ہمیشہ اُس کی سوچ انتہا پسندانہ سوچ بن جاتی ہے۔ ایسا انسان کبھی معتدل انداز میں نہیں سوچ سکتا...اِس معاملے کی مثالیں مذہب اور غیر مذہب دونوں دائروں میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ یہ معاملہ اتنا زیادہ عام ہے کہ **شاید اِس میں کوئی استثناء نہیں**۔'' (ماہنامہ الرسالہ: اکتوبر ۲۰۰۹ء ص ۱۷)

خان صاحب نے بالکل سچ کہا ہے' کہ اِس معاملہ میں اُن کا بھی استثنا نہیں ہے اور ردِعمل کی نفسیات میں وہ جہاں پہنچ چکے ہیں' اُن کے لیے راہ اعتدال کی طرف واپس آنے کا کوئی رستہ نظر نہیں آتا سوائے اِس کے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی معجزہ ہو جائے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''قبولِ حق کی ایک رکاوٹ یہ ہوتی ہے کہ آدمی اپنے ذہن کا ایک خاص سانچہ بنا لیتا ہے۔ دھیرے دھیرے یہ سانچہ اتنا پختہ ہو جاتا ہے کہ اُس میں کسی تبدیلی کا امکان نہیں رہتا۔ اُس کے لیے صرف ایسی چیز قابل قبول رہ جاتی ہے جو اُس کے ذہنی سانچہ کو باقی رکھتے ہوئے اِس کے اندر جگہ حاصل کر کے مطمئن ہو جائے۔ کوئی ایسا تصور جو اُس کے ذہنی سانچہ کو توڑ کر اپنی جگہ بنانا چاہتا ہو' وہ اُسے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا' بلکہ وہ اُس پر غور کرنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھتا۔'' (تعبیر کی غلطی: ص ۳۴۰)

خان صاحب کا معاملہ بھی بالکل ایسا ہی ہو گیا ہے جیسا کہ وہ بیان کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے غور نہیں کیا' وہ لاشعوری طور اِس عبارت میں اپنے ذہن کا ہی تجزیہ پیش کر رہے ہیں۔

سوال تو یہ ہے کہ کیا یہ قطعی طور ثابت ہے کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے القاعدہ نے کروائے تھے؟ جبکہ امریکہ کے ٹاپ کلاس کے صحافیوں اور تجزیہ نگاروں کی ایک جماعت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا دعویٰ ہے کہ اِن حملوں میں اسرائیلی اور امریکی ریاستیں ملوث تھیں اور القاعدہ جیسی جماعت سے اِن حملوں کا تصور بھی ایک ناممکن امر ہے۔ تفصیل کے لیے عابد اللہ جان صاحب کی کتاب (The Genesis of the Final Crusade) کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ پھر یہ حملے بالفرض اگر القاعدہ نے کیے بھی تھے اور اُن کے مجاہدین افغانستان میں روپوش تھے تو عراق پر امریکی حملے کا کیا جواز تھا؟ یا افغانستان اور عراق میں اُن لاکھوں شہریوں (civilians)، عورتوں اور بچوں کا کیا قصور تھا جو امریکی بمباری کی وجہ سے شہید ہو گئے یا معذور ہو گئے یا زخمی ہوئے یا بے گھر ہو گئے؟ جبکہ خان صاحب اِس امریکی ظلم کو خدائی فیصلہ قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''۱۱ نومبر ۲۰۰۱ء میں نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو توڑنے کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ اِس واقعے کے بعد امریکا غضب ناک ہو گیا۔ اُس نے عراق اور افغانستان کے خلاف براہ راست طور پر اور پوری دنیا کے خلاف بالواسطہ طور پر ایک انتقامی جنگ چھیڑ دی۔ اِس جنگ میں نام نہاد جہاد کے اکابر رہنما یا تو مارے گئے یا وہ خاموش ہو گئے۔ **امریکا کا یہ آپریشن اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک خدائی آپریشن تھا۔ اس نے ان تمام طاقتوں کو زیر کر دیا جو اَمن اور دعوت کے مشن کے خلاف محاذ بنائے ہوئے تھے۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء، ص ۲۶)

سوال یہ ہے کہ خان صاحب جس مسیحی نفسیات یا تعلیمات کی دن رات مسلمانوں کو تلقین کرتے ہیں کہ اِنہیں اپنائیں یعنی دشمن سے محبت کریں، یک طرفہ اخلاقیات اختیار کریں، برائی کا جواب اچھائی سے دیں وغیرہ، کیا مسیحی دنیا یا یورپ اور امریکہ کو اِن تعلیمات کی ضرورت نہیں ہے؟ ایک طرف تو خان صاحب یہ دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں کہ مسیحی دنیا کی نفسیات ''دشمن سے محبت کرو'' (Love your enemy) ہے اور دوسری طرف اُنہیں امریکہ کی وحشیانہ کاروائیوں کو مذہبی جواز تلاش کر دینے کی فکر پڑی ہوئی ہے۔

امریکہ اگر مسیحی تعلیمات کو ترک کرتے ہوئے مسلم دنیا کو راکھ کا ڈھیر بنا دے تو خدائی مشن پورا ہو رہا ہے اور اگر مسلمان اس ظلم کے جواب میں ظالم کو کوئی تھپڑ رسید کر دیں یا ایسا کرنے کی کوئی بات کریں تو وہ 'مسٹر ٹرسٹ' بن جاتے ہیں۔ مسلمانوں سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالبہ یہ ہے کہ وہ ''دشمن سے محبت کرو'' (Love your enemy) کی نفسیات پر عمل کریں اور مسیحی دنیا ''دشمن سے لڑو'' (Fight your enemy) کی نفسیات پر عمل کرے تا کہ خدائی مشن کی تکمیل ہو! مرنے مارنے کا کام امریکہ کرے تو وہ خدائی مشن بن جاتا ہے! اور مسلمان کریں تو ٹررازم! کیا عجب نرالی منطق ہے! اور ردعمل کی نفسیات میں ذرا مسلم ممالک سے اظہارِ نفرت کی انتہا دیکھیں۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''موجودہ زمانے میں ۵۷ مسلم ملک ہیں۔ مگر یہ کہنا غالباً درست ہوگا کہ اس وقت اسلام کی خدمت کے جتنے مواقع امریکا میں ہیں، وہ غالباً کسی مسلم ملک میں بھی نہیں۔'' (ماہنامہ الرسالہ: اکتوبر ۲۰۱۰ء، ص ۹)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''امریکا میں اسلام کے نام پر جتنی سرگرمیاں ہوتی ہیں، اتنی سرگرمیاں غالباً کسی مسلم ملک میں بھی نہیں، وغیرہ۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جنوری ۲۰۱۱ء، ص ۳۴)

ایک اور جگہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ مسلم دنیا کے خلاف امریکی جنگ قومی مفاد کی جنگ ہے نہ کہ مسلمان یا اسلام دشمنی کی جنگ۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''امریکا کے عراق پر حملے سے پہلے عام طور پر مسلمانوں میں امریکا کے بارے میں اچھی رائے تھی۔ اِس وقت عرب لوگ یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے تھے کہ: أمریکا صَدِیق کبیر (امریکا ایک بڑا دوست ہے) لیکن بعد کے زمانے میں جب امریکا کی فوجوں نے عراق اور افغانستان پر حملہ کیا تو اِس کے بعد لوگوں کی رائے بدل گئی۔ اب عرب عام طور پر یہ کہنے لگے: أمریکا عدو الاسلام رقم واحد (امریکا اسلام کا دشمن نمبر ایک ہے)۔ امریکا کے بارے میں یہ منفی رائے دنیا بھر کے تمام مسلمانوں میں پائی جاتی ہے، خواہ وہ عرب ہوں یا غیر عرب۔ یہ سوچ موجودہ دنیا میں قابل عمل نہیں... مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ کیوں ایسا ہے کہ امریکا نے عراق پر بم باری کی، لیکن وہی امریکا سعودی عرب کی بھرپور حمایت کرتا ہے۔ امریکا ایک طرف اسرائیل کی مدد کرتا ہے اور دوسری طرف وہی امریکا پاکستان کو غیر معمولی مدد دے رہا ہے۔ جارج بش سینئر کے دور سے پہلے امریکا میں ایک بھی مسجد نہیں تھی اور آج امریکا میں ایک ہزار سے زیادہ مسجدیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اسلامک سنٹر) ہیں۔ امریکا میں اسلام کے نام پر جتنی سرگرمیاں ہوتی ہیں' اتنی سرگرمیاں غالباً کسی مسلم ملک میں بھی نہیں' وغیرہ۔ اِس تقابل پر غور کیجیے تو معلوم ہو گا کہ امریکا کا کیس نہ اینٹی اسلام کیس ہے اور نہ پرو مسلم کیس' بلکہ اُس کا کیس پروامریکا کیس ہے' یعنی امریکا جو کچھ کر رہا ہے' وہ اپنے قومی مفاد کے لیے کر رہا ہے' نہ کہ اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی کے لیے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جنوری ۲۰۱۱ء' ص ۳۴)

سوال یہ ہے کہ اگر امریکا نے افغانستان اور عراق پر حملہ اسلام اور مسلمان دشمنی میں نہیں کیا تو صدر بش نے اِس امریکی جنگ کو ''کروسیڈ'' (crusade) کیوں قرار دیا؟ اور کروسیڈ (صلیبی جنگیں) مفادات کی جنگ تھی یا مذہبی؟

باقی رہی یہ بات کہ امریکہ پاکستان کی امداد کیوں کر رہا ہے تو واضح ہے کہ پاکستان افغانستان کے خلاف امریکی جنگ میں اُسے لاجسٹک سپورٹ مہیا کر کے ایک ہراول دستے کا کردار ادا کر رہا ہے اور تا حال افغانستان میں بیشتر نیٹو سپلائی پاکستان سے جا رہی ہے۔ سعودی عرب کا معاملہ بھی یہی ہے کہ اُس نے بھی عراق کے خلاف امریکی جنگ میں امریکہ کو اپنے ہوائی اڈے اور تیل فراہم کیا اور اب تک وہاں امریکی افواج موجود ہیں۔ اِن ممالک پر امریکہ کے براہ راست حملہ آور نہ ہونے کی وجوہات میں سے اہم وجہ اُن ممالک کا امریکہ کی جنگ میں اُس کا ساتھ دینا اور ہراول دستے کا کردار ادا کرنا ہے۔

خان صاحب کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ان کا تصورِ اَمن وہ تصور ہے جو پچھلے ہزار سال میں پہلی دفعہ اُن کی طرف سے پیش ہوا ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''پچھلے ہزار سال میں مسلمانوں کے درمیان جو لٹریچر تیار ہوا' اِس میں سب کچھ تھا' مگر اِس میں دو چیز مکمل طور پر حذف تھی اور اور وہ ہے دعوت اور اَمن کا تصور۔ اِس کے بعد جب مغربی طاقتوں نے مسلم ایمپائر کو توڑ دیا تو اِس کے خلاف ردعمل کی بنا پر یہ ذہن اور زیادہ پختہ ہو گیا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیسویں صدی عیسوی پوری کی پوری' منفی سوچ اور منفی سرگرمیوں کی نذر ہو گئی۔ اِس پوری صدی میں نہ دعوت کا پیغام لوگوں کے سامنے آیا اور نہ اَمن کا پیغام' جب کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ راقم الحروف پر اللہ تعالیٰ نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استثنائی طور پر دعوت اور اَمن کی اہمیت کھولی۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء، ص ۲۳۔۲۴)

خان صاحب جس ''استثنا'' کو اپنے لیے فخر کا باعث سمجھتے ہیں، وہی درحقیقت اُن کا سب سے بڑا عیب ہے کہ اُمتِ مسلمہ کی ہزار سالہ تاریخ میں کسی کو دین کا صحیح تصور سمجھ ہی نہیں آیا اور اگر آیا ہے تو جناب خان صاحب کو آیا ہے۔ خان صاحب فخر کی جس نفسیات میں جی رہے ہیں، اُس کے بارے میں خود ہی لکھتے ہیں:

''انسان کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ہر عورت اور ہر مرد کے اندر ایک نفسیات مشترک طور موجود رہتی ہے، فخر اور نفرت۔ فخر کا جذبہ اپنے لیے، اور نفرت کا جذبہ دوسروں کے لیے۔ ہر آدمی اِنہیں دو احساسات کے درمیان جیتا ہے اور اِنہیں دو احساسات کے درمیان مر جاتا ہے... یہ دونوں جذبے اتنا زیادہ عام ہیں کہ اِس کو انسان کا عالمی مزاج کہا جا سکتا ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: اکتوبر ۲۰۰۹ء، ص ۲۷)

کتاب وسنت کا تصور جہاد واَمن

جہاں تک کتاب وسنت کے تصورِ جہاد واَمن کی بات ہے تو یہ معتدل تصور خان صاحب کے تصور سے کلیتاً مختلف ہے۔ اِس میں دعوت وتبلیغ بھی ہے اور جہاد وقتال بھی۔ ظلم کے خاتمے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قتال کو مشروع قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ﴾ (الحج: ۳۹)

''اجازت دی گئی اُن لوگوں کو [قتال کی] جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اِس وجہ سے کہ اُن پر ظلم ہوا۔''

اِس آیت میں 'باء' تعلیل کے لیے ہے، یعنی یہ جنگ کے حکم کی علت اور وجہ بیان کر رہا ہے۔ مفسرین کی توضیح کے مطابق جنگ کے حکم کی علت کفر یا شرک نہیں ہے۔ کفار یا مشرکین سے لڑائی کا حکم اِس لیے نہیں دیا گیا کہ وہ کافر یا مشرک ہیں یا اسلام کا مقصود دنیا کو کفار ومشرکین سے پاک کرنا ہے، بلکہ کفار اور مشرکین سے جنگ کے حکم کی بنیادی وجہ بھی ظلم ہی ہے، کیونکہ جہاں جس قدر شرک اور کفر ہوگا وہاں اتنا ہی ظلم ہوگا۔ اِس لیے کفار اور مشرکین سے لڑائی دراصل ظالمین (tyrants) سے جنگ ہے، کیونکہ ظلم اور شرک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریباً لازم وملزوم ہیں۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن میں کئی جگہ شرک کے لیے ظلم اور کفار کے لیے ظالمین کے الفاظ آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عادل ہیں اور ظلم کسی صورت برداشت نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ظلم مسلمان بھی کرے تو اُس سے بھی لڑائی ہوگی' جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ (الحجرات: ۹)

''اور اگر اہلِ ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو اُن کے درمیان صلح کرواؤ اور اگر [صلح کے بعد] اُن میں ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو تم سب اُس سے قتال کرو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔''

اِسی طرح اگر کافر' ظالم نہ ہو تو اُس کے ساتھ لڑائی نہیں ہوگی بلکہ ایسے کافروں کے ساتھ حسن سلوک بھی جائز ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ (الممتحنة: ۸)

''اللہ تعالیٰ تمہیں اُن کافروں سے حسن سلوک یا انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا کہ جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں قتال نہیں کیا اور نہ ہی تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

لہٰذا جہاد وقتال صرف اُن کفار اور مشرکین سے ہے جو کہ ظلم کے مرتکب ہوں۔

اب ظلم کئی طرح کا ہوتا ہے۔ ایک ظلم وہ ہے جس کا تعلق انسان کی اپنی جان سے ہوتا ہے جیسا کسی شخص کا کافر یا مشرک ہونا بھی ایک ظلم ہے۔ لیکن ایسا ظلم جو کہ کسی انسان کے اپنے نفس تک محدود رہے اور متعدی نہ ہو تو اِس ظلم کے خلاف جہاد وقتال نہیں ہے جیسا کہ یہود ونصاریٰ کے صریح کفر وشرک کے باوجود اللہ نے اُنہیں اسلامی ریاست کے شہری کے طور زندگی بسر کرنے کی اجازت دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ﴾(التوبۃ: ۲۹)

''تم اہلِ کتاب میں سے اُن لوگوں سے قتال کرو جو کہ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اُس کو حرام نہیں ٹھہراتے کہ جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام ٹھہرایا ہو اور دینِ حق کو بطور دین اختیار نہیں کرتے' یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔''

لیکن ایسا ظلم جو متعدی (transitive) ہو یعنی جس کے اثرات صرف انسان کی اپنی ذات تک محدود نہ ہوں بلکہ عوام الناس بھی اُس کے ظلم سے متاثر ہو رہے ہوں تو ایسے ظلم کے خلاف جہاد وقتال ہوگا۔

کتاب وسنت کی نصوص سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک کافر یا مشرک کا اقتدار اللہ تعالیٰ کبھی بھی برداشت نہیں کرتے' کیونکہ جہاں بھی کافر یا مشرک کی حکومت ہوگی وہاں ظلم متعدی ہوگا اور عوام الناس اِس ظلم سے متاثر ہوں گے' اِس لیے اہلِ کتاب کے انفرادی کفر وشرک کو تو برداشت کیا گیا ہے لیکن مذکورہ بالا آیت میں اُن کی ذلت ورسوائی اور اقتدار کے خاتمے کو قتال کی غایت وانتہا قرار دیا گیا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فتنے کے خاتمے اور اطاعت کا صرف اللہ ہی کے لیے ہو جانے کو قتال کا منتہائے مقصود بیان کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾(الانفال: ۳۹)

''اور اُن [مشرکین] سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین (اطاعت) کل کا کل اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔''

اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر وشرک کی حکومت واقتدار کو پسند نہیں کرتے' کیونکہ ایسی حکومت میں ہمیشہ ظلم ہوتا ہے لہٰذا ایسے ظالمانہ اقتدار کے خاتمہ کے لیے جہاد وقتال کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی اور مقامات پر بھی ایسے کفار سے قتال کا حکم دیا ہے جن کا ظلم متعدی ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا﴾(النساء: ۱۲۷)

''(اے مسلمانو!)اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے رستے میں قتال نہیں کرتے جبکہ کمزور مرد اور عورتیں اور بچے یہ کہہ رہے ہیں :اے ہمارے رب! ہمیں اِس بستی سے نکال کہ جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور تو ہمارے لیے اپنی طرف سے ایک ولی مقرر کر اور ہمارے لیے اپنی طرف سے ایک مددگار بنا۔''

ایک اور جگہ قرآن میں ایسے کفار سے دوستی اور حسن سلوک کرنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے جنہوں نے مسلمانوں پر ظلم کیا ہو۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ﴾(الممتحنة : ۹)

''اللہ تعالیٰ تو تم کو بس ان ہی لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے کہ جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے قتال کیا اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیا اور تمہارے نکالنے پر [تمہارے دشمنوں] کی مدد کی۔''

اللہ تعالیٰ نے جو احکامات دیے ہیں اُنہیں فقہائے اسلام نے دوطرح سے تقسیم کیا ہے' ایک حسن لذاتہ اور دوسرے حسن لغیرہ۔حسن لذاتہ سے مراد ایسے احکامات ہیں جو کہ فی نفسہ اسلام میں مطلوب ہیں' جبکہ حسن لغیرہ اُن احکامات کو کہتے ہیں جو فی نفسہ مطلوب نہ ہوں (أصول الفقه الإسلامی:۱/ ۱۳۰)یہ بات درست ہے کہ اسلام نے لڑائی جھگڑے کو فی نفسہ ناپسند قرار دیا ہے' جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا))(صحیح البخاری'کتاب الجهاد والسیر'باب كان النبی ﷺ إذا لم يقاتل أول النهار أخر)

''دشمن سے ملاقات کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرتے رہو' لیکن اگر تمہاری دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو پھر ڈٹ جاؤ۔''

اسلام نے کچھ مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے قتال کو فرض قرار دیا ہے اور وہ ظلم کا خاتمہ' عدل وانصاف اور امن وامان کا قیام ہے' لہٰذا قتال حسن لذاتہ نہیں ہے بلکہ حسن لغیرہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے ہر ملک میں بطور قانون مختلف قسم کی سزائیں نافذ العمل ہیں۔ یہ سزائیں جرمانے اور قید وبند کی صعوبتوں سے لے کر پھانسی کی سزا پر منتج

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہیں۔ یہ تمام سزائیں عقلاً مستحسن نہیں ہیں لیکن سیکولر ریاستیں بھی اَمن واَمان کے قیام کے لیے اِن سزاؤں کا نفاذ کرتی ہیں۔ پس اگر ریاست ظلم کو بزور بازو نہ روکے گی تو ظلم معاشرے میں بڑھے گا نہ کہ ختم ہوگا۔ اب اگر ریاست کو یہ تعلیم دی جائے کہ وہ ''دشمن سے محبت کرو'' کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے مجرموں کے لیے سزاؤں کی بجائے محض وعظ ونصیحت کی مجالس قائم کرے تو بحر وبر میں فساد برپا ہو جائے گا۔ بالکل اِسی طرح اسلام نے جہاد کے دوران ظلم کے خاتمے اور اَمن واَمان کے قیام کے لیے انسانوں کے قتل جیسے قبیح فعل کو جائز قرار دیا گیا۔ اور بالفرض جس مقصد کے حصول لیے جہاد وقتال کو جائز کہا گیا ہے اگر وہ مقصود ہی پورا نہ ہو رہا ہو یعنی ظلم ختم ہونے کی بجائے بڑھ رہا ہو تو ایسی صورت میں اِس جہاد وقتال کا جواز باقی نہ رہے گا۔

پس جہاد وقتال ہر ایسے فتنے' استحصال' کفر' شرک یا عدوان کے ختم ہونے تک جاری رہے گا کہ جس سے دوسروں پر ظلم ہو رہا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (الانفال: ۳۹)

''اور ان (یعنی مشرکین) سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین (اطاعت) کل کا کل اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔''

پس اِن آیات کا مفہوم یہ ہے کہ جہاد وقتال اُس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک کہ کفار کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم وتشدد کا سلسلہ جاری رہتا ہے یا جب تک کفر وشرک کے ظالمانہ اور استحصالی اقتدار کو ختم نہ کر دیا جائے۔ ظاہری بات ہے کہ کفار ومشرکین کے اپنے عقیدے پر قائم رہنے یا اُس کے مطابق عبادات کرنے سے کسی پر ظلم وزیادتی نہیں ہوتی' لہٰذا اُن سے اِس معاملے میں اطاعت جبراً نہیں کروائی جائے گی' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ﴾ (البقرۃ: ۲۵۶)

''دین [قبول کرنے میں] میں کسی قسم کا کوئی جبر نہیں ہے۔''

اِس ضمن میں سورۃ التوبہ کی آیت ۲۹ بھی ملاحظہ کر لی جائے' اور اِسی بات کو قرآن حکیم میں دو مقامات پر بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے:

﴿هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبة: ۳۳؛ الصف: ۹)

''وہی (اللہ تعالیٰ) ہے کہ جس نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجا قرآن مجید اور دین حق دے کر تاکہ وہ اِس کو تمام ادیان [باطلہ] پر غالب کر دے اگرچہ یہ مشرکوں کو کتنا ہی برا کیوں نہ لگے!''

اور اِسی بات کو اللہ کے رسول ﷺ نے یوں بیان فرمایا ہے:

((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لاَ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَیُقِیْمُوا الصَّلَاةَ وَیُـؤْتُوا الزَّكٰوةَ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَائَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلاَّ بِحَقِّ الْاِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ)) صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزکوة)

''مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اُس وقت تک قتال کروں جب تک کہ وہ یہ اقرار نہ کر لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ، اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم نہ کریں اور زکوٰۃ ادا نہ کریں۔ پس جب وہ یہ کر لیں گے، تو اپنے مال اور جانیں مجھ سے بچا لیں گے، سوائے اسلام کے حق کے، اور اُن کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔''

اِس حدیث مبارکہ میں ((الناس)) سے مراد مشرکین ہیں، کیونکہ سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کی ایک روایت میں ((اَنْ اُقَاتِلَ الْمُشْرِكِیْنَ)) کے الفاظ آئے ہیں۔ قرآن حکیم میں سورۃ التوبہ میں بھی یہ حکم اِن الفاظ میں بیان ہوا ہے:

﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ التوبة: ۵)

''پس تم مشرکین کو قتل کرو جہاں بھی اُن کو پاؤ اور اُن کو پکڑو اور اُن کا گھیراؤ کرو اور اُن کے لیے ہر گھات لگانے کی جگہ میں بیٹھو۔ پس اگر وہ لوٹ آئیں [کفر سے اسلام کی طرف] اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو اُن کا رستہ چھوڑ دو۔''

قرآن کے اِسی حکم کو اللہ کے رسول ﷺ نے ((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ)) کے الفاظ سے بیان کیا ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اِس حدیث کو اسی آیت کی تفسیر کے طور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر بیان کیا ہے۔ چونکہ اللہ کے رسول ﷺ کی بعثت مشرکین عرب کی طرف خاص طور پر ہوئی تھی اِس لیے اُن کے معاملے میں یہود و نصاریٰ اور دوسرے کفار کی نسبت زیادہ سختی کی گئی ہے اور اُن کے لیے جزیہ کی صورت بھی باقی نہیں رکھی گئی۔ پس مشرکین عرب کے لیے دو ہی صورتیں تھیں: یا تو اسلام قبول کر لیں یا پھر قتال کے لیے تیار ہو جائیں، یا تیسری ممکنہ (implied) صورت یہ تھی کہ حجاز کا علاقہ چھوڑ کر کہیں اور منتقل ہو جائیں۔

یہ واضح رہے کہ قتال کی اِس علت اور غایت کی بنیاد پر قتال اس وقت ہو گا جبکہ کوئی مسلمان ریاست یا اجتماعیت اُن اسباب و ذرائع اور استعداد و صلاحیت کی حامل ہو کہ جو اس کے لیے اَز بس ضروری ہیں۔ جب تک کفار سے جنگ کی استعداد و صلاحیت موجود نہیں ہے اُس وقت تک اسلام کے پھیلانے کا منہج دعوت و تبلیغ ہے نہ کہ جہاد و قتال۔ اور کفار کے ظلم کا جواب صبر ہے نہ کہ جنگ و جدال جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے مکی منہج سے واضح ہوتا ہے۔ پس کسی بھی معاشرے میں اسلام کے نفوذ کے لیے مسلمانوں کو حالات کے اعتبار سے بنیادی طور پر دو منہج دیے گئے ہیں:

1. دعوت و تبلیغ اور صبر و مصابرت
2. جہاد و قتال اور ظلم و ستم کا خاتمہ و نظامِ عدل کا قیام

دونوں مناہج کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے مختلف حالات میں کام کیا ہے اور اب بھی جیسے حالات ہوں گے ویسا ہی منہج اختیار کیا جائے گا۔ امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے ''البرھان'' میں ناسخ و منسوخ کی بحث کے تحت اِس موضوع پر عمدہ کلام کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسلام کے یہ دونوں مناہج تا حال برقرار ہیں اور حالات کے تحت کسی بھی منہج کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ (البرھان فی علوم القرآن: ۲/ ۴۳۔۴۴)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہفتم

ختم نبوت اور توہین رسالت کا مسئلہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہشتم

علمی وسیاسی مسائل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہفتم

ختم نبوت اور توہین رسالت کا مسئلہ

سابقہ باب میں ہم نے مولانا وحید الدین خان صاحب کے تصورِ جہاد واَمن کا ایک تجزیاتی مطالعہ پیش کیا تھا' جبکہ ذیل میں ہم ختم نبوت اور توہین رسالت کے مسئلہ پر اُن کے افکار کا ایک علمی جائزہ پیش کر رہے ہیں۔

خان صاحب اور ختم نبوت کا مسئلہ

مولانا وحید الدین خان صاحب کا دعویٰ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے بعد آج تک کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا ہے اور غیر پیغمبر کے لیے یہ ناممکن اَمر ہے کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے۔ رہے وہ لوگ کہ جن کی طرف دعوائے نبوت کی نسبت کی جاتی ہے تو اِس کی حقیقت غلط فہمی سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ خان صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

''آپ نے ساتویں صدی کے ربع اول میں یہ اعلان کیا کہ میں خاتم الانبیاء ہوں۔ اِس کے بعد سے لے کر اب تک کوئی شخص نبی کا دعوے دار بن کر نہیں اٹھا۔ گویا کہ آپ کے الفاظ تاریخ کا ایک فیصلہ بن گئے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص۱۰۔۱۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''یہ بات نہایت اہم ہے کہ **پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد پورے تاریخی دور میں ساری دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جو اپنی زبان سے یہ دعویٰ کرے کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔** اور جب کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا نہیں اٹھا تو پیغمبر اسلام کا یہ دعویٰ اپنے آپ ایک ثابت شدہ حقیقت بن گیا۔ **آپ کے اِس اعلان کے بعد تقریباً چودہ سو سال گزر چکے ہیں' لیکن ابھی تک کوئی بھی شخص ایسا نہیں اٹھا جو اپنی زبان سے یہ اعلان کرے کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔**'' (ایضاً: ص ۱۱۔۱۲)

خان صاحب کے بقول غیر پیغمبر کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جس طرح خدا کے سوا کوئی اور شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں خدائے ربّ العالمین ہوں' اِسی طرح کوئی شخص یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ **پیغمبری کا دعویٰ صرف کوئی سچا پیغمبر ہی کرسکتا ہے۔ کوئی غیر پیغمبر شخص دوسرے الفاظ بول سکتا ہے' لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں خداوند عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔**''
(ایضاً: ص۱۴)

جن لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے بعد نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا' جیسا کہ مسیلمہ کذاب' اسود العنسی اور غلام احمد قادیانی وغیرہ تو خان صاحب اُن سب کے دعووں کی تاویل کرتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

'' یہ بات نہایت اہم ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد پورے تاریخی دور میں ساری دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جو اپنی زبان سے یہ دعویٰ کرے کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں... اِس سلسلے میں کچھ نام بتائے جاتے ہیں جن کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اُنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا' مگر یہ خیال درست نہیں۔''
(ایضاً: ص۱۱۔۱۲)

ایک اور جگہ مسیلمہ کذاب کے دعوائے نبوت کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' مثلاً کہا جاتا ہے کہ آپ کے زمانے میں یمن کے مسیلمہ (وفات ۶۳۳ء) نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا' لیکن کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے کسی مستقل نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اُس نے صرف یہ کہا تھا کہ میں محمد کے ساتھ نبوت میں شریک کیا گیا ہوں۔'' (ایضاً' ص۱۲)

ایک اور جگہ اسود العنسی کے دعوائے نبوت کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' اِسی طرح آپ کے زمانے میں یمن میں ایک اور شخص پیدا ہوا' جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ شخص اسود العنسی (وفات ۶۳۲ء) تھا۔ **تاہم تاریخ کی کتابوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُس نے خود اپنی زبان سے یہ کہا تھا کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔** میرے مطالعے کے مطابق' اُس کا کیس ارتداد اور بغاوت کا کیس تھا' نہ کہ دعوائے نبوت کا کیس۔'' (ایضاً)

ایک اور جگہ غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' اِسی طرح کہا جاتا ہے کہ موجودہ زمانے میں ایسے دو افراد پیدا ہوئے جنہوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ بہاء اللہ خاں (وفات ۱۸۹۲ء) اور مرزا غلام احمد قادیانی (وفات ۱۹۰۸ء)' مگر تاریخی ریکارڈ کے مطابق یہ بات درست نہیں۔ بہاء اللہ خاں نے صرف یہ کہا تھا کہ میں مظہر حق ہوں۔ اُنہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ **اِسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے کبھی اپنی زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ اُنہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ میں ظل نبی ہوں' یعنی نبی کا سایہ ہوں۔** اِس طرح کے قول کو ایک قسم کی دیوانگی تو کہا جا سکتا ہے' لیکن اِس کو دعوائے نبوت نہیں کہا جا سکتا۔'' (ایضاً: ص۱۲۔۱۳)

جہاں تک خان صاحب کے اِس نقطہ نظر کا معاملہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے بعد کسی غیر پیغمبر کے لیے نبوت کا دعویٰ کرنا ممکن نہیں ہے' تو یہ ایک غلط موقف ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث مبارکہ ہی اِس دعویٰ کے بطلان کے لیے کافی ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثِيْنَ' كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّـهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ))(صحيح البخارى' كتاب المناقب' باب علامات النبوة فى الإسلام)

''اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ تیس کے قریب دجال اور کذاب نہ پیدا ہوں۔ان میں سے ہر ایک یہ سمجھتا ہو گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔''

اللہ کے رسول ﷺ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ دجال اپنے آپ کو' اللہ کا رسول' سمجھتے ہوں گے جبکہ خان صاحب کہتے ہیں کہ ایسا ممکن نہیں ہے۔ جہاں تک مسیلمہ کذاب کے دعوائے نبوت کی صراحت کا معاملہ ہے تو اُس کے لیے اتنا بیان ہی کافی ہے کہ مسیلمہ کذاب نے ۱۰ ہجری کے اواخر میں اللہ کے رسول ﷺ کو جو خط لکھا تھا اُس کا آغاز ہی اِن الفاظ سے ہوتا ہے:

((مِنْ مسيلمة رسول الله إلى محمد رسول الله ﷺ' أما بعد' فإنى أشركت فى الأمر معك' وإن لنا نصف الأرض ولقريش نصف الأرض))

(مستخرج أبى عوانة: ٣٦٥/٤)

''مسیلمہ اللہ کے رسول کی طرف سے محمد اللہ کے رسول ﷺ کی طرف' اما بعد۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے آپ کے ساتھ حکومت میں شریک کیا گیا ہے۔ [آپ کے بعد] نصف زمین پر ہماری حکومت ہوگی اور نصف پر قریش کی ہوگی۔''

خان صاحب نے اُس کے حکومت واقتدار میں شراکت کے اِس دعویٰ کی یہ تاویل کی کہ اُس نے اللہ کے رسول ﷺ کی حکومت میں شراکت کا دعویٰ کیا تھا' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اُس نے اللہ کے رسول ﷺ کے نبوت کے متوازی (parallel) اپنی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اِس دعوائے نبوت کی بنیاد پر ہی اقتدار میں بھی آپ ﷺ کی حکومت میں شراکت کا دعویدار تھا۔

جہاں تک اسود العنسی کے دعوائے نبوت کا معاملہ ہے تو اِس بارے میں کئی ایک مستند روایات میں منقول ہے کہ یمامہ سے تعلق رکھنے والے معروف تابعی ابومسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ سے اسود العنسی نے سوال کیا تھا:

((أتشهد أني رسول اللّٰه؟ قال لا' قال أتشهد أن محمدا رسول اللّٰه' قال نعم)) (صحيح ابن حبان: ٣٣٩/٢۔٣٤٠)

''کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں [اسود العنسی] اللہ کا رسول ہوں؟ تو اُنہوں نے کہا: نہیں۔ اُس نے کہا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ! اللہ کے رسول ہیں۔ تو اُنہوں نے کہا: ہاں!''

بعد میں اسود العنسی نے یہ مطالبہ نہ پورا کرنے پر حضرت مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو آگ میں ڈال دیا لیکن اللہ نے اُنہیں بچالیا۔ اِس روایت کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے 'صحیح' کہا ہے۔ (ایضاً)

باقی رہا غلام احمد قادیانی کا دعوائے نبوت تو وہ بھی قطعی طور ثابت ہے۔ تفصیل کے لیے جناب متین خالد صاحب کی کتاب **''ثبوت حاضر ہیں''** اور مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی کتاب **''ردّ قادیانیت کے زریں اصول''** کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ یہاں ہم صرف خان صاحب ہی کی اپنی ایک عبارت کے بیان پر اکتفا کریں گے۔ خان صاحب کی اِس عبارت کے مطابق غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

'' ٹھیک یہی معاملہ قادیانیت کا ہوا۔ ۱۸۸۹ء میں غلام احمد قادیانی نے اِس کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشکیل کی۔ اِس کے بعد اُس نے دعویٰ کر دیا کہ وہ خدا کا پیغمبر ہے' مگر ۱۹۱۴ء میں اُس کی وفات ہوگئی۔ اِس کے بعد اُس کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کو جانشین بنایا گیا۔ بیٹے نے اعلان کر دیا کہ اُس کا باپ پیغمبر نہیں تھا' وہ صرف ریفارمر تھا۔ یہاں موقع تھا کہ دوبارہ بیٹے کو استعمال کر کے قادیانی فتنہ کا خاتمہ کر دیا جائے' مگر عداوت کی نفسیات کی بنا پر یہاں کے مسلمان نہ اِس راز کو سمجھ سکے اور نہ ہی اِس کو استعمال کر سکے۔ چناچہ یہ امکان بالکل غیر استعمال شدہ رہ گیا۔ یہاں تک کہ شور وغل کی سیاست نے قادیانی فتنہ کو وہاں پہنچا دیا جہاں آج آپ اِس کو دیکھ رہے ہیں۔''

(ماہنامہ الرسالہ: اکتوبر ۱۹۹۶ء' ص ۳۸)

خان صاحب کی یہ عبارت ۱۹۹۶ء کی ہے اور اب اِس کے ساتھ ذرا ۱۵ سال بعد کی عبارت کا موازنہ کریں تو عجیب وغریب حقائق ظاہر ہوں گے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''اِسی طرح کہا جاتا ہے کہ موجودہ زمانے میں ایسے دو افراد پیدا ہوئے' جنھوں نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ بہاء اللہ خاں (وفات ۱۸۹۲ء) اور **مرزا غلام احمد قادیانی (وفات ۱۹۰۸ء)' مگر تاریخی ریکارڈ کے مطابق' یہ بات درست نہیں۔** بہاء اللہ خاں نے صرف یہ کہا تھا کہ میں مظہر حق ہوں۔ انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ **اِسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے کبھی اپنی زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ اُنہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ میں ظل نبی ہوں' یعنی نبی کا سایہ ہوں۔ اِس طرح کے قول کو ایک قسم کی دیوانگی تو کہا جا سکتا ہے' لیکن اِس کو دعوائے نبوت نہیں کہا جا سکتا۔''** (ماہنامہ الرسالہ: اکتوبر ۲۰۱۱ء' ص ۱۲-۱۳)

گویا ۱۹۹۶ء تک امر واقعہ یہ تھا کہ غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا لیکن ۲۰۱۱ء میں اَمر واقعہ یہ بن گیا کہ غلام احمد قادیانی نے کسی قسم کا نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ۱۹۹۶ء کے بیان کے مطابق غلام احمد قادیانی کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی جبکہ ۲۰۱۱ء کے بیان کے مطابق اُس کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ اِسی طرح خان صاحب کا یہ کہنا کہ غلام احمد قادیانی کے بعد اُس کے بیٹے بشیر الدین محمود کو جانشین بنایا گیا' بھی محل نظر ہے۔ امر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعہ کے مطابق غلام احمد قادیانی کی وفات کے بعد حکیم نور الدین بھیروی کو اُس کا خلیفہ بنایا گیا۔ اِس طرح خان صاحب کا یہ دعویٰ بھی اَمر واقعہ کے خلاف ہے کہ غلام احمد قادیانی کے بیٹے بشیر الدین محمود نے اُسے پیغمبر ماننے سے انکار کر دیا اور اسے محض ایک ریفارمر قرار دیا۔ خان صاحب کی مذکورہ بالا عبارتوں سے اِس قسم کے حساس موضوعات پر اُن کی اپنی ہی عبارتوں کی روشنی میں اُن کے مبلغ علمی کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اِسی قسم کے تضادات اور سطحی معلومات خان صاحب کے ہاں دیگر کئی ایک مسائل میں بھی پائی جاتی ہیں جیسا کہ ہم نویں باب میں اِس کی کچھ مثالیں بیان کریں گے۔

خان صاحب کا منہج وطریقہ کار اُن لوگوں کا سا ہے جو پہلے ایک فلسفہ یا تصور یا فکر وضع کر لیتے ہیں اور پھر اُس کے مطابق نصوص اور تاریخ کو ڈھالنے کی ہر ممکن اور سطحی کوشش کرتے ہیں۔ خان صاحب کا یہ فلسفہ کہ کسی غیر پیغمبر کے لیے نبوت کا دعویٰ کرنا ممکن نہیں ہے' درست نہیں ہے۔ صحیح تصور یہ ہے کہ غیر پیغمبر کے لیے نبوت کا دعویٰ کرنا ممکن ہے اور ایسا ہوا بھی ہے' لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ ایسے ہر دعویدار کو جھوٹا ثابت کر کے رہتے ہیں تا کہ نبوت ورسالت کی حفاظت رہے۔ پس یہ تو ممکن ہے کہ ایک غیر پیغمبر نبوت کا دعویٰ کرے لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک غیر پیغمبر نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد بھی دنیا کے سامنے کذاب ثابت نہ ہو۔ امام ابن العز الحنفی رحمۃ اللہ علیہ نے 'شرح عقیدہ طحاویہ' میں اِس کا ذکر کیا ہے۔ (شرح العقيدة الطحاوية: ص ۱۲۵)

خان صاحب قادیانیوں کو کافر قرار نہیں دیتے ہیں۔ ایک جگہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

> '' سوال: الرسالہ مئی ۲۰۰۶ء میں ایک سوال کے جواب میں آپ نے لکھا تھا کہ کسی ایسے شخص کو کافر نہیں کہیں گے جو قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کی تاریخ میں جن لوگوں کو قادیانی یا احمدی کہا جاتا ہے اِن لوگوں کو کافر کس بنا پر کہا جاتا ہے' جبکہ وہ لوگ بھی قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ (شبیر احمد وانی' سری نگر' کشمیر)
>
> جواب: کون کافر ہے اور کون کافر نہیں ہے' یہ فیصلہ کرنا خدا کا کام ہے' انسان کا کام نہیں۔ موجودہ زمانے میں تکفیر کا جو طریقہ رائج ہوا ہے' میں اِس کو غلط سمجھتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔ اہلِ ایمان کی ذمے داری صرف تبلیغ ہے' تکفیر اُن کی ذمے داری نہیں۔''
(ماہنامہ الرسالہ: جون ۲۰۰۷ء' ص ۴۰)

اِس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تکفیر کی عوامی تحریکوں کی مذمت کرنی چاہیے اور یہ کوئی تعمیری کام نہیں ہے' لیکن اِس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ جس کا کفر قطعی ہو اور اُس کے کفر پر اُمت کے جمیع مکاتب فکر کا اتفاق بھی ہو تو اُسے بھی دین اسلام سے خارج نہ مانا جائے۔ جس گروہ کے کفر پر اِس قدر اُمت کا اتفاق ہو کہ ریاستی سطح پر اُس کے غیر مسلم ہونے کے بارے باقاعدہ قانون سازی موجود ہو تو پھر اُس کو غیر مسلم قرار دینے میں کیا ہچکچاہٹ ہو سکتی ہے؟ جیسا کہ تعزیراتِ پاکستان (Pakistan Penal Code) کی دفعات 295-B اور 295-C قادیانی اور احمدی گروہ کے بارے قانون سازی پر مشتمل ہیں۔ اِن دفعات کے مطابق کسی قادیانی یا احمدی یا لاہوری گروپ کے پیروکار کو قانوناً یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اسلام اور اپنے آپ کو مسلمان کا نام دے۔ یا اپنی عبادت گاہ کو مسجد اور عبادت کے لیے لوگوں کو جمع کرنے کے طریقے کو اذان قرار دے۔ یا اپنے عقیدے کی تقریر یا تحریر سے اِس طرح تبلیغ کرے کہ اُس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوں وغیرہ تو اِن تمام صورتوں میں تعزیراتِ پاکستان کے تحت تین سال قید اور جرمانہ کی سزا ہو سکتی ہے۔

اہلیت' شرائط اور موانع کی موجودگی میں اور دین اسلام کی حدود کے دفاع کے لیے تکفیر ایک ضرورت اور استثناء ہے نہ کہ کوئی مستقل دینی حکم۔ اگر یہ اَمر پیش نظر رہے تو اِس قاعدہ کلیہ کے غلط استعمال کو بہت حد تک کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ فائنل ماڈل نہیں ہیں؟

خان صاحب کے تصورِ ختم نبوت کے ذیل میں ہم ان کے تصورِ رسالت کے حوالہ سے بعض دیگر باطل افکار کی نشاندہی کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے ردِ عمل میں خان صاحب کا اقامتِ دین' نفاذِ شریعت' جہاد اور اَمن وغیرہ کے حوالہ سے دین کا جو ایک خاص تصور قائم ہوا ہے' اِس کے مطابق اُن کا کہنا یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے اُسوہ میں چونکہ دعوت کے علاوہ جہاد و قتال بھی ہے لہٰذا یہ اُسوہ ہمارے لیے کامل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمونہ نہیں ہے کیونکہ آج کے دور میں جہاد وقتال ممکن نہیں رہا۔ آج کے دور میں اُمتِ مسلمہ کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام کا اُسوہ قابل عمل اور نمونہ ہے جو صرف دعوت وتبلیغ کے عمل پر مبنی تھا۔ خان صاحب سورۃ الصّف کی آیت ۶ کی تشریح وتوضیح میں لکھتے ہیں:

''اِس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ تاریخ میں ایسی تبدیلیاں واقع ہوں گی کہ محمدی ماڈل زمانی حالات کی نسبت سے' جزئی طور پر' قابل انطباق (applicable) نہ رہے گا' اِس کی بجائے مسیحی ماڈل' جزئی طور پر' قابل انطباق بن جائے گا۔ محمدی ماڈل کیا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے ۶۱۰ عیسوی میں مکہ میں اپنے پیغمبرانہ مشن کا آغاز کیا۔ آپ کا مشن دوسرے پیغمبروں کی طرح توحید کا مشن تھا۔ نظریاتی اعتبار سے آپ کے مشن اور دوسرے پیغمبروں کے مشن میں کوئی فرق نہ تھا' لیکن زمانی حالات کے اعتبار سے اس کا ایک خاص ماڈل بنا۔ اِس ماڈل کی ترتیب یہ تھی: دعوت' ہجرت' جہاد (بمعنی قتال) اور فتح۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جون ۲۰۰۷ء' ص ۳)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''اِس کے مقابلے میں مسیح کے ماڈل میں آغاز میں بھی دعوت ہے اور انجام میں بھی دعوت۔ مسیح کے دعوتی ماڈل میں ہجرت اور جہاد (بمعنی قتال) کے واقعات موجود نہیں۔ محمدی ماڈل میں ہجرت اور جنگ اِس کے واضح اجزا کے طور پر شامل ہیں' لیکن اب حالات نے ہجرت اور جنگ کو نا قابل عمل بنا دیا ہے۔'' (ایضاً: ص ۵۔۶)

ایک اور جگہ خان صاحب لکھتے ہیں:

''یہی معاملہ پیغمبر اسلام ﷺ کا بھی ہے۔ آپ بلاشبہ آخری پیغمبر تھے۔ لیکن آپ ہر صورتِ حال کے لیے آخری نمونہ نہ تھے۔ چنانچہ قرآن میں آپ کے لیے 'اُسوۂ حسنہ' کا لفظ آیا ہے' نہ کہ اُسوۂ کاملہ کا۔ (الاحزاب: ۲۱) کسی پیغمبر کو فائنل ماڈل سمجھنا خدا کے قائم کردہ قانونِ فطرت کی تنسیخ کے ہم معنی ہے۔ ایسی تنسیخ ممکن نہیں' اِس لیے عملی اعتبار سے کسی پیغمبر کا فائنل ماڈل ہونا بھی ممکن نہیں۔ فائنل پرافٹ کا تعلق دین کے نظریاتی حصے سے ہے اور نظریاتی اعتبار سے بلاشبہہ ایک پیغمبر فائنل ہوسکتا ہے' لیکن ماڈل کا تعلق خارجی حالات سے ہے۔ یہ حالات ہمیشہ بدلتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتے ہیں' اِس لیے عملی اعتبار سے کوئی ایک پیغمبر فائنل ماڈل نہیں بن سکتا۔''
(ایضاً:ص۴۔۵)

قرآن مجید کی آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''**قرآن کی اصطلاح کے مطابق' یہ کہنا صحیح ہوگا کہ پیغمبر اسلام ﷺ 'الدین' کے اعتبار سے فائنل پیغمبر تھے' لیکن 'منہاج' کے اعتبار سے آپ فائنل ماڈل نہ تھے۔**

غالباً یہی وجہ ہے کہ حدیث میں یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ آخری زمانے میں مسیح دوبارہ نازل ہوں گے۔ جیسا کہ معلوم ہے' پیغمبر آخر الزمان کا زمانہ نبوت قیامت تک ہے' اِس لیے اب آپ کے بعد کسی اور پیغمبر کا شخصی طور پر آنا ناقابل فہم بات ہے۔ اِس لیے اِن روایات کو درست مانتے ہوئے اِن کی صحیح تاویل یہ ہے کہ بعد کے زمانے میں جو چیز واقع ہوگی' وہ مسیح کی آمد ثانی نہیں ہے' بلکہ مسیح کے ماڈل کی آمد ثانی ہے۔ **یعنی بعد کے زمانے میں حالات کے اندر ایسی تبدیلیاں واقع ہوں گی کہ حالات کے اعتبار سے حضرت مسیح کا عملی ماڈل زیادہ قابل انطباق (applicable) بن جائے گا۔**'' (ایضاً' ص ۵)

خان صاحب کی غلط فہمی یہ ہے کہ وہ 'منہاج' (Methodology for Implemetation of Shari'ah) کو دین سے باہر کی چیز سمجھتے ہیں' حالانکہ 'شریعت' کی طرح 'منہاج' بھی دین ہی کا ایک جز ہے۔ 'شریعت' اور 'منہاج' مل کر دین بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ (المائدۃ: ٤٨)

''اور ہم نے تم میں سے ہر قوم کے لیے ایک شریعت اور ایک منہاج مقرر کیا ہے۔''

اس آیت مبارکہ کے مطابق ہر قوم کے لیے الگ الگ 'شریعت' (Divine Law) اور 'منہاج' (Procedure for Application of Divine Law) مقرر کیا گیا ہے جو اِس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح شریعتِ محمدی اور شریعتِ عیسوی میں فرق ہے' اِسی طرح منہاجِ محمدی اور منہاجِ عیسوی میں بھی فرق ہے۔ اور اُمتِ مسلمہ کا قانون' شریعتِ محمدی اور طریقہ نفاذ' منہاجِ محمدی ہے۔ آیت مبارکہ ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدۃ: ۳) میں دین اسلام سے مراد شریعت اور منہاج دونوں ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کی شریعت جس طرح اِس معنی میں جامع و کامل ہے کہ اِس میں قیامت تک کے حالات وواقعات کی رعایت رکھی گئی ہے' اِسی معنی میں اللہ کے رسول ﷺ کا منہاج بھی جامع وکامل ہے۔ آپ کے منہاج میں دعوت وتبلیغ بھی ہے اور جہاد وقتال بھی۔ صبر ومصابرت بھی ہے اور انتصار ومناصرت بھی۔ اور ہم سابقہ باب میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ اللہ کے اِس آخری دین' دین اسلام میں یہ دونوں مناہج تا قیامت برقرار ہیں اور حالات وواقعات کی رعایت رکھتے ہوئے اِن میں سے کسی بھی منہج کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ پس آپ ﷺ اُمت کے لیے دین' شریعت اور منہاج ہر پہلو سے اُسوۂ حسنہ بھی ہیں اور اُسوۂ کاملہ بھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں صرف دعوت اِس لیے نظر آتی ہے کہ اُنہیں اللہ کے رسول ﷺ کی طرح جاں نثار صحابہ کی ایک جماعت میسر نہ آئی۔ جبکہ ان سے بہت پہلے اِسی قوم پر کہ جس کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث کیے گئے تھے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہی جہاد کرنے کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ (المائدۃ: ۲۱۔۲۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اگر اللہ کے رسول ﷺ کی مدنی زندگی جیسے حالات میسر آتے تو ان کے منہاج میں بھی ضرور جہاد وقتال شامل ہوتا جیسا کہ اِس سے پہلے بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے ساتھ مل کر جہاد وقتال کیا۔ اِس بات کو ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چونکہ اللہ کے رسول ﷺ کی مکی زندگی جیسے حالات میسر آئے تھے لہٰذا اُن کا منہاج مکی دور کے منہاجِ محمدی ﷺ کے مماثل ہے۔

خان صاحب اور توہین رسالت کا مسئلہ

ختم نبوت کی طرح شتم رسول کے مسئلہ میں بھی خان صاحب عجیب وغریب افکار و تصورات کے حامل ہیں۔ ہندوستانی قلم کار سلمان رشدی نے جب' معاذ اللہ! اللہ کے رسول ﷺ' ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنے ایک ناول میں گالیاں دیں اور قرآنی آیات کو نعوذ باللہ شیطانی آیات قرار دیا تو اُس کی اِس کتاب کے بارے میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبصرہ کرتے ہوئے خان صاحب لکھتے ہیں:

''سلمان رشدی کی کتاب (شیطانی آیات) میں نے خود پڑھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک انتہائی لغو کتاب ہے۔ اِس کتاب کی لغویت کے بارہ میں میری وہی رائے ہے جو دوسروں کی رائے ہے۔ مگر اِس کتاب کے بارہ میں مسلمانوں کا ردعمل کیا ہونا چاہیئے' اِس سلسلہ میں میری رائے اُن لوگوں سے مختلف ہے جو یہ نعرہ لگا رہے ہیں کہ رشدی کو قتل کر کے اُسے جہنم رسید کرو۔'' (شتم رسول کا مسئلہ: ص ۵۰)

خان صاحب نے سلمان رشدی کی کتاب سے کیا پڑھا اور کیا سمجھا' اِس بارے میں لکھتے ہیں:

''سلمان رشدی نے اپنی کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک توہین آمیز نام محاوند (Mahound) کا استعمال کیا ہے۔ یہ نام بلاشبہ اشتعال انگیز حد تک لغو ہے۔'' (ایضاً: ص ۳۵۔۳۶)

اِس کے بعد خان صاحب نے اِس لفظ کی جو وضاحت کی ہے وہ اِس قدر دل آزار ہے کہ ہم اُسے نقل کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے۔ لیکن اِس کے باوجود خان صاحب سلمان رشدی کے اِس جرم کی نوعیت کی شناعت و شدت کو نارمل بنانے کی کوشش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پیغمبر اسلام کے لیے یہ بے ہودہ نام سلمان رشدی کی ذاتی ایجاد نہیں ہے۔ یہ کروسیڈس (۱۲۷۱۔۱۰۹۶ء) کے بعد یورپ میں گھڑا گیا... مگر پچھلے سات سو سال کے اندر اِس گستاخی کی بنیاد پر کسی کو بھی قتل کی سزا نہیں دی گئی اور نہ اِس قسم کا فتویٰ جاری کیا گیا۔'' (ایضاً: ص ۳۶)

ایک اور جگہ اللہ کے رسول ﷺ کو گالی دینے والوں کے جرم کو ایک عام جرم قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سلمان رشدی نے جس کہانی کی بنیاد پر اپنی کتاب کا نام شیطانی آیات رکھا ہے' وہ کہانی سب سے پہلے ۵ نبوی میں مکہ میں وضع کی گئی۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اِن واضعین کو قتل نہیں کرایا۔ سلمان رشدی نے پیغمبر اسلام کے لیے جو گستاخانہ نام ''محاونڈ'' استعمال کیا ہے' وہ صلیبی جنگوں کے بعد کے دور یورپ میں وضع کیا گیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر اُس وقت کے علماء اسلام نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ جن لوگوں نے یہ گستاخانہ نام وضع کیا ہے' اُنہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دیا جائے۔ ازواج مطہرات کے خلاف جو بے ہودہ باتیں سلمان رشدی نے لکھی ہیں' اُس کا مصنف اول مدینہ کا عبداللہ بن اُبی تھا۔ مگر پیغمبر اسلام نے اصرار کے باوجود اُس کو قتل کرنے سے منع کر دیا۔'' (ایضاً: ص ۳۶)

خود خان صاحب کے بقول سلمان رشدی کی کتاب کا اُنہوں نے مطالعہ کیا ہے اور اُس نے اللہ کے رسول ﷺ' ازواجِ مطہرات اور قرآن مجید کے بارے میں اپنی کتاب میں انتہائی لغو' گھٹیا اور غلیظ باتیں لکھی ہیں اور اب اگر اِس پر مسلمان اپنے غم وغصے کا اظہار کریں تو خان صاحب لکھتے ہیں:

'' اینٹی رشدی ایجی ٹیشن بلاشبہ لغویت کی حد تک غیر اسلامی تھا۔'' (ایضاً: ص ۶)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

'' اب اگر مسلمان یہ کہتے ہیں کہ سلمان رشدی کی کتاب سے ہمارے جذبات مجروح ہوئے ہیں' اور ہم تو اُس کو قتل کر کے رہیں گے' تو میں کہوں گا کہ مسلمانوں کے جذبات کا مجروح ہونا اسلام کے قانونِ جرائم کی کوئی دفعہ نہیں ہے۔ مسلمان اگر اِس قسم کی کاروائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ اِس کو اپنی قومی سرکشی کے نام پر کر سکتے ہیں' مگر اسلام کے نام پر اُنہیں ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں۔'' (ایضاً: ص ۵۳)

خان صاحب توہین رسالت کے مسئلے پر مسلمانوں کے احتجاج یا غم وغصے کے اظہار کو الٹا 'توہینِ رسالت' گردانتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

'' ڈنمارک کے ایک مقامی اخبار میں چھپنے والے کارٹون کو مسلمانوں نے جس طرح توہین رسالت کا مسئلہ بنایا اور اس پر شدید ہنگامے کیے' اِس کا کوئی بھی تعلق' اسلام سے نہ تھا۔ **مذکورہ کارٹون کی حیثیت تو صرف ایک صحافتی جوک (joke) کی تھی۔ اِس قسم کا جوک موجودہ صحافت میں عام ہے۔ لیکن مسلمانوں نے اس کے ردعمل میں جس طرح نفرت اور تشدد کا مظاہرہ کیا' وہ بلاشبہ توہین رسول کا ایک فعل تھا...** پیغمبر اسلام کی تعلیمات میں سے ایک تعلیم یہ ہے کہ ہر اُس اقدام سے بچو جس سے اسلام کی امیج خراب ہوتی ہو۔ **موجودہ زمانہ آزادئ اظہارِ رائے (freedom of expression) کا زمانہ ہے۔ ایسے زمانے میں کارٹون جیسے مسئلہ پر ہنگامہ**

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھڑا کرنا' یقینی طور پر یہ تاثر پیدا کرے گا کہ اسلام آزادیٔ اظہارِ رائے کے خلاف ہے۔ اگر مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہوں' تب بھی اُنہیں کامل اعراض سے کام لینا چاہیے۔ جذبات کا مجروح ہونا' اُن کے لیے اِس معاملے میں کوئی عذر نہیں بن سکتا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: ستمبر ۲۰۱۱ء ص ۴۴)

خان صاحب ایسے شاتمین رسول کا جواب نہ دینے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کتا اگر ہاتھی کے اوپر بھونکے تو ہاتھی کو اِس کی ضرورت نہیں کہ وہ کتے کی بھونک کی تردید کرے۔ ہاتھی اپنے باعظمت وجود کے ساتھ اپنے آپ کتے کی بھونک کی تردید ہے۔'' (شتم رسول کا مسئلہ: ص ۴۰)

راقم نے خان صاحب کی کتاب **''شتم رسول کا مسئلہ: قرآن وحدیث اور فقہ وتاریخ کی روشنی میں''** کا مطالعہ کیا ہے۔ اِس کتاب کے غلط نتائج کا بنیادی سبب یہ ہے کہ خان صاحب نے اپنی اِس کتاب میں کتاب وسنت اور فقہ وتاریخ کو 'اصولِ منہاج' (Principle of Methodology for Implemetation of Shari'ah) کی روشنی میں نہیں دیکھا بلکہ صرف 'شریعت' کے پہلو سے دیکھنے کی کوشش کی ہے جبکہ نظر کا یہ پہلو بھی ناقص ہے۔

بعض خاص حالات میں بعض مخصوص افراد کے حوالہ سے جو یہ سزا جاری نہیں کی گئی ہے تو اِس میں کچھ موانع اور مصالح پیش نظر تھیں۔ بعض اوقات کسی مجرم کی سزا مصالح یا موانع (Public Interests or Preventors) کی وجہ سے مؤخر کر دی جاتی ہے اور اِس حکمت لحاظ صرف اسلام میں نہیں بلکہ دنیا کے ہر قانون میں ہے۔ جیسا کہ عبد اللہ بن ابی منافق کے قصے میں منقول ہے:

((فقام عمر فقال: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم! دعنى أضرب عنق هذا المنافق' فقال النبى صلى الله عليه وسلم دعه' لا يتحدث الناس أن محمدا يقتل أصحابه)) (صحيح بخارى' كتاب تفسير القرآن' باب قوله سواء عليهم أستغفرت لهم أم لم تستغفرلهم)

''پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

! مجھے اجازت دیں میں اِس منافق کی گردن اُڑا دوں تو اللہ کے رسول ﷺ نے جواب دیا: اِسے چھوڑ دو، لوگ یہ نہ کہتے پھریں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہے ہیں۔''

اِس روایت کے الفاظ اِس بارے صریح ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عبداللہ بن ابی کو قتل کرنے کی اجازت چاہنے پر یہ نہیں کہا کہ اُس کی سزا قتل نہیں بنتی بلکہ وہ مصلحت بیان کر دی جو اُس کے جرم کی سزا کے نفاذ میں ایک مانع بن رہی تھی اور 'مانع' شرعی حکم کی ہی ایک قسم ہے جیسا کہ اُصول کی کتب میں تفصیل سے یہ بحث موجود ہے۔

علاوہ ازیں بعض اوقات جرم کی نوعیت بھی اِس قدر واضح، متعین اور مستقل نہیں ہوتی کہ اُس پر متعین سزا جاری کی جائے۔ بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں شاتم رسول کو قتل کی سزا دی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک نابینا صحابی کی ایک لونڈی تھی جو اللہ کے رسول ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی۔ ایک دن اُن سے برداشت نہ ہوا تو اُنہوں نے اُس لونڈی کو قتل کر دیا اور اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے پیش ہو گئے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

((فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَنَا صَاحِبُهَا، كَانَتْ تَشْتُمُكَ وَتَقَعُ فِيْكَ فَاَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِيْ، وَاَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ، وَلِيَ مِنْهَا ابْنَان مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ، وَكَانَتْ بِيْ رَفِيْقَةً، فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعَ فِيْكَ، فَاَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِيْ بَطْنِهَا، وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتّٰى قَتَلْتُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَلَا اشْهَدُوْا اَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ))سنن أبي داوٗد، كتاب الحدود، باب الحكم فيمن سب النبي ﷺ)

''اُن صحابی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ لونڈی آپ کو گالی دیتی تھی اور برا بھلا کہتی تھی۔ میں اُسے منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہ آتی تھی۔ میں اُسے ڈانٹتا تھا لیکن وہ اثر قبول نہ کرتی تھی۔ میرے اُس سے موتیوں جیسے دو بچے بھی ہیں۔ وہ میرے ساتھ اچھی تھی۔ کل رات اُس نے پھر آپ کو گالیاں دینا اور برا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے خنجر لے کر اُس کے پیٹ پر رکھا اور دباؤ ڈالا یہاں تک کہ اُسے قتل کر ڈالا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: گواہ رہو کہ اِس لونڈی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا خون رائیگاں ہے۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اِس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے۔ (إرواء الغلیل: ۵/ ۹۲)

شاتم رسول کو قتل کی سزا دینا یا اِس کا مطالبہ کرنا تو دور کی بات' خان صاحب تو اِس کے بھی قائل نہیں ہیں کہ اُن سے جہاد باللسان کیا جائے یا اُن کے خلاف احتجاج ہی کیا جائے۔ خان صاحب کا سارا زور اِس مسئلہ میں مسلمانوں کو برداشت کی تلقین کرنے پر ہے اور تماشا یہ ہے کہ برداشت کی اِس تلقین میں وہ خود اپنی تحریروں میں عدم برداشت کے رویے کے حامل نظر آتے ہیں۔

ڈنمارک کے صحافی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے شائع کیے۔ مسلمانوں نے اِس پر احتجاج کیا تو خان صاحب نے کہا کہ یہ ایک صحافتی جوک تھا' مسلمانوں کو اِس معاملہ میں برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور اِس مسئلہ میں ہنگامہ کھڑا کرنا یہ ثابت کر دے گا کہ اسلام آزادئ رائے کے خلاف ہے۔ اب مسلمانوں نے احتجاج کیا تو خان صاحب نے کہا کہ مسلمانوں کا یہ احتجاج نفرت اور تشدد ہے' لغویت اور قومی سرکشی ہے' توہین رسالت ہے۔ فیا للعجب کیا برداشت اِسی کا نام ہے!

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہشتم
علمی وسیاسی مسائل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہشتم

علمی وسیاسی مسائل

اِس باب میں ہم خان صاحب کے متنوع علمی وسیاسی مسائل میں شاذ آراء کا کتاب وسنت کی روشنی میں ایک جائزہ لیں گے۔ کچھ مسائل اجتماعی نوعیت کے ہیں جبکہ بعض کا تعلق انفرادی زندگی سے ہے۔

شطحیّات

صوفیاء کی طرح جناب خان صاحب کے بھی کچھ اقوال ایسے ہیں جو ''شطحیات'' کے زُمرے میں آتے ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک ''شطحیات'' سے مراد وہ اقوال ہیں جو شرع کے خلاف ہوں اور کسی صوفی سے حالت وجد میں اُن کا اظہار ہوا ہو۔ صوفیاء کی ایک جماعت اِن اقوال کی عجیب وغریب تاویلات کر کے اُنہیں شرع کے مطابق بتلانے کی کوشش کرتی ہے۔ اگرچہ خان صاحب صوفیاء کے معروف نظریہ 'وحدت الوجود' کے عقیدے کے تو قائل نہیں ہیں لیکن اپنے روحانی تجربہ کو جن الفاظ میں بیان کرتے ہیں' وہ خالق اور مخلوق کی وحدت اور مشابہت کی طرف لے جاتے ہیں۔ خان صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں:

> ''ایک مرتبہ میں سورج کی روشنی میں ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ اچانک ایک لمحے کے لیے ایسا محسوس ہوا جیسے میں خدا کے دیکھنے کو دیکھ رہا ہوں' **میں خدا کے دیکھنے کا تجربہ کر رہا ہوں۔** اِس کے بعد اچانک مجھ کو خیال آیا کہ خدا بھی تو اِسی طرح دیکھتا ہو گا۔ اِس وقت ایسا محسوس ہوا جیسے کہ میں خدا کے دیکھنے کو دیکھ رہا ہوں۔ اِسی طرح میں نے ایک بار کسی کے بولنے کو سنا۔ اِس وقت مجھے خیال آیا کہ خدا بھی تو اِسی طرح بولتا اور سنتا ہو گا۔ **اِس طرح ایک بار میں نے کسی بات کو سوچا' اِس وقت مجھے محسوس ہوا کہ خدا بھی تو اِسی طرح سوچتا ہو گا'** وغیرہ۔ ایک دن صبح کو فجر کی نماز کے بعد میں اپنے کمرے کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اُس وقت یہ تمام تجربات مجھے یاد آنے لگے۔ اچانک شدت احساس کے ساتھ میں چیخ اٹھا۔ تھوڑی دیر کے لیے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایک اور دنیا میں پہنچ گیا۔ اِس تجربے کو قریب تر الفاظ میں اِس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔ **مجھے ایسا لگا جیسے کہ میں اپنے وجود کی صورت میں بلاتشبیہ خدا کی موجودگی کو محسوس کر رہا ہوں۔** میں خدا کے دیکھنے کو دیکھ رہا ہوں' میں خدا کے سننے کو سن رہا ہوں' میں خدا کے سوچنے کا تجربہ کر رہا ہوں۔ **اُس وقت ایسا محسوس ہوا جیسے میرا وجود بلاتشبیہ خدا کے وجود میں ڈھل گیا۔** اُس وقت خدا میرے لیے اتنا ہی یقینی وجود بن گیا' جتنا کہ مجھے خود اپنا وجود یقینی معلوم ہوتا ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جون ۲۰۱۱ء' ص ۳۶)

ایک تو خان صاحب نے اِس عبارت میں خدا کی صفات کو اپنی صفات سے تشبیہہ دی ہے جو کہ ممنوع ہے۔ اُنہوں نے خدا کے دیکھے اور سننے کو اپنے دیکھنے اور سننے سے مشابہت دی ہے جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (شوریٰ: ۱۱)

''اللہ کی مانند کوئی بھی چیز نہیں ہے اور وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''

آیت کے پہلے حصے میں مماثلت کی نفی ہے جبکہ دوسرے حصے میں صفات کا اثبات ہے۔ پس اللہ کے لیے اِن صفات کا اثبات تو درست ہے جو انسان میں بھی پائی جاتی ہے جیسا کہ سماعت اور بصارت لیکن اِن صفات الٰہیہ کو انسانی صفات کے مشابہہ اور مماثل قرار دینا جائز نہیں ہے جیسا کہ آیت کا پہلا حصہ اِس پر دلالت کر رہا ہے۔

اِسی طرح خان صاحب کا اپنے وجود کی صورت میں خدا کی موجودگی کو محسوس کرنا یا خان صاحب کے وجود کا خدا کے وجود میں ڈھل جانا' جیسی عبارتیں بلاشبہ اسلام کی بنیادی تعلیمات اور عقیدہ توحید کے منافی ہیں۔

ضعیف روایات سے استدلال

خان صاحب اُصولی طور بغیر تحقیق حدیث بیان کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''لوگ عام طور پر ایسا کرتے ہیں کہ خطیبوں اور واعظوں کی زبان سے 'حدیث' سنتے ہیں۔ چوں کہ یہ حدیث عربی الفاظ میں ہوتی ہے' اِس لیے لوگ اِس کو قول رسول سمجھ لیتے ہیں اور اِس کو بطور قول رسول بیان کرنے لگتے ہیں' مگر یہ طریقہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست نہیں۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ آدمی جب کسی بات کو سنے' تو وہ اِس کی تحقیق کرے۔ تحقیق کے بغیر کسی بات کا چرچا شروع کر دینا' ایک خطرناک عادت ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۰۸ء' ص ۱۱)

اب معلوم نہیں خان صاحب کی اِس تحقیق سے مراد کیا ہے؟ کیا صرف اتنی تحقیق کافی ہے کہ یہ معلوم کر لیا جائے کہ یہ روایت 'موضوع' (fabricated) تو نہیں ہے؟ یا حدیث کی صحت وضعف کی بحث بھی اِس تحقیق میں شامل ہے۔ جہاں تک خان صاحب کے ذاتی رویے کا معاملہ ہے تو وہ اپنے بعض سطحی قسم کے نظریات کی تائید کے لیے 'منکر' روایات سے بھی دلیل پکڑ لیتے ہیں۔ ذیل میں ہم اِس بارے دو مثالوں کے بیان پر اکتفا کریں گے:

① خان صاحب کا کہنا ہے قرآن بغیر تدبر پڑھنے کا کوئی اجر وثواب نہیں ہے۔ اور اِس مسئلہ کی دلیل کے طور اُنہوں نے ((لا خیر فی قراءۃ لا تدبر فیھا)) کی روایت کو بیان کیا ہے۔ (ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء' ص ۵)

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس روایت کو 'منکر' قرار دیا ہے۔ (سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ: ۲/ ۱٦۲) جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((من قرأ حرفا من کتاب اللہ فلہ بہ حسنۃ' والحسنۃ بعشر أمثالھا' لا أقول الم حرف' ولکن ألف حرف' ولام حرف' ومیم حرف)) (سنن الترمذی' أبواب فضائل القرآن' باب ما جاء فیمن قرأ حرفا من القرآن ما لہ من الأجر)

''جس نے کتاب اللہ میں سے ایک حرف پڑھا' اُس کے لیے ایک نیکی ہے۔ اور نیکی دس گُنا کے برابر ہے۔ اور میں یہ نہیں کہتا کہ 'الم' ایک حرف ہے بلکہ 'الف' ایک حرف ہے۔ اور 'لام' ایک حرف ہے۔ اور 'میم' ایک حرف ہے۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ 'الف' ایک حرف ہے اور قرآن مجید کا ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں ہیں۔ اب 'الف' کا معنی کیا ہے؟ کچھ نہیں ہے۔ پس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق جس نے قرآن مجید میں سے 'الف' پڑھا' اُسے دس نیکیاں مل گئیں جبکہ 'الف' کا کوئی معنی بھی نہیں ہے۔ اِسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آیت کی مثال دی ہے وہ حروف مقطعات میں سے ہے کہ جن کا معنی نہ تو معلوم ہے اور نہ ہی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعین کیا جا سکتا ہے۔ پس آیت مبارکہ ((الم)) پڑھنے پر تیس نیکیاں ہیں جبکہ اِس آیت کا معنی ومفہوم جان لینا ممکن ہی نہیں ہے تو بغیر سمجھے قرآن مجید پڑھنے کا اجر وثواب نص حدیث سے ثابت ہوا۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنا' اُس کے نہ سمجھ کر پڑھنے سے بہتر اور افضل ہے۔

۲ ایک اور مقام پر عقل کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اِس مجلس میں ایک بات میں نے یہ کہی کہ اسلام میں عقل کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ میں نے اِس سلسلے میں حاضرین کو ایک حدیث سنائی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: ما خلق الله خلقا أكرم عليه من العقل (مغنی عن حمل الأسفار للعراقی) یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا کیں' اُن میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت کی حامل چیز عقل ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: اکتوبر ۲۰۱۰ء' ص ۲۹)

حالانکہ یہ روایت 'ضعیف' ہے۔ امام عراقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو 'ضعیف' کہا ہے۔(تخریج الإحیا: ۱/ ۱۲۰) مغرب کے مطالعہ کے جو ثمرات جناب خان صاحب کو حاصل ہوئے اور جن سے محرومی کا وہ بقیہ علماء کو طعنہ بھی دیتے ہیں' اُن میں سے اہم ترین یہی عقل پرستی (rationalism) ہے کہ جسے وہ دین اسلام سے ثابت کرنے کی ایک ناکام سی کوشش فرما رہے ہیں۔ عقل کی اہمیت دین کے سمجھنے سمجھانے میں مسلّم ہے' اِس کا انکار نہیں ہے لیکن عقل کو جب وہ مقام دے دیا جائے جو اُس کا نہیں ہے تو اِسے ہی ظلم اور عقل پرستی کہتے ہیں۔ اُصولیین نے اُصول کی کتب میں 'حاکم' کی مبحث میں اِس بارے عمدہ بحث کی ہے کہ عقل کا شریعتِ اسلامیہ میں کیا مقام ہے؟ اور ہماری رائے میں اِس مسئلہ میں ماتریدیہ کا موقف معتدل نقطہ نظر کو بیان کرتا ہے۔ بہرحال خان صاحب نے 'عقل' کو وہ مقام دیا ہے جو شریعتِ اسلامیہ نے 'قلب' کو دیا ہے۔ اِس بارے ہم اگلے باب میں ان شاء اللہ! بحث کریں گے۔

مصادر شریعت کی بحث

خان صاحب کا معاملہ بھی عجیب ہی ہے' ہر علمی مسئلے میں رائے دینے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ میرا میدان دعوت کا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سوال: علما اور فقہا عام طور یہ مانتے ہیں کہ اسلامی شریعت کے مصادر چار ہیں۔ قرآن' سنت' اجماع اور قیاس۔آپ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ اسلامی شریعت کے مصادر چار نہیں ہیں' بلکہ اصلاً وہ تین ہیں۔قرآن' سنت اور اجتہاد۔ اِس کا ماخذ کیا ہے۔ براہ کرم اِس کی وضاحت فرمائیں۔(محمد ذکوان ندوی' نئی دہلی)

جواب: میں نے جو کچھ لکھا ہے' اُس کا ماخذ قرآن ہے۔ یہ ایک بے حد بنیادی مسئلہ ہے کہ شریعت کے مصادر کیا ہیں۔ اِس سوال کا جواب صرف وہی درست ہو سکتا ہے جو قرآن سے ثابت ہوتا ہو۔ قرآن سے کم درجے کا استدلال اِس معاملے میں معتبر نہیں۔شریعت کے تین مصادر ہونے کی بات قرآن کی اِس آیت سے براہ راست طور پر نکل رہی ہے: أطيعوا الله وأطيعوا الرسول، وأولى الأمر منكم (النساء: ۵۹)۔اِس آیت میں سب سے پہلے اللہ کی اطاعت کا ذکر ہے۔ اِس کا ماخذ بلاشبہ قرآن ہے۔اِس کے بعد اس آیت میں اطاعتِ رسول کا ذکر ہے۔ اس کا ماخذ متفقہ طور پر پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی سنت ہے۔ اِس کے بعد اِس آیت میں تیسرے ماخذ کے طور پر اولی الامر کا ذکر کیا گیا ہے۔ اولوالامر (اصحاب امر) کا نقطہ نظر معلوم کرنے کا ذریعہ کیا ہے۔ وہ قرآن کی ایک اور آیت سے معلوم ہوتا ہے۔قرآن کی سورۃ نمبر ۴ میں کہا گیا ہے کہ اپنے معاملات کے لیے اصحاب امر سے رجوع کرو' تا کہ وہ استنباط کر کے تم کو رہنمائی دے سکیں (النساء: ۸۳)۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۰۸ء' ص ۴۲)

اَمر واقعہ یہ ہے کہ اُصول فقہ ایک مشکل فن ہے اور کسی داعی کے لیے یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ایسے باریک فن میں مُو شگافیاں کرتا پھرے۔ مصادر کا لفظ مآخذ (sources) کے معنی میں ہے اور 'اجتہاد' مصدر شریعت نہیں ہے بلکہ وہ شرعی حکم معلوم کرنے کا ایک طریقہ اور ذریعہ ہے۔ مصادرِ شریعت سے عام فہم معنی میں وہ جگہیں یا مقامات مراد ہیں جہاں شریعت یا شرعی حکم پایا جاتا ہے۔

اگر سوال یہ ہو کہ شرعی حکم کہاں ہے؟ تو جواب کتاب وسنت ہے۔ اب دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ تو معلوم ہو گیا کہ اللہ کا حکم کتاب وسنت کی نصوص میں ہے لیکن وہاں سے وہ حکم معلوم کرنے کا ذریعہ کیا ہے؟ تو اِس کا جواب 'اجتہاد' ہے۔ اجتہاد درحقیقت مجتہد کا فعل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور مجتہد کا فعل مصدر شریعت کیسے بن سکتا ہے؟ کیونکہ مجتہد کا فعل ایک انسانی کوشش ہے جس میں خطا وصواب کے دونوں پہلو موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُصولیین نے کتب اُصول میں اجتہاد کی بحث کو 'مصادر شریعت' کی بحث کے بعد علیحدہ سے بیان کیا ہے۔

اُصول فقہ کا کل خلاصہ چار ابحاث ہیں۔ حکم شرعی' مصادر شریعت' قواعد لغویہ عربیہ اور اجتہاد۔ انسان کی دنیا وآخرت کی بھلائی اللہ کے حکم کی اتباع میں ہے تو پہلی بحث یہ ہوتی ہے کہ حکم الٰہی کیا ہے اور کتنی قسم پر مشتمل ہے؟ جب حکم اور اُس کی اقسام کا تعارف ہو گیا تو اب یہ سوال پیدا ہوا کہ اللہ کا یہ حکم کہاں تلاش کریں یا ہمیں کہاں ملے گا تو اِس کا جواب مصادرِ شریعت کی بحث میں اُصولیین نے دیا۔ جب یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حکم شرعی کہاں ہے تو اب تیسرا سوال یہ سامنے آیا کہ حکم شرعی کو مصادرِ شریعت سے کن اُصول وضوابط کی روشنی میں اخذ کریں گے تو اِس کے لیے قواعد لغویہ عربیہ کی بحث وجود میں آ گئی۔ اور اب چوتھا سوال یہ پیدا ہوا کہ حکم شرعی اور مصادرِ شریعت بھی معلوم ہو گئے' اور وہ قواعد بھی معلوم ہو گئے کہ جن کو استعمال کرتے ہوئے حکم شرعی' مصادرِ شریعت سے نکالنا ہے تو اِس اخذ کرنے کے عمل کا اصطلاحی نام کیا ہوگا اور یہ کام کرنے کی اجازت کیا ہر کسی کو ہو گی یا مخصوص اہلیت رکھنے والے اصحاب کو؟ پس یہ آخری بحث اجتہاد اور مجتہد کی شرائط کی بحث کہلائی۔

مجتہد جب مصادرِ شریعت پر غور وفکر کرتا ہے اور اُن میں سے حکم شرعی اخذ کرتا ہے تو مجتہد کا یہ عمل 'اجتہاد' کہلاتا ہے جبکہ جسے وہ اخذ کرتا ہے وہ 'فقہ' کہلاتی ہے۔ پس کتاب وسنت کی نصوص 'شریعت' کہلاتی ہیں۔ اُن میں مجتہد کا غور وفکر 'اجتہاد' ہے اور اِس غور وفکر کا نتیجہ یا ماخوذ (output) 'فقہ' ہے۔ خان صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''اجتہاد سے مراد یہ ہے کہ قرآن وسنت جو اسلام کے اصل مصادر ہیں' اُن پر غور کر کے قیاسی یا استنباطی طور پر شریعت کے نئے احکام معلوم کرنا... **اجتہاد سے مراد وہی فکری عمل ہے** جسے قرآن (النساء:۸۳) میں استنباط کہا گیا ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں اِسی کا نام قیاس ہے۔'' (وحید الدین خان' مسائل اجتہاد' مکتبہ الرسالہ' نئی دہلی' ص ۱۸)

سوال یہ ہے کہ 'فکری عمل' کیسے مصدر (source) بن گیا؟ عمل تو ایک فعل کا نام ہے نہ کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصدر یا ماخذ کا۔ پس خان صاحب کا یہ دعوی درست نہیں ہے کہ مصادرِ شریعت میں 'اجتہاد' بھی شامل ہے۔ مجتہد کا فعل کسی طور بھی مصدر شریعت نہیں ہوسکتا ہے۔ اجتہاد کا لفظ بعض علماء 'فقہ' کے معنی میں بھی استعمال کر لیتے ہیں جیسا کہ 'اجتہاداتِ ائمہ' سے مراد ائمہ صالحین کی 'فقہ' ہے۔ پس اجتہاد کو اگر مجتہد کے فہم یا فقہ کے معنی میں بھی لیں تو اِس معنی میں بھی یہ مصدرِ شریعت نہیں قرار پاتا۔ شریعت وہ ہے کہ جس کی قطعی طور نسبت اللہ کی طرف ممکن ہو جبکہ اجتہاد کی قطعی طور نسبت اللہ کی طرف ممکن نہیں ہے کیونکہ اِس میں خطا وصواب دونوں پہلو موجود ہوتے ہیں۔ ہاں! اگر علماء کا کسی اجتہاد پر اتفاق ہو جائے جسے اصطلاح میں اجماع کہتے ہیں تو یہ ایک ثانوی مصدرِ شریعت ہے۔ مثلاً اگر علماء کا کسی نص کے معنی پر اتفاق ہو جاتا ہے کہ اِس کا یہ معنی ہے تو اِس معنی کی نسبت اللہ کی طرف کی جا سکتی ہے اور اِس بارے ہم نے تفصیلی بحث اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ میں کی ہے۔

پس اصل مصادر کتاب وسنت ہی ہیں۔ رہی بات اجماع وقیاس کی تو وہ بھی فقہاء کی اصطلاح میں 'مُظہرِ شریعت' ہیں نہ کہ 'مُثبتِ شریعت'۔ یعنی اجماع اور قیاس شرعی حکم کو ظاہر کرتے ہیں یا سامنے لے آتے ہیں۔ شرعی حکم کا اثبات کتاب وسنت سے ہی ہوتا ہے۔ اجماع وقیاس سے کوئی نیا شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا بلکہ کتاب وسنت سے کے مخفی حکم کا اظہار ہوتا ہے۔

مسئلہ فلسطین

مہدی کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کی ایک روایت ہے جس کے الفاظ کچھ اِس طرح سے ہیں:

((يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِيْنَ))

(سنن أبی داوٗد، کتاب المهدی)

''مہدی زمین کو عدل وقسط سے بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم وجَور سے بھر دی گئی تھی اور سات سال بادشاہ رہے گا۔''

خان کا اصرار یہ ہے کہ اِس حدیث میں یہ جو پیشین گوئی کی گئی ہے کہ ایک زمانے میں زمین 'ظلم وجَور' سے بھر جائے گی تو یہ 'ظلم وجَور' مسلمانوں کا پھیلایا ہوا ظلم ہے۔ اور مسلمان بھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ جو فلسطین کی آزادی کے لیے سیاسی جدوجہد میں سرگرم عمل ہیں یا اِس تحریک آزادی کی تائید کرتے ہیں۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''فلسطین کا مسئلہ اپنی فعال صورت میں ۱۹۴۸ میں شروع ہوا۔ اِس کے بعد تمام دنیا کے مسلم رہ نما منفی ردعمل میں مبتلا ہو گئے۔ **مسلمانوں کے درمیان نفرت اور تشدد کی تحریکیں چل پڑیں۔ اِس نفرت اور تشدد کا پہلا نشانہ اسرائیل تھا اور اِس کے بعد برطانیہ اس کا نشانہ بن گیا' کیوں کہ برطانیہ نے بال فور ڈکلریشن کے تحت' اسرائیل کو قائم کیا تھا۔ اِس کے بعد نفرت اور تشدد کا یہ مسلم سیلاب امریکا کے خلاف متحرک ہو گیا' کیوں کہ امریکا' فلسطین کے اِشو پر اسرائیل کی سرپرستی کرنے لگا تھا۔ اِس کے بعد مسلمانوں کے منفی جذبات کا رخ انڈیا جیسے ملکوں تک پھیل گیا جو اسرائیل سے مصالحت کا تعلق قائم کیے ہوئے تھے'** یہاں تک کہ منفی جذبات سے بھرے ہوئے یہ مسلمان خود مسلم حکومتوں کے خلاف ہو گئے' کیوں کہ مسلم حکومتیں اسرائیل کے خلاف وہ انتہائی اقدامات نہیں کر رہی تھیں جو مسلمان اُن سے چاہتے تھے۔ **مذکورہ حدیث رسول میں پیشین گوئی کی گئی تھی کہ 'ارض' ظلم وجَور سے بھر دی جائے گی اور پھر اُس کو قسط اور عدل سے بھرا جائے گا۔** یہ ایک تعبیری اسلوب ہے۔ اِس سے مراد یہی مذکورہ صورت حال ہے۔ موجودہ زمانے میں عملاً یہی پیش آیا ہے کہ **ارض فلسطین کے حوالے سے' ساری دنیا کے مسلمان نفرت اور تشدد میں مبتلا ہو گئے۔ اِسی نفرت اور تشدد کو 'ظلم وجور' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اِس کے بعد حدیث کے مطابق' جو ہونا ہے' وہ یہ کہ 'ارض' کو قسط اور عدل سے بھر دیا جائے۔ یہ اُمن کی تعبیر ہے۔** اِس حدیث میں قسط اور عدل سے مراد اَمن پر مبنی معتدل فضا ہے جو مسلمانوں کے لیے دعوت کے مواقع کو کھولنے والی ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: اکتوبر ۲۰۰۹ء' ص ۳۰۔۳۱)

خان صاحب کے بقول مسلمانوں کی تحریک آزادی سے پھیلے والے اِس ظلم وستم کو مہدی آ کر ختم کریں گے۔ اُن کا کہنا ہے کہ مہدی' اَمن کی تعبیر پیش کرے گا اور دعوت کے ذریعے مسلمانوں کے پھیلائے ہوئے ظلم وستم کا خاتمہ کرے گا۔ اب اَمن کا وہ نمائندہ (ambassador of peace) اور داعی کون ہے جو مہدی زمان ہے؟ اِس کتاب کے سابقہ ابواب کے مطالعہ کی روشنی میں ہمارے قارئین کے لیے یہ نتیجہ نکالنا بالکل مشکل نہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگا کہ یہ جناب خود خان صاحب ہیں!

فلسطین کی آزادی کی آواز بلند کرنے والے مسلمان تو معلوم نہیں نفرت اور تشدد میں مبتلا ہیں یا نہیں لیکن خان صاحب کی مذکورہ بالا عبارت یہ ضرور ثابت کر رہی ہے کہ خان صاحب مسلمانوں کے خلاف کس قدر نفرت اور تشدد (violence) پھیلانے میں مبتلا ہیں۔ خان صاحب کا المیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف نفرت اور تشدد پھیلانے کی قیمت پر غیر مسلموں میں دعوت کے رستے کھولنا چاہتے ہیں؟ وہ اپنوں کو برا کہتے ہیں تا کہ اغیار اُن کے قریب ہوں؟ فیا للعجب!

مسئلہ کشمیر

خان صاحب کی رائے یہ ہے کہ کشمیر کا الحاق پاکستان کی بجائے انڈیا سے ہونا چاہیے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''تجربہ بتاتا ہے کہ انڈیا ہر اعتبار سے پاکستان سے بہت زیادہ ترقی کر رہا ہے۔ ایسی حالت میں کشمیر کے لیے بہترین چوائس انڈیا ہے' نہ کہ پاکستان۔ حقیقت یہ ہے کہ انڈیا کے ساتھ جڑنا' ایک ترقی یافتہ ملک کے ساتھ جڑنا ہے۔ اور پاکستان کے ساتھ جڑنا' ایک ایسے ملک کے ساتھ جڑنا ہے جو ابھی تک ترقی کی طرف اپنا سفر بھی شروع نہ کر سکا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: ستمبر ۲۰۰۷ء' ص ۱۹)

خان صاحب کی رائے کی بنیاد قابل غور ہے کہ وہ کس بنیاد پر وہ کشمیر کی پاکستان کی نسبت انڈیا سے الحاق کو ترجیح دے رہے ہیں؟ یہ بنیاد سراسر مادی بنیاد (materialistic approach) ہے۔ کشمیر کو انڈیا کے ساتھ اِس لیے مل جانا چاہیے کہ وہاں معاشی ترقی کے امکانات زیادہ ہیں' سوچ کا یہ رخ مذہبی زاویہ نگاہ نہیں ہے۔ بات یہاں صرف الحاق کی نہیں ہے بلکہ انتخاب کی ہے کہ غیر مسلم اور مسلمان میں سے کس کا انتخاب کیا جائے؟ چاہے مسلمان گناہ گار ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ غیر مسلم سے بہر صورت بہتر ہے اور یہی ہماری دینی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ جب کسی مسلمان کے پاس چائس (choice) نہ ہو تو پھر صورت حال مختلف ہوگی اور اِس کا حکم بھی مختلف ہوسکتا ہے۔

خان صاحب کے بقول مسلمان جب فلسطین اور کشمیر وغیرہ میں اسرائیلی یا انڈین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت کے خلاف احتجاج کرتے ہیں تو سیکورٹی فورسز جوابی کاروائی کرتے ہوئے بہت سے ایسے لوگوں کو بھی شہید کر دیتی ہے جو احتجاج میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ خان صاحب کے بقول' یہ ایک فطری اَمر ہے لہٰذا اِن بے قصور مسلمانوں کی ہلاکت یا شہادت کے ذمہ دار بھی احتجاج کرنے والے مسلمان ہی ہیں۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''یہی معاملہ اُن مقامات کا ہے جہاں زیادہ بڑے پیمانے پر یہ صورتِ حال پیش آ رہی ہے۔ مثلاً کشمیر اور فلسطین' وغیرہ۔ **اِن مقامات پر بھی یہی ہوتا ہے کہ پہلے مسلمان' پولس' یا فوج پر پتھر مارتے ہیں۔ اِس کے بعد پولس یا فوج مسلمانوں کے اوپر گولی چلاتی ہے یا ہوائی جہاز سے وہ اُن کے اوپر بم گراتی ہے۔ اِس طرح کے واقعات میں عملاً یہی ہوتا ہے کہ جو مسلمان براہِ راست طور پر اِس فعل میں ملوث نہیں ہوتے' وہ بھی جوابی کاروائی میں فوج کی گولی اور بم کا نشانہ بنتے ہیں'** یعنی ملوث ہونے والے مسلمان بھی اور ملوث نہ ہونے والے مسلمان بھی۔'' (صبح کشمیر: ص۳۶)

اِس کے بعد اِس ظلم کو فطری قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو اِس کے خلاف احتجاج کا حق حاصل نہیں ہے:

''ایسے واقعات کو لے کر یہ احتجاج کرنا کہ فریق ثانی کی جوابی کاروائی میں قصوروار مسلمان اور غیر قصوروار مسلمان دونوں زد میں آئے' اور یہ انسانی حقوق کے خلاف ہے۔ **اِس طرح کا احتجاج سرتاسر باطل ہے۔** قرآن ایسے کسی احتجاج کی تصدیق نہیں کرتا۔ **اِس طرح کے واقعات میں ایسا ہونا بالکل فطری ہے کہ قصوروار کے ساتھ غیر قصوروار بھی مارے جائیں۔**'' (ایضاً: ص۳۶)

حالانکہ احتجاج کا یہ حق بنیادی انسانی حقوق میں سے ہے جو نہ صرف مذہب نے اپنے پیروکاروں کو دیا ہے بلکہ ہر سیکولر ریاست بھی اپنے شہریوں کو یہ حق عطا کرتی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نہم

تزکیہ وتذکیر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نہم

تزکیہ وتذکیر

خان صاحب کا تزکیہ نفس کا تصور

خان صاحب کا تزکیہ نفس (purification) کا تصور بھی بہت ہی عجیب ہے۔ اسلام نہیں بلکہ مذہب کی تاریخ میں غالباً وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے تزکیہ نفس کی بنیاد 'قلب' کی بجائے 'عقل' کو بنایا ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''دوسرے لفظوں میں یہ کہ قرآن کا تزکیہ مبنی بر عقل تزکیہ ہے' نہ کہ مبنی بر قلب تزکیہ۔ اس سلسلے میں ''قلب'' کا لفظ قرآن اور حدیث میں لٹریری معنوں میں استعمال کیا گیا ہے' نہ کہ سائنسی معنوں میں۔ بعد کے زمانے میں' صوفیا کے اثر سے مسلمانوں میں مبنی بر قلب تزکیہ کا تصور رائج ہو گیا۔ اِس تصور کے تحت یہ سمجھ لیا گیا کہ انسان کا قلب تمام ربانی حقیقتوں کا خزانہ ہے۔ مراقبہ کے ذریعے اِس خزانہ تک پہنچو' اور پھر تم کو وہ چیز حاصل ہو جائے گی جس کو اسلام میں تزکیہ کہا گیا ہے۔ مگر مبنی بر قلب تزکیہ کا یہ تصور قرآن سے ماخوذ نہ تھا' بلکہ اس کا ماخذ تاریخ تھا۔ قدیم زمانے سے چوں کہ مبنی بر قلب روحانیت کا تصور لوگوں کے درمیان چلا آ رہا تھا' اِس کے زیر اثر مضامات کے طور پر لوگوں نے اِس کو اسلام میں داخل کر دیا۔ جدید سائنس نے وہ علمی بنیاد فراہم کر دی ہے جس کے تحت اسلامی تزکیہ کو دوبارہ مبنی بر دماغ تزکیہ کے طور پر زندہ کیا جائے۔ جدید تحقیقات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ انسان کا قلب خون کی گردش کے لیے صرف ایک پمپ کا کام کرتا ہے' قلب کے اندر سوچنے کی صلاحیت موجود نہیں۔ سوچنے کی صلاحیت تمام تر صرف دماغ میں ہے۔ انسان کی زندگی کے تمام افعال سوچنے کے ذریعہ وجود میں آتے ہیں۔ تزکیہ کا معاملہ کوئی مستثنیٰ معاملہ نہیں۔ تزکیہ کا مقصد بھی دماغ کی سطح پر سوچنے کے ذریعے حاصل ہوتا ہے' نہ کہ قلب پر مفروضہ توجہ دینے سے۔ قلب پر توجہ دینا' اتنا ہی زیادہ بے بنیاد ہے' جتنا کہ حصول تزکیہ کے لیے ناخن یا بال پر توجہ دینا۔'' (ماہنامہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرسالہ: فروری ۲۰۱۱ء، ص۱۳)

خان صاحب کا یہ دعویٰ کہ کتاب وسنت کے تزکیہ نفس کے تصور کی بنیاد 'قلب' (Heart) نہیں ہے، خود کتاب وسنت کی صریح تعلیمات کے خلاف ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((ألا وإن في الجسد مضغة؛ إذا صلحت صلح الجسد كله، وإذا فسدت فسد الجسد كله، ألا وهي القلب)) صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب أخذ الحلال وترك الشبهات)

''خبردار! اور جسم انسانی میں ایک عضو ہے۔ جب وہ درست ہو جائے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ جان رکھو! وہ عضو 'قلب' ہے۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے قلب انسانی کو جسم کے بناؤ وبگاڑ کی بنیاد قرار دیا ہے۔ آسان الفاظ میں اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق صالح انسان وہ ہے جس کا قلب 'صالح' بن جائے اور فاسد انسان وہ ہے جس کا قلب 'فاسد' ہو جائے۔ پس اسلام میں تزکیہ نفس کی بنیاد 'قلب' ہے۔

خان صاحب نے لفظ 'قلب' پر یہ شبہہ وارد کرنے کی کوشش کی ہے کہ کتاب وسنت میں قلب کا لفظ 'دل' (Heart) کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ لٹریری معنی میں استعمال ہوا ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''اِس سلسلے میں ''قلب'' کا لفظ قرآن اور حدیث میں لٹریری معنوں میں استعمال کیا گیا ہے، نہ کہ سائنسی معنوں میں۔'' (ماہنامہ الرسالہ: فروری ۲۰۱۱ء، ص۱۳)

خان صاحب کا یہ شبہہ بالکل بے بنیاد اور لغو ہے۔ کتاب وسنت میں 'قلب' کا لفظ اِسی معنی میں استعمال ہوا ہے جسے ہم سائنسی معنی میں 'دل' (Heart) کہتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((إن الله لا ينظر إلى أجسادكم، ولا إلى صوركم، ولكن ينظر إلى قلوبكم، وأشار بأصابعه إلى صدره)) صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریم ظلم المسلم)

''اللہ تعالیٰ تمہارے اجسام اور شکلوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے قلوب کو دیکھتا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اِس کے بعد اپنی انگلیوں سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔''

پس اللہ کے رسول ﷺ نے جسم انسانی میں اُس 'قلب' کا مقام بھی متعین کر دیا کہ جو اصلاح نفس کی بنیاد ہے۔ آپ نے اِس کے تعین کے لیے سینے کی طرف اشارہ کیا۔ اسی طرح ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((المسلم أخو المسلم' لایظلمه ولایخذله' ولا یحقره التقوی ههنا ویشیر إلی صدره ثلاث مرات)) صحیح مسلم' کتاب البر والصلة والآداب' باب تحریم ظلم المسلم)

''مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ تو اُس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے رُسوا کرتا ہے اور نہ ہی اُسے حقیر خیال کرتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے سینے کی طرف تین دفعہ اشارہ فرمایا۔''

روایت کا سیاق (contex) بتا رہا ہے کہ رویوں (attitudes) کی اصلاح کی بات ہو رہی ہے اور آپ نے اِس اصلاح کے لیے تقویٰ کو بنیاد بنایا ہے۔ اور رویوں کی اصلاح تقویٰ کے بغیر ممکن نہیں ہے اور تقویٰ کا مقام انسان کا 'قلب' ہے اور اِس کے لیے آپ نے سینے کی طرف تین مرتبہ اشارہ فرمایا۔

انسان کے مطالعہ سے متعلقہ جدید علوم (Humanities) میں سے علم نفسیات (Psychology) سے یہ اُمید کی گئی تھی کہ شاید وہ نفس انسانی کی اصلاح کے حوالہ سے کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دے گا لیکن چونکہ جدید نفسیات (Modern Psychology) بھی مغربی فلسفے (Western Philosophy) کی کوکھ سے برآمد ہوئی ہے کہ جس میں ڈیکارٹ (Descartes 1596-1650) کے جملے "I think, therefor I am" سے شروع ہونے والی عقل پرستی (Rationalism) کو تقریباً خدا کا درجہ حاصل ہو چکا ہے لہٰذا جدید نفسیات کا یہ المیہ ہے کہ یہاں بھی اصلاح نفس کی کل بنیاد انسانی ذہن ہے۔ پس مطالعہ اور تحقیق کا اصل موضوع بھی انسانی ذہن بن گیا بلکہ اِس قدر غلو ہوا ہے کہ انسانی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احساسات اور جذبات (Feelings and Emotions) کو بھی انسانی ذہن کی پیداوار مان لیا گیا اور وہ لوگ بیوقوف (idiot) قرار پانے لگے کہ جن کا یہ خیال ہو کہ اُن کے جذبات کا مخزن اُن کا 'دل' ہے۔ إنا لله وإنا إليه رجعون

یہ تحقیق کچھ آگے بڑھی تو بعض نے تو انسانی دماغ میں بھی ایک چھوٹا سا 'قلب' تلاش کر لیا اور بعض کو 'قلبِ انسانی' میں ایک چھوٹا سا 'دماغ' نظر آنے لگا۔ اِن دونوں قسم کے مناہج (approches) میں اصل بنیاد عقل پرستی ہے۔ مغرب میں اِس وقت انسانی جسم میں عقل کا افضل اور اشرف ترین حصہ ہونا ایک ایسا مسلّمہ اَمر بن چکا ہے کہ اِس سے انکار کرنے والے بیوقوف کہلانے لگے ہیں۔

اسلامی نفسیات (Islamic Psychology) کا موضوع ہی بالکل اور ہے اور اِس کی ابتداء اور انتہاء 'قلب' ہے۔ علم فلسفہ کی تاریخ پر ایک نظر دوڑا لیں کہ سقراط (Socrates 469-399 BC) سے لے کر برٹرینڈ رسل (Bertrand Russell 1872-1970) تک دیکھ لیں کہ کتنے ہیں کہ جنہیں اُن کی عقل نے اِس یقین تک پہنچا دیا ہو کہ اِس دنیا کا ایک خالق (Creator) ہے۔ یہ تو 'اصحابِ عقل' کا معاملہ ہے۔ دوسری طرف 'اصحابِ قلب' کو دیکھیں یعنی انبیاء رسل کی جماعت تو آدم علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک سب کے سب ایک ہی عقیدہ' عقیدہ توحید پر نہ صرف متفق نظر آتے ہے بلکہ اُس کے داعی بھی ہیں۔ وحی اللہ کے رسول ﷺ کے قلب پر نازل ہوتی تھی نہ کہ عقل پر۔ اگر اللہ کی نظر میں عقل کی اہمیت زیادہ ہوتی تو وحی الٰہی کے نزول کا مقام عقل ہوتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ۔ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ﴾(الشعراء: ۱۹۴۔۱۹۶)

''اور یہ قرآن مجید رب العٰلمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اِس کو رُوح الامین نے نازل کیا ہے آپ کے قلب پر تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔''

انسانی عمل کا اصل محرک (motive) اُس کا جذبہ ہے کہ جس کا مقام ومحل انسانی قلب ہے۔ لہٰذا انسان کی کل حرکت کا باعث 'قلب' ہے۔ ایمان' یقین' اخلاص' تقویٰ' محبت' مودت' الفت' خوف' اُمید' شکر' رضا' ورع' انابت' خشوع' توکل' صبر' ارادہ' نفرت'

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغض، کینہ، غصہ، غیظ، غضب، عداوت، کفر اور نفاق وغیرہ قلوب کے افعال واعمال ہیں۔ کتاب وسنت کی نصوص میں اِن اعمال کی نسبت قلب انسانی کی طرف کی گئی ہے اور کسی انسان کی اصلاح اور بگاڑ میں اِن اعمال کی اہمیت سے انکار کسی طور ممکن نہیں ہے۔ پس قلب کی اصلاح کے بغیر نفس انسانی کی اصلاح کا تصور سراسر ایک غیر اسلامی تصور ہے اور اہم سے زیادہ اِس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَلَمْ يَسِيْرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ (٤٦)

''کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں، پس اُن کے دل ہوتے کہ جن سے وہ سمجھتے، اُن کے کان ہوتے کہ جن سے وہ سنتے۔ پس بلاشبہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

اِس آیت مبارکہ میں ﴿الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ کے الفاظ نے 'قلوب' کا معنی نص صریح کی طرح واضح کر دیا ہے کہ 'قلوب' سے اللہ کی مراد وہ 'قلوب' ہیں جو سینے میں ہوتے ہیں۔ اِسے اُصول فقہ کی اصطلاح میں کہتے ہیں کہ متکلم نے اپنے کلام کی خود ہی تفسیر کر دی ہے اور جب متکلم اپنے کلام کی تفسیر کر دے تو وہ کلام 'مفسر' بن جاتا ہے کہ جس میں مخاطب کی طرف سے کسی تاویل کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اِس آیت مبارکہ میں ''**تعقل**'' (quality to differentiate between right and wrong, good and evil) کی نسبت 'قلوب' کی طرف کی گئی ہے جو کہ افعال قلوب میں سے ایک فعل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ٢٤)

''وہ قرآن مجید پر تدبر کیوں نہیں کرتے۔ کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں۔''

اِس آیت مبارکہ میں 'تدبر' کی نسبت 'قلب' کی طرف کی گئی ہے۔ یہ ایک علیحدہ موضوع ہے کہ قلب انسانی کی صفت 'تدبر' سے کیا مراد ہے اور یہ کیسے ممکن ہے؟ اِسی طرح شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے، اور اِس کا کام ہی انسان کی اصلاح میں رکاوٹ ڈالنا ہے، اُس کے طریقہ واردات کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ﴾(الناس: ٥)

''جولوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔''

اِس آیت میں شیطان کے انسانی قلب میں وسوسہ ڈالنے کا بیان ہے اور 'قلب' بھی وہ جو سینے میں ہوتا ہے۔ پس اِس سے معلوم ہوا کہ انسان کی اصلاح وبگاڑ میں اصل کردار قلب کا ہے نہ کہ عقل کا۔ عقل کا کردار ایک ثانوی اور تابع کی حیثیت سے ہے۔

شیخ محمد بن ابراہیم التویجری کی کتاب ''موسوعة فقه القلوب'' اعمال قلوب پر ایک عمدہ کتاب ہے۔ مزید مطالعہ کے لیے ﴿الأنفال:٢٤﴾ اور ﴿الحجرات:٣﴾ اور ﴿التغابن:١١﴾ اور ﴿ق:٣٣﴾ اور ﴿البقرة:٧٤﴾ اور ﴿الحج:٥٤﴾ اور ﴿محمد:٢٤﴾ اور ﴿الأعراف:١٧٩﴾ اور ﴿البقرة:٢٨٣﴾ کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

خان صاحب اور تذکیر

خان صاحب کی تحریروں کا ایک مثبت پہلو وعظ ونصیحت پر مبنی اُن کی چھوٹی چھوٹی تحریریں ہوتی ہیں جو آخرت پر ایمان کی تازگی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ خان صاحب کی تحریروں میں تذکیر کا پہلو قابل تحسین ہے۔ یہ قول درست ہے کہ اُن سے پہلے لوگ یہ تو جانتے تھے کہ 'خطاب' کے ذریعے تذکیر ہوتی ہے لیکن وعظ 'تحریر' سے بھی ہوسکتا ہے' اُردو زبان میں کم ازکم یہ خان صاحب نے بتلایا ہے۔ ایک جگہ جدید دور کے مشینی انسان کا المیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''موجودہ زمانے میں لوگوں کو دیکھئے تو ہر عورت اور ہر مرد مشغول (busy) نظر آئیں گے۔ لوگوں کی یہ مشغولیت اتنی زیادہ ہے کہ کسی کے پاس کوئی اور بات سننے کے لیے فرصت نہیں۔ لوگوں کے پاس اپنے وقت اور اپنے پیسے کا ایک ہی استعمال ہے' یہ کہ وہ اپنے وقت اور اپنے پیسے کو اپنی مطلوب منزل تک پہنچنے کے لیے پوری طرح لگا دیں۔ لوگوں کی مشغولیت کس کام کے لیے ہے' وہ کام صرف ایک ہے۔ اپنی دنیا کی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانا' اپنے دنیوی مستقبل کی تعمیر کرنا۔ لیکن موت اِس نظریہ حیات کی تردید ہے۔ ہر آدمی کا آخری انجام یہ ہے کہ وہ بہت جلد مر جاتا ہے۔ وہ اپنی بنائی ہوئی دنیا کو مکمل طور پر چھوڑ دیتا ہے۔ اب وہ تنہا ایک ایسے عالم کی طرف چلا جاتا ہے' جہاں کے لیے اُس کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔''

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(آخرت کا سفر: ص ۱۷۔۱۸)

ایک اور مقام پر برتھ ڈے کی رسم کی پیدائش کی بجائے موت سے نسبت جوڑتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

''آج کل یہ رواج ہے کہ جب کسی شخص کی عمر کا ایک سال پورا ہوتا ہے اور اُس کی عمر کا اگلا سال شروع ہوتا ہے تو اُس وقت اس کی سال گرہ (birthday) منائی جاتی ہے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ اُس کو موت کی یاد کا دن سمجھا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر عورت اور ہر مرد کی عمر کا مسلسل کاؤنٹ ڈاؤن (countdown) ہو رہا ہے۔ ہر سال گرہ صرف یہ بتاتی ہے کہ تمھاری مدت حیات کا ایک اور سال کم ہو گیا۔ موت اِسی کاؤنٹ ڈاؤن کی تکمیل ہے۔'' (ایضاً: ص ۲۱)

ایک اور جگہ موت کی یاد دہانی کرواتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انسان واقعات سے سبق نہیں لیتا۔ بڑھاپا اور بیماری اُس کو موت کی خبر دیتے ہیں' لیکن وہ موت کے بارے میں سوچنے کے بجائے صرف علاج کے بارے میں سوچتا ہے۔ وہ ڈاکٹروں اور اسپتالوں کے پیچھے دوڑتا ہے' یہاں تک کہ وہ ناامیدی کے ساتھ مر جاتا ہے۔ دوبارہ جو چیز اُس کو ملتی ہے' وہ تندرستی نہیں ہے' بلکہ صرف موت ہے۔'' (ایضاً: ص ۳۱)

ماڈرن انسان جو اپنے بچوں کے مستقبل بنانے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیتا ہے' اُس کی تذکیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''آدمی اپنے بچوں کے مستقبل کی خاطر اپنا سب کچھ لگا دیتا ہے مگر قبل اِس کے کہ وہ اپنے بچوں کے مستقبل کو دیکھ کر خوش ہو وہ خود اپنے اُس مستقبل کی طرف ہانک دیا جاتا ہے جس کے لیے اُس نے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔'' (ایضاً: ص ۹)

ایک اور جگہ حرص کے بالمقابل قناعت کی تلقین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مذہب کی اصطلاح میں کم پر راضی ہونے کا نام قناعت ہے اور زیادہ کی تلاش میں رہنے کا نام حرص۔ اِنھیں دولفظوں میں زندگی کی پوری کہانی چھپی ہوئی ہے۔ جو آدمی اِس حقیقت کو جان لے' وہی عارف ہے۔ اور جو اِس حقیقت سے بے خبر رہے' وہی وہ انسان ہے جس کو معرفت حاصل نہیں ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ انسان کی خواہشیں لامحدود ہیں' لیکن موجودہ دنیا ہر اعتبار سے محدود ہے۔ محدود دنیا میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لامحدود خواہشات کی تکمیل نہیں ہوسکتی' اِس لئے جو لوگ موجودہ دنیا میں اپنی خواہشات کو لامحدود طور پر پورا کرنا چاہیں' وہ ہمیشہ بے اطمینانی کا شکار رہیں گے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: نومبر ۲۰۰۹ء' ص ۳۹)

موجودہ دور میں مادہ پرستی (materialism) کے فتنے کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''موجودہ زمانے کا اصل فتنہ مال ہے۔ آج کل ہر آدمی زیادہ سے زیادہ مال کما رہا ہے۔ اِس مال کا مصرف والدین کے نزدیک صرف ایک ہے' اور وہ ہے گھر کے اندر ہر قسم کے راحت کے سامان اکٹھا کرنا' اور بچوں کی تمام مادی خواہشوں کو پورا کرنا۔ موجودہ زمانے میں یہ کلچر اتنا زیادہ عام ہے کہ اِس معاملے میں شاید کسی گھر کا کوئی استثنا نہیں' خواہ وہ بے ریش والوں کا گھر ہو' یا باریش والوں کا گھر۔ والدین کے اِس مزاج نے ہر گھر کو مادہ پرستی کا کارخانہ بنا دیا ہے۔ تمام والدین اپنے بچوں کے اندر شعوری یا غیر شعوری طور پر مادہ پرستانہ ذہن بنانے کے امام بنے ہوئے ہیں۔ اِسی کے ساتھ والدین یہ چاہتے ہیں کہ اُن کے بچے آخرت کی جنت سے بھی محروم نہ رہیں۔ اِسی مزاج کے بارے ایک اردو شاعر نے کہا تھا۔ رند کے رند رہے' ہاتھ سے جنت نہ گئی۔'' (ماہنامہ الرسالہ: اکتوبر ۲۰۰۹ء' ص ۱۱)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''یہ کسی ایک نوجوان کی بات نہیں۔ یہی موجودہ زمانے میں تقریباً تمام لوگوں کا حال ہے۔ بظاہر ایک آدمی دین داری کی بات کرے گا۔ وہ اسلام کو اپنی منزل بتائے گا۔ لیکن اگر اُس کو کسی قسم کی مادی ترقی حاصل ہو جائے' تو اچانک وہ بدل جائے گا۔ وہ تمام باتوں کو بھلا کر مادی ترقی ہی کو اپنا سب کچھ بنا لے گا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: نومبر ۲۰۰۸ء' ص ۲۳)

اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنے کے رویے کے بارے لکھتے ہیں:

''آج کل یہ رواج ہے کہ ایک شخص پیسہ کمائے گا اور اُس کے بعد وہ ایک کار خرید کر اپنے بیٹے کو دے گا۔ کار کے شیشہ پر لکھا ہوا ہوگا۔ باپ کی طرف سے تحفہ (Dad's Gift)۔ یہ کوئی سادہ بات نہیں۔ اپنی حقیقت کے اعتبار سے یہ ناشکری کا کلمہ ہے۔ ایک نعمت جو حقیقۃً خدا کی طرف سے ملی ہے' اُس کو خدا کی طرف منسوب نہ کرنا' بلکہ اُس کو خود اپنے کمالات کے خانے میں ڈال دینا' یہ خدا کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ بے اعتزافی کا معاملہ ہے، اور خدا کے ساتھ یہ بے اعتزافی (یعنی ناشکری) بلاشبہ خدا کی اس دنیا میں سب سے بڑے جرم کی حیثیت رکھتا ہے۔(ماہنامہ الرسالہ: اکتوبر ۲۰۰۹ء؛ ص ۳۵)

ایک اور مقام پر انسان کے ذہنی تناؤ اور اس کے اسباب کے بارے لکھتے ہیں:

''موجودہ زمانہ کا شاید سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ آج کسی انسان کو ذہنی سکون حاصل نہیں۔تقریباً ہر آدمی ذہنی تناؤ اور فکری الجھن میں مبتلا ہے۔خواہ وہ امیر ہو یا غریب' خواہ وہ سامان والا ہو یا بے سروسامان والا۔ پچھلے سال بنگلور کے ایک کمپیوٹر انجینئر کو اُس کی ایک ایجاد پر امریکہ کی طرف سے ۵۰ ملین ڈالر اچانک مل گئے۔مگر اِس غیر معمولی دولت نے اُس کو ذہنی پریشانی میں مبتلا کر دیا یہاں تک کہ صرف ایک سال کے اندر اس کا یہ حال ہو گیا کہ اُس کی نیند ختم ہو گئی اور رات کے وقت وہ نیند کی گولیاں کھا کر سونے لگا۔'' (صبح کشمیر: ص ۱۱۶)

تجویز اور مشورہ

خان صاحب اپنی زندگی کو صرف تذکیری نوعیت کے کام تک ہی محدود رکھتے تو اُمت پر اُن کا یہ بہت بڑا احسان ہوتا اور اُمت کے جمیع مکاتب فکر میں اُنہیں قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا' لیکن اُنہوں نے اُمت کی فکری رہنمائی کا جو بیڑا اٹھا لیا ہے تو اَمر واقعہ یہ ہے کہ وہ نہ تو علمی وفکری طور اِس قابل ہیں اور نہ ہی اخلاقی وشخصی اعتبار سے اِس کی اہلیت رکھتے ہیں۔خان صاحب لکھتے ہیں:

''آدمی کوئی ایسی ذمے داری ہرگز قبول نہ کرے جس کے لیے وہ اپنے آپ کو اہل نہ پاتا ہو۔ اِس لیے کہ نااہلی کے باوجود اگر وہ کسی اجتماعی ذمہ داری کو قبول کرتا ہے تو صرف بگاڑ میں اضافے کا باعث بنے گا۔مثال کے طور پر ایک شخص مخلص ہے' مگر وہ سیاست کا تجربہ نہیں رکھتا' تو اُس کو ہرگز سیاست کے میدان میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ ایک شخص روایتی عالم ہے' لیکن اُس نے جدیدیات کا براہ راست مطالعہ نہیں کیا ہے تو اُس کو جدید طبقے کی رہنمائی کا کام نہیں سنبھالنا چاہیے۔ ایک شخص کی تربیت درس وتدریس کے ماحول میں ہوئی ہے تو اُس کو تحریک جہاد کا نمائندہ نہیں بننا چاہیے۔ ایک شخص صرف مسجد اور مدرسے کے ماحول کو جانتا ہے تو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس کو عالمی قیادت کے اسٹیج پر نہیں آنا چاہیے۔ ایسے ہر موقع پر اخلاص کا تقاضا ہے کہ آدمی یہ کہہ دے کہ: ما أنا بصاحب هذا (میں اِس کام کا اہل نہیں)۔ **نااہلی کے باوجود رہنمائی کے میدان میں داخل ہونا' بلاشبہ ایک مجرمانہ فعل ہے۔ کسی آدمی کا مخلص ہونا' ایسے احمقانہ اقدام کے لیے ہرگز کوئی عذر نہیں بن سکتا۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: جنوری ۲۰۱۱ء' ص ۳۵)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دہم

خان صاحب کی ذہنی اُلجھنیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دہم

خان صاحب کی ذہنی اُلجھنیں

خان صاحب جس ذہنی اُلجھن کے ساتھ مسلمانوں پر نقد کرتے ہیں اور اپنے بارے مہدی، مسیح، رجل مؤمن، دابۃ الارض اور قتل دجال وغیرہ کا تصور قائم کرتے ہیں اُسے جدید علم نفسیات کی روشنی بڑائی کا وہم (Grandiose delusion) کہتے ہیں کہ جس میں ایک شخص اپنی ذات کی بڑائی کے وہم (delusions of grandeur) میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ہزاروں یا لاکھوں میں ایک نہیں بلکہ دنیا میں ایک سمجھنے لگتا ہے۔ خان صاحب ایک جگہ اپنے ماسوا علماء پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سو سال سے بھی زیادہ مدت سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ ہمیں دور جدید کے علماء کی ضرورت ہے، یعنی ایسے علماء جو علوم دینیہ کی تحصیل کے علاوہ وقت کے علوم کی بھی تعلیم حاصل کریں۔ اِس طرح ایسے علماء تیار ہوں جو قدیم و جدید دونوں سے واقف ہوں تا کہ وہ عصر حاضر کے مطابق، اسلام کی خدمت انجام دے سکیں... **ایسے لوگوں کی فہرست ہزاروں میں شمار کی جاسکتی ہے جو دونوں قسم کی تعلیم سے بہرہ ور ہوئے، مگر وہ ملت کی مطلوب ضرورت پورا نہ کر سکے۔** مثال کے طور پر چند نام یہاں لکھے جاتے ہیں۔ مولانا حمید الدین فراہی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، پروفیسر مشیر الحق، ڈاکٹر عبد الحلیم عویس، ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی، مولانا محمد تقی عثمانی، پروفیسر محمد یاسین مظہر صدیقی، پروفیسر محمد اجتبا ندوی، پروفیسر محسن عثمانی، پروفیسر ضیاء الحسن ندوی، ڈاکٹر عبد الحلیم ندوی، ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی، ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی، ڈاکٹر سعود عالم قاسمی وغیرہ... میں نے ذاتی طور پر اِس قسم کے علماء کی تحریریں پڑھی ہیں، مگر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اُن سب کی تحریریں قدیم روایتی مسائل کی جدید تکرار کے سوا اور کچھ نہیں۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مارچ ۲۰۰۷ء، ص ۴۔۵)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سند یافتہ علماء کے سوا بہت سے دوسرے مسلم رہنما ہیں جو عربی اور فارسی اور اردو کے سوا مغربی زبان (انگریزی یا فرنچ) بھی جانتے تھے۔ **اُنہیں دونوں طرف کے لٹریچر کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا' مگر ان کی تحریروں کا ذخیرہ بتاتا ہے کہ وہ بھی دور جدید میں اسلام کی اِس فکری ضرورت کو پورا نہ کر سکے۔** اُن میں سے چند نام یہ ہیں۔ سید جمال الدین افغانی' ڈاکٹر محمد اقبال' ڈاکٹر محمد رفیع الدین' مولانا ابو الکلام آزاد' شیخ محمد عبدہٗ سید رشید رضا' امیر شکیب ارسلان' سید قطب' ڈاکٹر عبد القادر عودۃ' ڈاکٹر عبد الرحمٰن الکواکبی' مولانا عبد الماجد دریابادی' سید ابو الاعلی مودودی' ڈاکٹر اسرار احمد' مولانا سید ابو الحسن علی ندوی' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' وغیرہ۔''
(ماہنامہ الرسالہ: مارچ ۲۰۰۷ء' ص ۶)

راقم نے خان صاحب کی تحریروں کا بغور مطالعہ کیا ہے اور اِس نتیجے تک پہنچا ہے کہ خان صاحب نے اپنی زندگی میں صرف ایک ہی شخصیت کی کھل کر تعریف کی ہے اور وہ مہدی اور مسیح کی شخصیت ہے کہ جن کی قیامت سے پہلے آمد کی خوشخبری اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث میں بھی موجود ہے۔ ایک جگہ خان صاحب مہدی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پھر خدا کی توفیق سے ایک شخص اٹھے گا جو خود سائنسی دلائل کے ذریعے اِس دجالی فتنے کا خاتمہ کر دے گا۔ وہ دجالی دلائل کو زیادہ برتر دلائل کے ساتھ بے بنیاد ثابت کر دے گا۔ یہ واقعہ' اپنی نوعیت کے اعتبار سے' تاریخ بشری کا پہلا واقعہ ہو گا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۱۸۔۱۹)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''مہدی دراصل اسی قسم کا ایک صاحب معرفت انسان ہوگا... اُس کے اندر تجزیہ کی طاقت (power of analysis) کمال درجے میں موجود ہو' وہ محدد تبیین (precise description) کی صلاحیت کا حامل ہو۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۳۷)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''مہدی کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ وقت کے تمام سوالات میں وہ استثنائی طور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[exceptionally] پر درست رہنمائی دینے کی صلاحیت کا حامل ہو گا۔''
(ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء ص ۱۵)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''مہدی کا مہدی ہونا' اپنے آپ بتا رہا ہے کہ مہدی کی پہچان کیا ہے۔ وہ پہچان یہ ہے کہ مہدی اپنے ماحول کے برعکس' استثنائی طور پر ایک ہدایت یاب انسان ہو گا' جب کہ لوگ عمومی طور پر ہدایت حق سے محروم ہو چکے ہوں گے۔ **مہدی ایک استثنائی انسان کا نام ہے' اور یہی استثنا وہ چیز ہے جس کے ذریعے پہچاننے والے اُس کو پہچانیں گے۔** مہدی نہ خود اپنے مہدی ہونے کا دعوی کرے گا' اور نہ آسمان سے یہ آواز آئے گی کہ فلاں شخص مہدی ہے' اُس کو مانو اور اُس کا اتباع کرو۔''
(ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء ص ۳۶)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''دورِ آخر کے مجدد کی سب سے پہلی علامت یہ ہو گی کہ وہ خدا کی خصوصی توفیق سے' دینِ حق کو دوبارہ اُس کی حقیقی صورت میں دریافت کرے گا۔ وہ ظاہری فارم سے گزر کر اسلام کی اصل سپرٹ کا فہم حاصل کرے گا۔ وہ قرآن کی مغالطہ آمیز تشریح سے گزر کر قرآن کے اصل پیغام کو سمجھے گا۔ وہ دین اجنبی کو اپنے لیے دوبارہ دین معروف بنائے گا۔ **دوسرے لفظوں میں وہ خدا کے دین کو دوبارہ اس طرح دریافت کرے گا' جس طرح اصحابِ رسول نے اس کو دریافت کیا تھا۔** زمانے کے اعتبار سے' وہ بعد کا انسان ہو گا' لیکن معرفت کے اعتبار سے وہ اصحاب رسول جیسی معرفت کا حامل ہو گا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء ص ۵۰۔۵۱)

خان صاحب جس مہدی اور مسیح کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں اور اِس کے برعکس ہر بڑے عالم دین اور مفکر کے کام کو عبث قرار دے رہے ہیں تو یہ خوش نصیب کہ جس کے خان صاحب اتنے دیوانے ہیں' وہ خود ہیں۔ ایک جگہ خان صاحب اپنے ممدوح مہدی اور مسیح کے بارے لکھتے ہیں:

''اِسی طرح مہدی' یا مسیح جو کارنامہ انجام دیں گے' اُنھیں بھی خدا کی خصوصی مدد کے ذریعے ایک طاقت ور ٹیم حاصل ہو گی۔ غالباً یہی وہ ٹیم ہے جس کو حدیث میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَخوانِ رسول کہا گیا ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۴۳)

اِس بیان کے مطابق مہدی و مسیح کے ساتھ 'اَخوانِ رسول' کی ٹیم ہوگی۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''ماضی اور حال کے تمام قرائن تقریباً یقینی طور پر بتاتے ہیں کہ سی پی ایس [مولانا وحید الدین خان] کی ٹیم ہی وہ ٹیم ہے جس کی پیشین گوئی کرتے ہوئے پیغمبر اسلام نے اِس کو اَخوانِ رسول کا لقب دیا تھا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: ستمبر ۲۰۰۶ء، ص ۴۰)

اِس بیان کے مطابق مہدی اور مسیح' مولانا وحید الدین خان صاحب قرار پاتے ہیں کیونکہ سی پی ایس اُنہی کی بنائی ہوئی ٹیم ہے۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ اُن کی اِس ٹیم نے صحابہ کے بعد صحیح معنوں میں پہلی مرتبہ دعوت کا کام کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''یہ ایک حقیقت ہے کہ سی پی ایس کی ٹیم اَصحابِ رسول کے بعد بننے والی پہلی ٹیم ہے جو خالص دعوت الی اللہ کے لیے اٹھی ہے۔ سی پی ایس بعد کی تاریخ میں بننے والی پہلی ٹیم ہے جو مکمل طور پر دعوتی لٹریچر کی بنیاد پر اٹھی ہے۔ جس کی ذہنی تربیت یا فکری تشکیل خالص دعوتی لٹریچر کی بنیاد پر ہوئی ہے۔ سی پی ایس کی ٹیم ایک ایسی تحریک کے نتیجے میں بنی ہے جس تحریک میں پہلی بار قرآن کی دعوتی تفسیر تیار ہوئی۔ جس میں پہلی بار حدیث کی دعوتی شرح لکھی گئی۔ جس میں پہلی بار پیغمبر اسلام کی دعوتی سیرت مرتب ہوئی۔ جس میں پہلی بار اَصحابِ رسول کے دعوتی رول کو نمایاں کیا گیا۔ جس میں پہلی بار یہ بتایا گیا کہ اسلام کی سب سے بڑی طاقت اُس کی دعوت ہے۔ جس میں پہلی بار وقت کے فکری مستوی کے مطابق' اسلامی لٹریچر تیار کیا گیا۔ جس میں پہلی بار جدید سائنسی تحقیقات سے مدلل کرتے ہوئے دعوتی اسلوب پر علم کلام تیار کیا گیا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: ستمبر ۲۰۰۶ء، ص ۳۰۔۳۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ اُن کی دعوتی ٹیم اُمتِ مسلمہ کی ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ کا نتیجہ ہے:

''اَصحابِ رسول کی حیثیت ایک دعوتی ٹیم کی تھی۔ یہ ٹیم ڈھائی ہزار سالہ تاریخ کے نتیجے میں بنی۔ اِس کا آغاز اس وقت ہوا جب ہاجرہ اور اسماعیل کو خدا کے حکم سے صحرا میں بسا دیا گیا... سی پی ایس کی ٹیم کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ اَصحابِ رسول

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد تاریخ میں ایک نیا عمل شروع ہوا۔ اِسی عمل کا کلمنیشن (culmination) سی پی ایس کی ٹیم ہے...گویا اَصحابِ رسول اگر قدیم زمانے میں ڈھائی ہزار سالہ تاریخی عمل کا کلمنیشن تھے تو سی پی ایس کی ٹیم بعد کے تقریباً ڈیڑھ ہزار سالہ عمل کا کلمنیشن ہے۔ **اَصحابِ رسول کے بعد بننے والی طویل تاریخ کے تمام مثبت عناصر سی پی ایس کی ٹیم میں جمع ہو گئے۔** یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں پہلی بار اس کو یہ حیثیت ملی ہے کہ وہ دورِ حاضر میں اَخوانِ رسول کا رول کر سکے۔ **بعد کے زمانے میں اٹھنے والی تمام تحریکوں میں صرف سی پی ایس انٹرنیشنل وہ تحریک یا گروپ ہے جو استثنائی طور پر اس معیار پر پوری اترتی ہے۔** قرآن اور حدیث کی صراحت کے مطابق' اَصحابِ رسول کی امتیازی صفت یہ تھی کہ وہ پورے معنوں میں ایک داعی گروہ بنے۔ مگر بعد کو بننے والے گروہوں میں کسی بھی گروہ کو حقیقی معنوں میں داعی گروہ کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔'' (ماہنامہ الرسالہ: ستمبر ۲۰۰۶ء' ص ۳۵)

خان صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ اُمتِ مسلمہ میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد کوئی بھی ایسی مذہبی تحریک یا جماعت موجود نہیں تھی جو ردِعمل کی نفسیات سے خالی ہو ماسوائے اُن کی دعوتی ٹیم کے' وہ لکھتے ہیں:

''موجودہ زمانے میں مسلمانوں کے درمیان بہت سی تحریکیں اٹھی تھیں مگر وہ اَخوانِ رسول کا درجہ نہیں پا سکتیں...موجودہ زمانے میں اٹھنے والی تمام تحریکیں ردعمل کی تحریکیں تھیں' **اُن میں سے کوئی بھی تحریک ایسی نہیں جس کا یہ کیس ہو کہ اِس کے رہنما نے ردِعمل کی نفسیات سے مکمل طور پر خالی ہو کر قرآن اور سنت کا مطالعہ کیا' اور پھر خالص مثبت بنیادوں پر اپنی تحریک کا آغاز کیا۔ یہ خصوصیت صرف سی پی ایس انٹرنیشنل کی تحریک میں پائی جاتی ہے۔''** (ماہنامہ الرسالہ: ستمبر ۲۰۰۶ء' ص ۴۰)

حالانکہ سی پی ایس کی ٹیم کے سربراہ میں جس قدر ردِعمل کی نفسیات پائی جاتی ہیں شاذ ہی کسی مکتب فکر یا مذہبی جماعت کے رہنما میں ہوں گی۔ خان صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں جس غزوہ ہند کی بشارت دی ہے' اِس سے مراد اُن کی ٹیم کا دعوتی کام ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حدیث رسول میں ہم کو یہ پیشین گوئی ملتی ہے کہ بعد کے زمانے میں دعوت الی اللہ کا کام کرنے کے لیے ہندستان میں ایک مخصوص گروہ (عصابہ) اٹھے گا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عصابة تغزوا الهند (النسائی، کتاب الجهاد، باب غزوة الهند) یعنی ایک گروہ ہے جو ہندستان میں غزوہ کرے گا' یہاں 'غزوہ' سے مراد دعوتی جدوجہد ہے۔ یہ مخصوص دعوتی گروہ انڈیا میں بھی دعوت الی اللہ کا کام اِسی طرح کرے گا جس طرح عالمی سطح پر دعوت الی اللہ کے کام کو انجام دے گا اور لوگوں کو جنت کا راستہ دکھائے گا۔ **میں پوری یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حدیث میں جس دعوتی گروہ کی پیشین گوئی کی گئی ہے' وہ امکانی طور پر پی ایس انٹرنیشنل اور الرسالہ مشن کی دعوتی ٹیم ہے۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۰۷ء' ص ۴۰)

یہاں ایک اور بات قابل غور ہے کہ خان صاحب اپنی تعریف کے لیے اپنی ٹیم کو ذریعہ بنا رہے ہیں۔ انہوں نے ہر جگہ اپنی ٹیم کی تعریف کی ہے جو اُن کی تعریف کو مستلزم ہے کیونکہ یہ ٹیم اُنہی کی بنائی ہوئی ہے اور اِس کے سرپرست بھی آنجناب ہی ہیں۔ خان صاحب کھلے لفظوں میں اِس ٹیم کے بانی اور سرپرست کی تعریف نہیں کر سکے کہ جسے وہ مسیح موعود اور مہدی زمان کی حیثیت سے پہچان بھی چکے ہیں۔ یہ رویہ علم نفسیات میں (delusion of reference) اور خود خان صاحب کے اپنے الفاظ کی روشنی میں **'کذب خفی'** کہلاتا ہے کہ جس کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

''کذب خفی کیا ہے' وہ یہ ہے کہ کسی بات کو ٹھیک ٹھیک بیان نہ کیا جائے' بلکہ اُس کی بدلی ہوئی صورت میں بیان کیا جائے۔ ایسا کب ہوتا ہے' اِس کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً... اپنے لوگوں کو دوسروں کی نظر میں اونچا دکھانا... اِس قسم کی تمام صورتوں میں آدمی بات کو صاف طور پر بیان نہیں کرتا' مگر یہ سب بلاشبہ جھوٹ کی صورتیں ہیں۔ اِس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ آدمی کے اندر کمزور شخصیت پرورش پاتی ہے' اور کمزور شخصیت ہی کا دوسرا نام منافقانہ شخصیت ہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مارچ ۲۰۰۸ء' ص ۴۴)

بہرحال ایک تو ذہنی کیفیت یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خاص اور برتر (special

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(and superior) سمجھے اور دوسرا اُس کے ساتھ اگر یہ اُلجھن بھی شامل ہو جائے کہ اُس کے دماغ کے کسی خانے میں یہ بات موجود ہو کہ لوگ اُسے خاص اور برتر ماننے کے لیے تیار نہ ہوں گے اور وہ اپنے آپ کو منوانے کے لیے کوشش کرے تو اِس کیفیت کو نرگسی شخصی خلل Narcissistic Personality Disorder (NPD) کہتے ہیں۔ اِس ذہنی حالت کے حامل اشخاص اپنی ذات کے سحر میں مبتلا ہو کر اپنے عاشق خود ہی بن جاتے ہیں۔ جو شخص اِس ذہنی خلل کا شکار ہو' اُس کی علامات میں سے ایک علامت ماہرین نفسیات کے ہاں یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ شخص یہ کوشش کرتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی اُسے خاص اور برتر مانیں (Expects to be recognized as superior and special, without superior accomplishments) جبکہ اِس میں برتری والی کوئی امتیازی خاصیت نہ بھی ہو۔

جب خان صاحب نے اپنے مہدی و مسیح ہونے کی معرفت حاصل کر لی تو اِس خوف میں مبتلا ہو گئے کہ لوگ اُنہیں اِس حیثیت سے قبول نہیں کریں گے جس پر وہ پیغمبروں پر ایمان نہ لانے کی مثالیں بیان کرنے لگے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

> ''قدیم زمانے کے یہود نبی آخر الزمان ﷺ کے منتظر تھے' مگر اُن کا حال یہ ہوا کہ جب پیغمبر آئے تو وہ ان کا انکار کرنے والے بن گئے۔ یقینی طور پر یہی واقعہ مسلمانوں کے ساتھ ہونے والا ہے۔ **مہدی اور مسیح جب ظاہر ہوں گے تو موجودہ مسلمان یقینی طور پر اُن کا انکار کرنے والے بن جائیں گے۔**'' (ماہنامہ الرسالہ: جنوری ۲۰۱۱ء' ص ۴۳)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> ''اس استثنائی صفت کے باوجود جو لوگ اُس [مہدی] کو نہ پہچانیں' وہ اُسی قسم کے اندھے پن میں مبتلا ہیں' جس اندھے پن کی بنا پر لوگوں نے پچھلے پیغمبروں کو نہیں پہچانا اور وہ اُن کے منکر بنے رہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء' ص ۵۱)

خان صاحب کے بقول مہدی ایک استثنائی معاملہ (exceptional case) ہو گا۔ لہٰذا اُسے نہ پہچان پانا اندھے ہونے کے برابر ہے۔ خان صاحب نے یقیناً مہدی و مسیح کو پہچان لیا ہے اور اِس مہدی و مسیح کی پہچان لوگوں کے لیے آسان بنانے میں اُن کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انگلیوں کے تمام اشارے حسنِ اتفاق سے اُن کی اپنی طرف ہی ہیں۔

جو لوگ اپنی ذات سے عشق میں مبتلا ہوتے ہیں' ماہرین نفسیات اُس کی وجوہات میں سے ایک عمومی وجہ پیدائشی شدید حساسیت (An oversensitive temperament at birth) قرار دیتے ہیں کہ کچھ بچے پیدائشی طور شدید حساس ہوتے ہیں اور یہی حساسیت بعد ازاں دماغی خلل کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ماہرین کے بقول بچپن میں والد کی شفقت سے محرومی بھی ایسے مسائل پیدا کر دیتی ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ ایک خلل (disorder) کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔

خان صاحب کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے چار سال کی عمر میں اپنے والد کی وفات کو اپنے بچپن میں شدت سے محسوس کیا تھا لیکن اُن کا کہنا یہ ہے کہ اُنہوں نے اِس صدمے کو ایک چیلنج کے طور قبول کیا۔ لیکن صدمہ بہرحال ایک صدمہ ہوتا ہے اور عموماً بچپن کے ایسے حادثات ذہنی اُلجھنوں کا باعث بن جاتے ہیں۔ والدین کی بچپن میں ضرورت سے زیادہ ڈانٹ ڈپٹ بھی اِن مسائل کی ایک توجیہہ ہوسکتی ہے۔ خان صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

''وہ [خان صاحب کی والدہ] اپنے بارے میں اکثر کہتی تھیں کہ میں نے اپنے بچوں کو ہمیشہ ڈانٹ کر رکھا۔'' (عورت معمارِ انسانیت: ص ۱۷۹)

ماہرین نفسیات کی ایک جماعت کے نزدیک انسان کی شخصیت کا اکثر حصہ اس کے بچپن میں ہی مکمل ہو جاتا ہے اور بہت سے رویے اور ذہنی کیفیات اُس کے بچپن کے حالات واقعات کی وجہ سے اُس کی شخصیت کا لازمی جزو بن جاتی ہیں جن سے نجات حاصل کرنا اُس شخص کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ ذہنی خلل کا ایک اور عجیب مسئلہ یہ ہے کہ جس کو لاحق ہو وہ عموماً یہ ماننے کو تیار نہیں ہوتا کہ اُس کے ساتھ یہ پرابلم ہے۔

فرائڈ (Freud) نے نفسیاتی مسائل کو جانچنے کے لیے ایک عجیب طریقہ نکالا تھا جسے تحلیلِ نفسی (Psychoanalysis) کہا جاتا ہے۔ اِس طریقے میں مثلاً متاثر شخص کو یہ کہا جاتا کہ وہ بلا روک ٹوک گفتگو کرتا جائے اور جو ذہن میں آئے کہہ دے۔ اِس طرح معالج اُس شخص کی ذہنی کیفیت کا مطالعہ اس کی گفتگو کے تجزیے سے کرتا تھا۔ خان صاحب میں جہاں بہت سی خوبیاں ہیں' وہاں ایک خوبی کہیں یا خامی' یہ بھی ہے کہ وہ لکھتے بہت زیادہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ پس اُن کی تحریر دراصل اُن کے ذہن کی عکاس ہے۔ اگر اُصول نفسیات کی روشنی میں اُن کی تحریروں کا جائزہ لیا جائے تو اُن کے ذہنی مسائل بہت حد تک نکھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔ وہ ساری زندگی دوسروں کے ذہن کا تجزیہ کرتے رہے لیکن انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ اپنے قارئین کے سامنے اپنا ذہن کھول کر پیش کر رہے ہیں۔ وہ عمر بھر دوسروں کی ڈی کنڈیشنگ (de-conditioning) کرتے رہے لیکن شاید اپنی نہ کر سکے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

> ''انسانی دماغ کے دو بڑے حصے ہیں۔ شعور' اور لاشعور۔ فطری نظام کے تحت' کوئی منفی احساس پہلے ذہن کے شعوری حصے میں داخل ہوتا ہے۔ اگر اُس کو فورا ذہن سے نکالا نہ جائے تو وہ دھیرے دھیرے ذہن کے لاشعوری حصہ میں پہنچ جاتا ہے' جہاں سے اُس کو نکالنا سخت مشکل ہو جاتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ہر لمحہ اپنا نگران بنا رہے' وہ ہر لمحہ اپنے منفی احساس کو پراسس (process) کر کے مثبت احساس میں تبدیل کرتا رہے' یعنی وہ اپنے کنڈیشنڈ مائنڈ کی ڈی کنڈیشنگ (de-conditioning) کرے' وہ اپنے ذہن کی تطہیر کر کے اُس کی آلودگی کو ختم کرتا رہے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: فروری ۲۰۱۱ء' ص ۸)

یہ بحث ہم نے اِس لیے کی ہے کہ یہ معلوم ہو سکے کہ خان صاحب بدنیت یا اسلام دشمن یا یہودی ایجنٹ نہیں ہیں جیسا کہ اُن کے بعض ناقدین کی رائے ہے۔ بلکہ صحیح تر تجزیہ یہ ہے کہ اُن کے ساتھ کچھ نفسیاتی پرابلم ہیں جنھوں نے اُنہیں تخیلات کی اِس دنیا (fantasy and delusion) تک پہنچایا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا میں ایک نہیں بلکہ دنیا کی ہزار سالہ تاریخ میں ایک شمار کر رہے ہیں۔ اِس تجزیے کے مطابق اُن کے غیر متوازن اور مسلم اُمہ کے بارے عدم برداشت کے رویوں کے جواب میں غصہ کرنے کی بجائے خیرخواہی کے جذبات پیدا ہونے چاہییں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ مریض سے نفرت نہیں کی جاتی بلکہ وہ ہمدری کا مستحق ہوتا ہے اور ناپسند اُس کے مرض کو کیا جاتا ہے جبکہ خود اُس کے حق میں صحت کی دعا کی جاتی ہے۔

خلاصہ کلام

مولانا وحید الدین خان صاحب بلاشبہ ذہین، محنتی اور مخلص شخص ہیں' لیکن مولانا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی مخاصمت وعداوت نے اُن کے علم وفکر اور عمل وتحریک کو منفی راہ پر لگا دیا ہے۔ ایک لفظ میں اُن کا مسئلہ بیان کیا جائے تو وہ اُن کے ذہن کی پیچیدگیاں ہیں کہ جن کا بنیادی سبب اُن کا مزاج ہے۔ اُن کے مزاج کی ضد' چڑان' اِحساس برتری' تنقید پسندی' خود بینی اور خود پسندی وغیرہ اُن کی تحریروں' خاص طور پر اُن کی اُس خط وکتابت میں بہت واضح نظر آتی ہے جو وقتاً فوقتاً مختلف اہل علم سے ہوتی رہی ہے۔ مزاج کی خامیاں ہر کسی میں کسی نہ کسی درجے میں ہوتی ہیں اور اگر بڑے لوگوں میں ہوں تو بڑے پیمانے پر بگاڑ کا باعث بنتی ہیں۔

مزاج کی اِس خامی کو خان صاحب یا تو پہچان نہیں پائے یا پھر پہچان کر اصلاح نہ کر پائے اور زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ وہ پہچان ہی نہ پائے۔ اِس مزاج نے اُنہیں اپنے فکر اور منہج دونوں میں معتدل نہ رہنے دیا اور وہ صراط مستقیم سے ہٹ کر بدعی منہج پر گامزن ہو گئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اِس مزاج نے اُن میں کئی ایک نفسیاتی اُلجھنوں مثلاً منفی سوچ کا ذہن پر حاوی ہونا' ردِعمل کی نفسیات' فریق مخالف سے احساسِ نفرت اور عدم برداشت وغیرہ جیسے رویوں کو جنم دیا اور یہ نفسیاتی عوارض اُن کی شخصیت کا اس قدر جزو بن چکے ہیں کہ اب اُن کی اصلاح عمر کے اِس حصے میں شاید آسان نہیں ہے۔ وہ اپنے تخیلات کی ایک محدود دنیا میں رہنے کے اِس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ وہ اُس سے باہر کی دنیا میں جھانکنا تو دور کی بات اُس کے موجود ہونے کے امکان کے بھی قائل نہیں ہیں۔ اِس ذہنی کیفیت کے بارے خان صاحب لکھتے ہیں:

> ''محدودیت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس کو جغرافی کوکون (geoghraphical cocoon) کہا جا سکتا ہے۔ اور دوسرا وہ ہے جس کو فکری کوکون (intellectual cocoon) کہنا درست ہو گا...ذہنی کوکون میں وہ لوگ مبتلا رہتے ہیں جو کسی سبب سے اپنی ذات میں جینے لگیں مثلاً شعوری یا غیر شعوری طور پر اُن کے اندر گھمنڈ کا مزاج پیدا ہو جائے...ایسے لوگ اگر اعلیٰ تعلیم حاصل کریں' اُن کو مختلف ملکوں میں سفر کرنے کا موقع ملے' وہ میڈیا میں نظر آئیں' تب بھی وہ اپنے مخصوص ذہن کی بنا پر اپنے ہی خول میں جئیں گے' وہ بدستور فکری محدودیت کا شکار رہیں گے۔ اُن کی اپنی ذات سے باہر بہت سی چیزیں ہو گی جس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو وہ اپنے ذہنی ارتقا کا ذریعہ بنائیں' لیکن کوئی بھی چیز اُن کی ذہنی محدودیت کو ختم کرنے والی ثابت نہ ہوگی۔ وہ اپنے فکری خول میں جئیں گے اور اِسی فکری خول کے ساتھ مرکر اِس دنیا سے چلے جائیں گے۔'' (ماہنامہ الرسالہ: مارچ ۲۰۰۹ء' ص۳۴)

بعض اوقات انسان کو معلوم نہیں ہوتا وہ اپنے کلام یا تحریر کے ذریعے اپنے ہی ذہن کا تجزیہ (analysis) پیش کر رہا ہوتا ہے۔ ذہن بھی عجیب عیار ہے' اپنے مسائل کی نشاندہی تو کرتا ہے کیونکہ اگر یہ نہ کرے تو اُس کی ذہانت پر الزام آتا ہے لیکن وہ یہ سارے مسائل اپنے نفس کی نسبت دوسروں میں دیکھتا ہے کیونکہ اِس کا مقصودِ اول تو اپنے نفس کی خوشنودی حاصل کرنا ہی ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ شیشے میں کوئی شخص اپنی صورت دیکھ کر خوش نہ ہو اور اُسے یہ وہم ہو جائے کہ یہ کسی اور کی شکل ہے جسے علم نفسیات میں (Mirrored-self Misidentification) کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخصی تعارف:

نام: ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

قلمی نام: ابوالحسن علوی

موبائل: 0300-4093026

ای میل: hmzubair2000@hotmail.com

پتہ برائے خط و کتابت: K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور

تعلیم:

فاضل درس نظامی

ایم۔اے عربی (پنجاب یونیورسٹی)

ایم۔اے سیاسیات (پنجاب یونیورسٹی)

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی)

علمی و تحقیقی وابستگی:

اسسٹنٹ پروفیسر، کامسائٹس انسٹیٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی، لاہور

ریسرچ فیلو، مجلس تحقیق اسلامی، J-99 ماڈل ٹاؤن، لاہور

ریسرچ فیلو، مجلس تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی، لاہور

ریسرچ فیلو، الاحیاء فاؤنڈیشن آف ایجوکیشن اینڈ لٹریچر، قصور

مطبوعات:

۱۔ چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟

۲۔ فکرِ غامدی: ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

۳۔ عصر حاضر میں تکفیر، خروج، جہاد اور نفاذ شریعت کا منہج

۴۔ ماہنامہ میثاق، ماہنامہ محدث، ماہنامہ الشریعہ، ماہنامہ الاحرار، ماہنامہ الاحیاء، سہ ماہی حکمت قرآن، سہ ماہی نظریات و دیگر مجلاتِ علمیہ میں تقریباً 110 تحقیقی، فکری اور اصلاحی مضامین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ